أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

تذکرۂ خواجہ گیسو دراز رح

حضرت خواجہ بندہ نواز ابو الفتح صدر الدین سید محمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

معہ

تلخیص تصنیفات و ملفوظات

مرتبہ

اقبال الدین احمد

ناشر

اقبال پبلشرز

حیدر آباد کالونی کلٹن روڈ کراچی ۵

۵-۵۰

پانچ روپیہ پچاس پیسے

طبع اول ——— سنہ ۱۹۶۶ء

طباعت ——— مطبوعہ جاوید پریس کراچی

کتابت ——— احمد ولی الدین کاتب

تعداد طبع ——— ایک ہزار

۵-۵۰
قیمت ——— پانچ روپیہ پچاس پیسے

—— شائع کردہ ——

اقبال پبلشر

حیدرآباد کالونی گلبٹن روڈ کراچی ۵

۱۵ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۸۵ھ

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے (۵۶۰) ویں عرس مبارک
کے موقع پر

فہرست مضامین تذکرہ گیسو دراز بندہ نوازؒ

کتب حوالہ جات

لمعات الاسرار

اخبار الاخیار

سیر اولیاء مرتبہ حکیم مسیح الدین احمد خاں صاحب مرحوم

سیر الاقطاب

خیر المجالس از حمید قلندر

ذکر الاصفیاء

سیر محمدی (مخطوطہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ دنیوی ادب کے شعبہ یعنی تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق وشوق اس ذیلی برِ اعظم یعنی ہندوستان اور پاکستان میں بڑھتا جا رہا ہے۔

اسلامیات کی غریب اور نئی اصطلاح جب سے وضع کی گئی ہے دینیات کا قدیم اور وسیع المعانی لفظ آجکل مذہبی عبادات کی حد تک مخصوص اور محدود ہو کر رہ گیا ہے اور اسی طرح سے تصوف کو بھی دینیات سے الگ ایک علیحدہ علم تصور کیا جانے لگا ہے دینیات ہی کے ایک شعبہ یعنی علم الکلام کو قدماء نے فلسفہ کے مقابلہ میں بطور مدافعتی ہتھیار کے استعمال کیا تھا لیکن علم تصوف نے فلسفہ اور مابعد الطبعیات میں وہ فتوحات حاصل کیں کہ تصوف کو فلسفہ اسلام کہنا غلط نہیں ہوگا۔

تصوف دراصل حکمتِ اسلامیہ ہے اسے ایک قسم کا علم اور ایک خاص قسم کی سائنس بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ شبلی نعمانی مرحوم نے تصوف کی تعریف کے سلسلہ میں ان کے اپنے زمانہ کے اثرات کے تحت انگریزی کا ایک نیا لفظ

قبول کر کے یہ کہا تھا کہ "صوفیا بڑے سائنٹیفک ہوتے ہیں" واقعی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ صوفیار کے عرفان کی اساس علم کیساتھ سائنٹفک مشاہدہ مکاشفہ یا تجربہ پر بھی ہوتی ہے۔

جدید ماہرین نفسیات کی اصطلاحوں سے متاثر ہوکر مغرب زدہ لوگ مذہبی تجربہ کو ایک جادو ٹونہ سمجھنے لگے ہیں اور "خیر کثیر" کی خاطر اہل اللہ کی جانب سے جو مذہبی تجربات ہوئے ہیں جنھیں خوارق اور کرامات بھی کہا جاتا ہے ان کی افادیت اور اہمیت کو یہ حضرات درخور اعتنا نہیں سمجھتے انھیں اس کا اندازہ نہیں کہ انسانیت کی اخلاقیاتی تکمیل یا مابعد الطبعیاتی اُلجھنوں کو سلجھانے میں ان "مذہبی تجربات" یا مکاشفات وکرامات کا کتنا حصہ ہے نبوت، ولایت معجزہ اور کرامت نے انسانیت کو راہِ راست پر لانے کے لئے کتنا بڑا کام کیا ہے اور کتنی بڑی "قلب ماہیت" ہوگئی ہے کیونکہ ہر فرعونے راموسیٰ "

"جدید دینیات" یا ماڈرن اسلامیات میں ایک خشکی سی جو آگئی ہے اور ایک بے کیفی کا سا جو عالم ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اسلام کو عقیدہ نہیں بلکہ مسئلہ بنا دیا گیا ہے اسلام کو دین و ایمان مان لینے سے زیادہ یار لوگوں کو عقلی گدے لگانے میں مزہ آنے لگا ہے

دنیوی علم، دنیوی ضابطے اور دنیوی ذوق کی ابتداء الہام اور نبوت سے ہوتی ہے جب اس علم کا ذریعہ الہام ہے تو اس علم کے بنیادی ضابطے؛ الہام ہی کے عائدکردہ اوامر و نواہی پر قائم رہیں گے اور اس علم کا ذوق اور انہماک ایک "منقول" سے الف اور مصدر یا حامل الہام کی جانب ایک ناقابل بیان کشش ہی کی صورت میں زندہ و برقرار رہے گا معمولات زندگی میں اوامر و نواہی کی تعمیل ایک باعمل جسم اور روشن خیال دماغ تو تیار کرلیتی ہے لیکن عبادت یا عابدانہ ریاضت

کے بعد ہی الہام کے اشارہ اور ہدایت کو سمجھنے کی انسانی عقل میں ایک روحانی صلاحیت نمودار ہوتی ہے اسی روحانی صلاحیت کے فروغ پانے کے بعد ہی روحانی تربیت اور روحانی اکتسابات کا مخصوص سلسلہ شروع ہو جانا چاہیئے اسی روحانی تربیت یا مشق کو مجاہدہ بھی کہا جاسکتا ہے اس مجاہدہ کی اُمّی سے لیکر عالم دین تک یعنی ہر شخص کو (جس کے پاس ایمان اور اسلام ہے) ضرورت ہے۔ روزانہ عبادات میں جو فرض ہیں ایسا مجاہدہ ہی لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر یعنی عبادات کے بغیر صحیح اسلامی فہم و فکر کے دائرہ میں کسی مسلمان کا داخل ہونا مشکل ہے۔ ایسی ہی روحانی مشق اور تربیت یا روحانی اکتسابات کی منزلیں طے کرنے کے بعد مزید مجاہدہ کے لئے ضرورت اس امر کی ہے معقولات اور علوم ظاہر سے ابتداءً جزوی نجات حاصل کی جائے یا ایسا وقفہ یا ایسی دنیاوی تعطیل یا "روحانی فرصت" نصیب ہوتی جائے کہ پوری یکسوئی کے ساتھ انسان اپنے آپ کو ہمہ تن منقول "الہام" یا غیب سے منسلک کرکے اس پر دارفتہ اور اسی میں منہمک ہو جائے

موجودہ نام نہاد ترقی یافتہ مصروف اور مشغول انسانیت کو یہی ایک نعمت نصیب یا حاصل نہیں ہے۔ اس روحانی نارسائی میں اخلاقیاتی اندھیرا اور جمالیاتی بے نوری ہے۔ باوجود ہزار مادی کامیابیوں کے ایک عجیب وغریب احساس ناکامی۔ صد ہزار کامرانیوں کے بعد بھی ذہن انسانی میں عجیب و غریب نامرادی ہے موجودہ دور کی بے مقصد مصروفیت اور جان لیوا محنت سے تھک کر چور ہونے کے بعد بھی ایک جرم اور غلطی ہی کا احساس طاری رہتا ہے۔ چنانچہ ایسی افتاد کے بعد یا ایسی الجھن میں' زندگی اور زندگی کے اعلیٰ تر مقاصد اور مطالبوں کے برخلاف قنوط اور خودکشی کی گھاٹیوں سے انسان اپنے آپ کو لذائذ دنیاوی کے فرار میں دھکیل دیتا ہے یہاں بھی وہی بھوک وہی غصہ اور وہی شہوت کے بھوت اس کے اطراف رقص کرتے رہتے ہیں اس طرح راہ فرار اختیار کرکے دہ سکون یا سکینہ حاصل نہیں

کرتا بلکہ اپنے آپ کو انتشار اور عذاب ہی میں مبتلا کر لیتا ہے۔ جدید فکری دنیا کے اس جہنمی نکتہ پر شاید پاکستان کے تعلیم یافتہ مسلمان بھی پہونچ چکے ہیں۔

اور نہ صرف بے دین علوم عمرانی اور الحاد کی یلغاروں سے اُن کے ذہن تھک چکے ہیں۔ جنس یا شہوت پرست آبٹ افسانوی ادب سے انھیں گھن سی ہوتی جارہی ہے بلکہ نام نہاد ترقی پسند اور اسلام کو ماڈرن بنانے کی کوشش اور اس کی "جدید اسلامیات" سے متعلق بھی مسلمان دانشوروں میں ایک مایوسی سی محسوس ہوتی جارہی ہے ان نئے ملاؤں کے نئے اطاعت و زہد کے نئے قسم سے بیان کردہ ثواب کی جانب بھی اُن کی طبعیتیں نہیں آرہی ہیں ایسے ذہنی بازاروں میں آوارہ گردی کرنے کے بعد باہر سے گھر لوٹ کر یہ مسلمان خاص طور پر اس ذیلی براعظم کے مسلمان نہیں معلوم اپنے مسلمان گھروں میں کیا ڈھونڈھ رہے ہیں انھیں کس چیز کی تلاش ہے اُن کے ورثہ کا کونسا حصہ کھو گیا ہے یا چھین لیا جارہا ہے وہ اپنی کونسی بھولی ہوئی تمنا کو دوبارہ حاصل کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں

اس توفیق کا ایک حصہ یعنی اُن کے میلان اور ذوق کی یہ تبدیلی کم از کم تصوف کی کتابوں سے دلچسپی اور اُن کے مطالعہ کے شوق میں ظاہر ہو رہی ہے باوجود بڑے پروپگنڈے اور لٹریچر کے مسلمانوں کا ضمیر کلی یا مسلمان ذہن یہ سیکھنے پر مجبور ہوتا جارہا ہے اور غیر شعوری طور پر ایک تاریخی غلطی سے متعلق جو مذہب میں اصلاح کے نام سے شروع کی گئی تھی یہ احساس عام ہوتا جارہا ہے کہ تجدد پرست جدید مفکرین اسلام نے پرخلوص قدمائے کرام اور قابل احترام مستند اسلاف کے ساتھ "غیر مقلدانہ" انداز میں ایک عجیب و غریب "ناخلفی" سی کی ہے۔

"فرق مراتب" کی تلقین کے پرخچے اڑا کر نوجوان نسل کو زندیقہ بنادیا گیا ہے جس کے گہرے اثرات تمام عالم اسلام پر قومی امراض یا ملی عارضوں کے طور پر پھیل گئے ہیں' نام نہاد جدید اسلامی تحریکات جو کئی اسلامی ممالک میں چلائی گئیں' دینِ اسلام سے وفاداریوں طاعت کیشیوں اور عقیدت مندیوں کی اصلی بنیادیں ہلادی ہیں۔ اطاعت، بندگی، رحم و کرم، تسلیم و رضا، عشق و محبت

کا مذاق اُڑایا ہے۔ باوجود ہزاروں جتن اور ہزاروں کوششوں کے" یہ مغرب زدہ جبابرہ" کم ازکم امور دین میں، خاص طور پر اس ذیلی براعظم یعنی بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں سے بالکل موافقت نہیں کرتی۔

تاریخ ہند کے ایک بڑے تلخ تجربہ نے انھیں راہ راست پر رکھا ہے اور ان کا مزاج آج بھی بہ نسبت دوسرے اسلامی ممالک کے بہت زیادہ اسلامی ہے دنیائے اسلام اسے تسلیم کرے یا نہ کرے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو تمام دنیائے اسلام میں اب بھی دینوی تفوق حاصل ہے کیا دین میں اور کیا ایمان میں۔

ہندوستانی مسلمانوں کو اس کا پورا اندازہ ہو چکا ہے کہ حال ہی میں چند اسلامی ممالک میں اسلامی تحریکات کے نام سے جو سیاسی یا مذہبی تحریکات چلائی گئی تھیں وہ ان ممالک کے مخصوص مقامی حالات کا نتیجہ تھیں، اور یہ ساری تحریکیں "اجماعِ امت" کے قدیم ضابطوں کے خلاف اُبھری تھیں ان ساری نام نہاد اسلامی تحریکات کے اثرات قبول کرنے میں اس ذیلی براعظم کے مسلمان کراہیت سی محسوس کرتے ہیں خاص طور پر سیاسیات نے انھیں کافی مایوس کر دیا ہے۔ اسی لئے وہ ایسی ساری نام نہاد اسلامی تحریکوں کو مکروہ اور مہلک تصور کرتے جا رہے ہیں جو ان کے ایمان اور عقیدت مندیوں کی رگ حیات پر نشتر زنی کرتی ہیں اس کے برخلاف وہ اپنی ایک معتقداتی اور فلاحی مملکت کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں اور اس کے استحکام اور استقرار کے لئے زندہ رہنا اور مرنا اب بھی ان کا دین و ایمان ہے۔

بھارت اور پاکستان باوجود اس ذیلی براعظم کے تقسیم ہو جانے کے، کم ازکم ہر دو علاقوں کے مسلمانوں کی حد تک آج بھی سلطان الہند "ہند الولی" عطائے رسول اللہ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی سلطنت ہے۔ کئی ظاہری سلطنتیں قائم ہوئیں اور تباہ ہو گئیں۔ محمد غوری۔ محمود غزنوی، محمد تغلق، تیمور، بابر، نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی آئے بھی اور چلے بھی گئے۔ ظاہری مسلمانوں کی سلطنتیں قائم بھی ہوئیں اور مٹ بھی گئیں

ہندوستان پر انگریز بھی حکمران رہا لیکن وہ بھی چلا گیا لیکن ہندو ہندوستان اور مسلمان ہندوستان یعنی بھارت اور پاکستان ہر دو قطعوں میں سلطان الہند غریب نواز کی سلطنت اب بھی قائم ہے۔ سرکار غریب نوازؒ سرکار بختیار کاکیؒ سرکار بابا فریدؒ سرکار محبوب الٰہی اور سرکار چراغ دہلویؒ جیسے پانچ بادشاہوں کے بعد سلطان الہند کی اس سلطنت کے چھٹے بادشاہ اور سرورِ کائنات کے نسلی اور روحانی سلسلہ سے بائیسویں خواجہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ تاریخ اسلام کے اُن متکلم عارف نواز اہل اللہ میں سے ایک ہیں جن کے اسمائے مبارک اُن کے علم لدنی اور علوم ظاہری کی عظمتوں کے لحاظ سے انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں ادب علم تفسیر حدیث فقہ کلام تصوف تبلیغ سیادت اور ولایت حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ابوالفتح صدر الدین سید محمد حسینی کے مکمل تذکرے کے مستقل عنوانات ہیں باوجود قطب وقت ہونے کے متکلم صوفیا میں آپ نے ایک خاص مقام حاصل فرمایا ہے۔ تاریخ فقر میں ائمہ کبار کے بعد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ (جن کے دامن کے نیچے تمام اولیاء ہیں) علوم ظاہری لوازم دنیاوی، علم لدنی، مکاشفات روحانی یعنی شریعت اور طریقت کا مکمل امتزاج ہیں آپ اپنے زمانہ کے فقیہانہ فتنوں کے خلاف "حال" اور "قال" ہر دو قسم کے ہتھیاروں کو استعمال فرمایا ہے۔ یہی سنت ولایت جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خانوادہ کی خصوصیت ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز میں بھی موجود ہے یعنی غوث پاک کی طرح آپ کی تحریرات مبارکہ یا فرمودات طیبہ آپ کی علمی کرامات بھی ہیں۔ چنانچہ جوامع الکلم میں آپ کا فرمودہ خود آپ کے اپنے متعلق اس طرح ملفوظ ہے:۔

"ہر کس ز داں وحدت سلوک کرد بچیزی مخصوص شد
الہیتحن مخصوص ضمیم خدائے مارا دولت بیان اسرار خویش داد"[۱]

آپ کی "سخن مخصوص" کو علامہ سلیمان ندوی مرحوم یوں بیان کرتے ہیں کہ سلاطین حنفیہ میں

[۱] جوامع الکلم۔

حضرت خواجہ گیسو دراز سلطانِ قلم ہیں آپ کے سخن اور قلم کی سلطانی کے چند نمونے تبرکاً پیش ہیں :-

ازجواہرالعشاق (۴) ثُمَّ سَأَلْتُ یَارَبِّ هَلْ لَكَ مَكَانٌ قَالَ لِي يَا غَوْثُ الْاَعْظَمِ اَنَا مُكَوِّنُ الْمَكَانِ وَلَيْسَ لِي مَكَانٌ سِوَى الْاِنْسَانِ وَالْاِنْسَانُ سِرِّي وَاَنَا سِرُّ الْاِنْسَانِ ٥ [۱]

پھر میں نے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار تیرا کوئی مکان بھی ہے فرمایا کہ اے غوث الاعظم میں پیدا کرنے والا مکانوں کا ہوں میرا کوئی مکان نہیں بجز انسان کے کہ انسان میرا کھلا اور چھپا ہوا راز ہے۔ میں انسان کے ساتھ اسی صفت کے ساتھ ہوں اور میری صفت یہ ہے کہ میں کہیں نہیں ہوں اور ہر جگہ موجود اور حاضر ہوں یعنی میرا کوئی مکان نہیں۔ انسان میرا آئینہ ہے اور میں انسان کا آئینہ ہوں۔

لمومن مرآۃ المومن واللہ المومن (مومن مومن کا آئینہ ہے اور اللہ مومن ہے) جو کہا گیا ہے وہ اسی مقام کا راز ہے۔ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن (مومن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے بیچوں بیچ ہے) ورنہ کہاں قلب اور کہاں اصابع الرحمٰن (رحمٰن کی انگلیاں)۔ وقال المنصور قلب المومن کالمراٰہ اذا نظر فیہا تجلی ربہ (اور کہا منصور رحمۃ اللہ علیہ نے مومن کا دل آئینہ کے جیسا ہے جب اس میں دیکھتا ہے تو اپنے رب کو تجلی کئے ہوئے پاتا ہے) اور الانسان سری وانا سر الانسان (انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں) یہی معنی رکھتا ہے۔ جان کہ انسان مشتق ہے انس سے انس کو دو طرح سے بیان کئے ہیں۔ الانس ہو السکون الی اللہ والاستعاذہ فی جمیع الامور والاستیناس مع الناس علامۃ الافلاس۔ (انس کہتے ہیں سکون پانے کو اللہ سے اور ساری باتوں میں اسی کی پناہ میں آجانا اسی سے پناہ مانگنا اور لوگوں سے انس پیدا کرنا گھاٹے اور نقصان میں آنے کی علامت ہے) حضرت عزت او تعالیٰ سبحانہٗ جس کسی کو موانست (دوستی) و مجالست

---

[۱] جواہرالعشاق مترجمہ قاضی احمد عبدالصمد صاحب

(ہمنشینی) کی عزت وسعادت ارزانی فرماتا ہے تو اس کو ساری کائنات کے (سب مخلوق کے) تعلقات و علائق سے بے تعلق و بیزار کر دیتا ہے کہ من استانس بالحق استوحش عن الخلق (جس نے انس کیا حق کے ساتھ وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے بیزار ہو جاتا ہے دنیا اور تعلقات دنیا سے)

(۱۷) قَالَ یَا غَوْثَ الْاَعْظَمِ جَعَلْتُ الْفَقْرَ وَالْفَاقَۃَ مَطِیَّۃَ الْاِنْسَانِ فَمَنْ رَکِبَہَا فَقَدْ بَلَغَ الْمَنْزِلَ قَبْلَ اَنْ یَقْطَعَ الْمَنَازِلَ وَالْبَوَادِیْ ۵

مجھ سے فرمایا کہ اے غوث الاعظم میں نے فقر و فاقہ کو انسان کے لئے بہترین سواری بنائی ہے جو کوئی اس فقر و فاقہ پر سوار ہو گیا وہ منزلیں راستے طے کرنے سے پہلے ہی منزل میں پہنچ گیا سنو فقر و احتیاج بر تنلب ہے خدا سے اور فاقہ باہر آتا ہے اپنے آپ سے چنانچہ اس منزل میں پہنچنے کے لئے جو معقعد صدق عند ملیک مقتدر (سچائی کی بیٹھک با اقتدار بادشاہ کے پاس) ہے فقیر تجرید طلب کرتا ہے فقر و فاقہ کے بارے میں یہ شعر بہت مناسب حال ہے

ماجان فدائے خنجر تسلیم کردہ ایم خواہی بدار خواہ بکش رائے رائے تست

(ہم نے اپنی جان تسلیم کے خنجر کے حوالہ کر دی ہے چاہے رکھ چھوڑ چاہے مار ڈال جو تیری رائے ہو وہ ٹھیک ہے کہ تیری رائے ہے۔

اے دوست اس سے یعنی اس فقر سے الفقر فخری اور فاقہ سے مازاغ البصر وما طغیٰ مراد ہے یعنی فقیر وہ ہے جو خدائے عزوجل کا محتاج ہوا اور صاحب فاقہ وہ ہے کہ جب تک مقصود کو نہ دیکھ لے اگر تجلی جمال وجلال ہو جائے تو اس کی طرف نظر تک نہ کرے روح کی آنکھ کو ذات کے لئے بھوکی رکھے اور جو کچھ بھی واردات ہوں اُن سے منکر ہو جائے اُس کے غیر کے ساتھ سکون نہ پائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی یہ اختیار کر لیا اس کے لئے میری رویت ہے یعنی میرا دیدار ہے۔ میں اپنے آپ کو ایسے کو دکھاؤں گا اگرچہ اس نے منازل و مسالک طے نہ کئے ہوں یعنی موت و قبر و سوال و جواب و حشر صراط و میزان و بہشت و دوزخ سے گزرا نہ ہو۔

(۳۱) قَالَ یَاغَوْثَ الْاَعْظَمِ رَاَیْتُ الْاَرْوَاحَ یَتَرَقَّصُوْنَ فِیْ قَوَالِبِهِمْ بَعْدَ قَوْلِهٖ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۵

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے دیکھا تمام ارواح کو یعنی دیکھا میں نے خدا کو کہ رقص کرتا ہے انسان کے جسم میں الست بربکم کے بعد سے قیامت تک) بات یہ ہے کہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ نے ارواح کے آئینہ میں خدا کے سوا نہ دیکھا جیسا کہ رئیس الطائفہ سید القوم نے فرمایا کہ تیس سال ہوتے ہیں کہ میں حق تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ جنید ہم سے باتیں کر رہا ہے۔ اے دوست شریعت والا جب کبھی کسی انسان پر نظر دوڑاتا ہے تو اس میں اس کے ہاتھ پاؤں جسم و جسمانیت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ جب صاحب طریقت نظر ڈالتا ہے تو صورت ظاہر کے ساتھ سیرت باطن کی صورت بھی دیکھتا ہے۔ جب کوئی محقق دیکھتا ہے تو نور کے سوا کچھ نہیں دیکھتا جس کو تم روح کہتے ہو۔ جب عارف نظر کرتا ہے تو خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور وہ اسی سے کلام کرتا ہے نہ کہ اُس کے جسم سے۔ اسی طرح جب کوئی عالم ظاہری کسی قبر پر کھڑا رہے تو وہ اینٹ مٹی پتھر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اگر صاحب طریقت قبر پر کھڑا رہے تو ہڈیاں صورت و سیرت اُس کی دیکھتا ہے جب محقق دیکھتا ہے تو اگر وہ مست جلالی ہے تو تجلی جلال اگر جمالی ہے تو تجلی جمالی دیکھتا ہے اور جب عارف دیکھتا ہے تو معاملہ میں روح کی صورت دیکھتا ہے بلکہ روح کے آئینہ میں خدا کو دیکھتا ہے۔ ابھی ہم نے عاشق کا مقام دید نہیں کہا وہ اینٹ پتھر ذرہ ہڈیاں اور روح میں معشوق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہاں ایک راز ہے وہ یہ کہ تیرا دیکھنا اور ہے عاشق کا دیکھنا اور ہے[1]

فائدہ ۱۴ فراغت دل سے یاد الٰہی کرنے کے بیان میں[2]

اس سے بڑھکر کونسی دولت ہو سکتی ہے کہ تم فراغت کے ساتھ، آنے جانے والوں

---

[1] جواہر العشاق ترجمہ قاضی احمد عبدالصمد صاحب
[2] فوائد بندہ نواز از معشوق یار جنگ۔

دوست دشمن، آشنا و بیگانہ، سب کی مزاحمت سے محفوظ اپنے خدا کی یاد میں مستغرق رہو۔

بہ فراغ دل زمانے نظرے بہ خوب روئے

بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ عمر ہائے و ہوئے

تمہیں لوگوں کی صحبت سے کیا کام، تعلیم و تعلّم سے کیا نسبت، وضو و نماز اور جو کچھ لازماتِ دین ہیں انھیں کافی جانتے ہو۔ اب خدائے عزّ و جل کی یاد میں مستغرق رہو جس روز کوئی تمہارے پاس نہ آئے نہ تم کسی کا منہ دیکھو اور نہ کوئی تمہارا منہ دیکھے، اس روز گویا تمہاری معراج ہے جو لوگ حمام کی تصویروں سے امیدِ وصال اور کھاری مٹی سے کھیتی کاٹنے کی توقع رکھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جو لوگ پانی پر نقش بناتے ہیں یا بدکاروں سے عشق بازی کر کے امیدِ وفا رکھتے ہیں انھیں دیدارِ یار نصیب نہیں ہو سکتا۔ جس لمحہ تمہارے دل میں غیر خدا کا خطرہ آئے اس لمحہ اپنے آپ کو شرک و بت پرست سمجھو۔ بندہ نواز کے یہ چند تحریری تبرکات تھے۔

بندہ نواز کا مذہب و مسلک

آپ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک کے پیرو تھے چنانچہ جوامع الکلم میں کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں متعدد مرتبہ نہایت وثوق اور تاکید کے ساتھ بیان کر چکا ہوں[1] اور میرا عقیدۂ راسخ یہ ہے کہ افضل صحابہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں اور ان کے بعد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ اور ان کے بعد سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں[2]۔ تاریخ حبیبی میں بھی مورخ مصنّف نے حضرت خواجہؒ کے ایک رسالہ حزب الاشغال کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ آپ نے اُس رسالہ کے شروع میں جو حمد و نعت لکھی ہے اُس میں بھی اسی ترتیب سے خلفاء راشدین کی منقبت تحریر فرمائی ہے۔ آپ عشق حقیقی اور محبت کی شان رکھتے ہوئے شریعت بیضاء کے پورے پورے پابند تھے[3] اور آپ نے کتاب خاتمہ آداب المریدین میں صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ میں حنفی ہوں فقہ حنفی کی پابندی کرتا ہوں۔ نیز آپ نے حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی

---

[1] جوامع الکلم مجلس ماہ رجب ۸۰۲ھ [2] جوامع الکلم مجلس جمعہ ۱۷ شعبان ۸۰۲ھ

(فوائد بندہ نواز از نواب مشوق یار جنگ) [3] سوانح بندہ نواز

خوبیاں اور بہت تعریف بھی بیان فرمائی ہے[1]۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقیہ، صوفی اور سُنّی سید بہت کم ہیں مگر مجھ میں یہ چاروں صفتیں موجود ہیں۔ میں فقیہ بھی ہوں، سید بھی اور سُنّی بھی ہوں اور کتاب شرح فقہ اکبر میں (جو ابھی حال میں شائع ہوئی ہے) حضرت خواجہؒ نے حضرت امام اعظمؓ کے عقائد کی تشریح فرماتے ہوئے اُن کے عقائد کو سراہا ہے۔ نیز اسی مسلک کی صفحہ ۱۶ شرح فقہ اکبر میں بہت تاکید وتائید فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ مسلماناں را این قدر باید دانست کہ اولٰہم ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علیؓ ثم باقی العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ عنہم

(سوانح خواجہ بندہ نواز مؤلفہ حافظ محمد حامد صدیقی)

بندہ نوازؒ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ ارشادات خطبات اور فرمودات کی شکل میں اَسّی برس تک جاری رہا ہے اور تصانیف وملفوظات کے ذریعہ بھی علم وعرفان کے چراغ روشن ہوتے رہے ہیں آپ کی ایک سو پانچ کتابوں میں سے صرف تیئس چوبیس کتابیں دستیاب ہوسکی ہیں بقیہ کتابوں کی "نایابی" کے متعلق کئی نظریئے ہیں پہلا نظریہ تو یہ ہے کہ دہلی کے قیام کے زمانہ میں لکھی ہوئی کتابیں آپ کے ساتھ گلبرگہ لائی گئیں یا نہیں اگر دہلی ہی میں رہ گئیں تھیں تو ممکن ہے کہ تیمور کے حملہ اور بعد کی طوائف الملوکی کی زد میں آکر مفقود ہوگئیں یا ایسے گمنام "گھرانوں" میں یا ایسے اشخاص کے پاس پہونچ گئیں جو ان کو محفوظ نہ کرسکے، یا اب بھی یہ کتابیں بعض قدیم مشائخین کے خانوادوں کے تبرکات اور کتب خانوں میں محفوظ ہوں۔ یہ بات بھی سننے میں آئی ہے نہیں معلوم کہاں تک صحیح ہے کہ بہار کے بعض مشائخ اور علماء کے خاندانی کتب خانوں میں بندہ نواز کی بعض نادر اور نایاب ایسی تصنیفات موجود ہیں جو اب تک شائع یا طبع نہ ہوسکی ہیں، جنھیں ناممکن الحصول تصور کیا جاتا ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کی پوری تصنیفات آپ کے خانوادہ کی تحویل میں اور وصال مبارک کے کافی عرصہ بعد آپ کے ورثاء کے بعض تنازعات میں آپکی کتابوں کا

---

[1] جوامع الکلم مجلس روز یکشنبہ غرہ ذیقعدہ ۸۰۲ھ

ایک بڑا حصہ ایک محترم صاحبزادہ کے قبضہ میں آیا۔ دوسرے اثاث البیت کے ساتھ یہ کتابیں بھی گلبرگہ شریف سے بیدر منتقل ہو رہی تھیں کہ اثنائے راہ میں آتش زدگی کی وجہ سے اکثر کتابیں جل گئیں یا گم ہوگئیں۔

بہر حال خواجہ گیسو دراز کی حیات طیبہ کا وہ حصہ جہاں آپ ایک عالم دین کی حیثیت سے تاریخ اسلام ہند میں جلوہ فرما ہیں اس میں آپ کے پیر کے کشف و ارشاد کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ کے اور ہمارے سب کے پیر پیر نصیر الدین چراغ دہلی اپنے قابل فخر خلیفہ اور مایۂ ناز جانشین یعنی خواجہ بندہ نواز کو علوم ظاہر میں فاضل و کامل بننے پر اصرار اور تاکید فرماتے رہے خواجہ بندہ نواز کا ارادہ تھا کہ بیعت کے بعد ہی تمام وقت کسب باطنی میں صرف فرمائیں لیکن حضرت پیر نصیر الدین نے اس کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی بلکہ علوم ظاہری کی تکمیل کا صراحتاً حکم صادر فرمایا

می فرمودند تیسیر ہدایہ و بزودی در رسالہ شمسیہ وکشاف و مفتاح و صحائف این ہمہ را مرتب کن ما را باین تو بکاری است۔	(خواجہ چراغ دہلوی) نے ارشاد فرمایا کہ خیر ہدایہ بزودی شمسیہ وکشاف و مفتاح و صحائف ان تمام کو حاصل کر ہم کو تجھ سے خاص کام لینا ہے۔

شیخ الاسلام پیر نصیر الدین کی یہ تمنا ایک کمال کی صورت میں ظاہر ہوئی خواجہ نے سارے ظاہری دینیاتی علوم میں فراغت اور فضیلت حاصل کی اور آپ کو صدر الدین کا لقب عطا ہوا۔

شیخ الاسلام پیر نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر وہ سارے فتنے تھے جو محمد تغلق اور بعد کے درباروں کے علمائے دین کی صورت میں ظاہر ہو چکے تھے معتزلہ عقائد کی بنا پر بھی اس زمانہ میں بھی آجکل کی طرح معتزلہ بدعقیدگی کو روشن خیالی اور "ترقی پسندی" تصور کیا جا رہا تھا۔ نام نہاد "معقولیات" کی یہ وہی ابتدا تھی جس کی کئی شاخیں آگے چل کر

دینِ اسلام میں رخنہ اندازیوں کے لئے نام نہاد اسلامی تحریکات کے لبادوں میں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ "روحانیت" یا "منقول" کے منکر اس بنیادی فتنۂ اعتزال کے متعلق حضور خواجہ بندہ نواز کا ارشاد ہے کہ:

"معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ منکر کراماتِ اولیاء اند
معلوم می شود کہ ہیچ کس میاں ایشاں ولی نبود و نخواہد بود"

معتزلہ کی تردید میں جس قوت سے آپ نے اہلِ سنت والجماعت اور حضرات اشاعرہ کے مسلک کی وضاحت کی ہے وہ ان تمام فرمودات کی ایک شاندار تائید ہے جو غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی، امام ابوحنیفہ اور دیگر اولیاء و علمائے اہلِ سنت والجماعت نے آپ سے قبل ارشاد فرمایا تھا اہلِ سنت والجماعت کے اجماع کے خلاف معتزلہ اثرات اور ان کے زیر اثر بننے والے بعد کے اور آجکل کے نئے نئے مذاہب کے "شجرۂ نسب" پر اگر غور کیا جائے تو یہی "ذہنیاتی مرض" جسے اعتزال کہا جاتا ہے تاریخ اسلام میں کئی مذاہب اسلام کا بنیادی تصور بن کر وحدت اسلامی میں انتشار پیدا کرتا رہا ہے اس فرقہ یا اس کے اثر نے اطاعت اور عقیدہ کی بڑی مضبوط بنیادیں ہلا دی ہیں معتزلہ نے اس کام کے لئے "عقل پرستی" یا معقولات کے "گولہ بارود" سے کام لیا ہے مسلمانوں کے مختلف فرقوں نے معتزلہ علم الکلام سے اپنی اپنی پسند کی چیزیں قبول کرلی ہیں اور آج بھی "الحاد زدہ" مسلمانوں کو معتزلہ دلیلیں بڑی پسند آتی ہیں۔ اس فتنہ کے خلاف اہل اللہ نے بڑی سخت جنگ کی ہے بعضوں نے تو "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" کے انداز میں عقل پرستوں کو باطل پرست قرار دیا ہے

یہ کیا بات ہے کہ مادہ پرستی اور مغرب زدہ طریقۂ فکر کی مسلسل یورشوں کے بعد اور اس گئے گذرے زمانہ میں بھی پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں پر اہل اللہ اور اولیائے کرام کی حکومت ہے۔ تصوف اور شعائر اسلامیہ کے ساتھ انھیں ایک

خاص قسم کا لگاؤ ہے تعلیم در روشن خیالی کی وجہ سے ہی ایک تاریخی حقیقت اُن کے سامنے آتی جارہی ہے یعنی جہاں تک انھیں اپنے ملک کی تاریخ کا علم اور احساس ہے ملک کا تعلیمیافتہ طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اس ذیلی براعظم میں اُن کے آباو اجداد کو مسلمان بنانے اور اُن کی نسلوں کو مسلمان برقرار رکھنے میں اور دین واسلام کی سلامتی کے لئے اولیاء اللہ صوفیائے کرام اور علمائے حق نے بڑی صبر آزما خدمات انجام دی ہیں کافر علاقوں میں اسلام پھیلاتے اور مسلمانوں کو مسلمان قائم وبرقرار رکھنے میں دنیادار بادشاہوں اور ان کی حکومتوں نے کوئی کام نہیں کیا اور یہ سارا کام علمائے اہل اللہ اور صوفیاء نے کیا ہے صحیح مسلک اور سیدھے راستہ پر چلنے اور چلانے کی دینوی تلقین میں بادشاہوں کی سرکار اور اُن کے درباروں سے اکثر دل شکنیاں ہی ہوتی رہی ہیں نہ صرف یہ بلکہ دار ورسن کی بھی باری آئی ہے سخت سزائیں دی گئیں ہیں اور شہید کروا دیا گیا ہے۔

جابر بادشاہوں کے علاوہ عیش پرست اور دنیادار بادشاہوں کے درباروں میں ابن الوقت علمائے سوء شاہان وقت کے مزاج کی موافقت بلکہ اُن کی مزاج داری کے لئے اُن کے اپنے رجحانات کے مطابق دین کو پیش کر کے اپنی دنیا بناتے رہے اور عجیب و غریب بات ہے کہ تاریخ اسلام کے ہر دور اور ہر زمانہ میں ایسی ناپاک کوششوں کے خلاف سرفروش اہل اللہ اور کاملین اپنی علمی اخلاقی اور روحانی قوتوں سے دین اسلام کی ضیانت اور مدافعت فرماتے رہے ہیں اور ایسی ساری مخالفتوں کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا ہے۔ ائمہ کبار اولیائے کرام اور بزرگان دین نے ناقابل قیاس صعوبتیں اُٹھا کر ایک سماجی خدمت اور اخلاقی ذمہ داری کے طور پر مسلمان عوام اور خواص میں اصلی دینی شعور یعنی ایمان کو مسلسل زندہ اور بیدار رکھا ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم الشان نجات دہندہ فوج کے ایک سپہ سالار نامدار حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رح بھی ہیں جنھوں نے آپ کے اپنے زمانہ کے گمراہ کن علمائے دین اور آپ کے زمانۂ حیات کے بادشاہوں اور ان کی حکومتوں کی

دینی گمراہی یا دین میں اُن کی بیجا مداخلت کے خلاف نہ صرف احتجاج بلکہ اسکی عالمانہ اور فقیہانہ مخالفت کی اور یہ کام پوری اخلاقی جرأت اور روحانی قوت کے ساتھ کیا گیا

چشتیہ بارگاہوں میں "کشتگانِ خنجرِ تسلیم" کے لئے ہر زمانہ میں غیب سے ایک دوسری ہی حیات حاصل ہوتی رہی ہے۔ حضرت محبوب الہیٰ نے شاہانِ وقت کا بڑا سخت احتساب فرمایا ہے۔ یہ سلسلہ علاؤ الدین خلجی سے شروع ہوکر محمد تغلق کے زمانہ تک رہا ہے۔ ان فتنوں کے خلاف پیر نصیرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی شریعت پناہی بھی مشہور ہے علاؤالدین خلجی سے لیکر تیمور کے حملہ تک تقریباً ایک صدی ایسی گذری ہے جس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کی حکومت اہل اللہ اور خاص طور پر خواجگان چشت میں رہی ہے بادشاہوں کے مشیر اور وزیر ان (درباروں) کے مرید اور غلام رہے ہیں اس زمانہ کی علم دوستیاں یا علم کی طلب وتمنا ان ہی درسگاہوں میں اپنی تشنگی بجھاتی تھیں۔ علوم دینی کے علاوہ دنیاوی علوم و فنون بھی ان بارگاہوں سے حاصل کئے جاتے تھے اور ان ہی بارگاہوں پر بطور نذرانے کے چڑھائے جاتے تھے کیا ادب کیا شاعری کیا موسیقی کیا گل فروشی کیا عطاری کیا نقش ونگار کیا گل کاری ہر چیز جو حسین ہو اور جس میں حسن کی تجلی پائی جائے ہر اسم جو جمیل ہو اور اس میں جمال رعنائی نظر آئے یہ ساری حسن کاریاں ان بارگاہوں میں اپنی سوغات پیش کرتی رہی ہیں بندگی دستی کے اس مترنم روحانی عالم میں خواجہ بندہ نوازکی خود "محبوبیت" اور "عاشقی" منفرد انداز میں بلند سے بلند تر ہوتی جارہی تھی جس کا نتیجہ امام المتکلمین امام غزالی کے آخری زمانہ کی طرح خواجہ صاحب کو بھی آپ کے ابتدائی زمانہ سلوک ہی میں علم لدنی کے مقابلہ میں علوم ظاہری کی سطحیت کا اندازہ ہوچکا تھا آپ علوم ظاہری کو ترک کردینا چاہتے تھے لیکن حضرت پیر نصیرالدین کی شریعت پناہی اور طریقت نوازی نے اپنے جانشین کی تیاری کا ایک جامع منصوبہ تجویز فرمایا تھا اور اسی منصوبہ کے تحت خواجہ بندہ نواز گیسودراز شریعت اور طریقت ہر دو میدانوں کے شہسوار ثابت ہوئے اپنے دادا پیر

حضرت محبوب الٰہی کی وہ سنت بھی آپ کو نصیب ہوئی کہ حکومت وقت اور بادشاہ وقت کی بھی آپ نے اصلاح فرمائی اہل اللہ کی ہدایت وکرامت سے حکومت اور سیاست بھی راہ راحت پر آتی رہی ہے چند ٹھوس تاریخی حقیقتیں ہمارے اس بیان کی تائید میں ہیں۔

جب احمد شاہ (یعنی احمد خاں) فیروز شاہ بہمنی[1] کا بھائی سیاست اور دنیا کے معاملات سے بے تعلق ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو بندہ نواز نے فرمایا :۔

"دل شکستہ نہ ہو، خدا نے کمال عنایت سے اسلامی اقتدار کا حامل تیرے ہاتھوں کو بنایا ہے۔ فقیر سے اس بادشاہ کا بڑا مرتبہ ہے جو سلطنت کو نیکنامی سے چلائے۔ رعایا کے ساتھ انصاف کرے اور عبادت معبود کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ بہت سے کام ہے زمام سلطنت تھام لے۔ رعایا کی خبر گیری اور دلجوئی کر۔"

حضرت نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے نصرت فرمائی اپنی دستار کا ایک ٹکڑا فال نیک کے طور پر احمد خاں کے سر پر باندھا اپنے طباق میں اسے شریک طعام کیا[2]۔

۱۵۰۸۹

اب احمد خاں نے جب خواجہ صاحب کے اس اخلاقی اور ایمانی وجدان کا رنگ دیکھا کہ آپ کو "ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں اور آپ ایک بہتر انتخاب کو چھوڑ کر ادنیٰ حالت پر قانع ہوتے، کو دین اور دیانت کے خلاف سمجھتے ہیں تو مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کے باہر نکل گیا۔ غالب آنے کی تدبیر کی صرف عہدہ اور منصب کے حریص زمانہ سازوں نے تعاقب کیا۔ تاکہ مستقبل کے اس قائد کو شکست ہو۔

فیروز شاہ خود سپہ سالار بنا۔ احمد خاں کے جانباز دستے نے حق پرستی کی شان دکھائی وہی استقامت جو ہمیشہ یقین کی جان اور انسانیت کی آبرو ہوتی ہے۔ خود غرض بادشاہ

---

[1] پروفیسر غلام دستگیر رشید۔ [2] سلطان احمد شاہ ص ۳۷ مطبوعات مجلس علمیہ

کا لشکر مغلوب ہوا فوج نے بھی احمد خاں جیسے قلعے کے محبوب اور معتمد فرد کا ساتھ دیا۔ فیروز شاہ نے یہ دیکھ کر احمد خاں کے سر پر تاج رکھا اور معترف ہوا: "واللہ تم ہی شایانِ سلطنت ہو۔ میں محبتِ پدری سے بیٹے کے لئے سعی کرتا رہا۔" (ص۳۴ کتاب سلطان احمد شاہ)

احمد شاہ نے ۵ شوال ۸۲۵ھ کو دکن کی بہمنی سلطنت اسلامیہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے سامنے حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے الفاظ میں اسلامی سلطنت کے یہ مقاصد تھے:-

"بادشاہ خود امورِ سلطنت انجام دے اگر اُسے سچی طلب حق پیدا ہو متدین اور دیانت دار علماء کی عمل سے مدد لے۔ مخبروں کے ذریعہ بھی ان کے حالات کا تجسس کرے۔ پابند شریعت لوگوں پر مہربان اور مخالفین کا مخالف ہو جائے۔"

" امورِ شرعی کا فیصلہ کرنے میں فقہا کی ان روایات پر عمل کرے جو زیادہ راجح اور احتیاط والی ہیں۔ (زکوٰۃ معاشی انصاف وغیرہ کے احکام پہلے گذر چکے ہیں) صرف حنفی مذہب کے موافق ہی فیصلہ نہ کرے بلکہ جس مذہب کی روایات احوط و اسلم ہو اسی پر فیصلہ کرے۔ منشیات اور مسکرات کی خرید و فروخت بند کر دے۔ اپنی رعایا پر اپنی اولاد کی طرح احسان کرے۔ ہر وقت ذکر الٰہی کرتا رہے۔ رات کو عبادت اور مراقبہ کے واسطے مخصوص رکھے اور دن کو خدماتِ سلطنت و ملت کے لئے۔ بادشاہِ سلطنت کے روپیہ کو اپنا روپیہ نہ سمجھے وہ بیت المال ہے ہاں اپنی ضرورت کے موافق خرچ کر سکتا ہے بشاہی ملازم ممالک واجب حکم پر یہ کہے کہ مجھ کو معاف رکھا جائے مجھ سے ایسے کام نہ ہوں گے یا میرا استعفا قبول ہو۔"

" جو نامشروع باتیں لوازمات شاہی میں داخل ہو گئیں ہیں۔ ان سے پرہیز کرے ریشمی و زری کے لباس سونے چاندی کے زیورات اور ظروف استعمال نہ کرے ملازمان شاہی اگر اس نیت سے نوکری کریں کہ سرکاری ملازموں کے ظلم اور رشوت ستانی سے بندگانِ خدا کو بچائیں گے قیدیوں اور مظلوموں کی خبر گیری اور فریادیوں کی فریاد رسی کریں گے تو بہت سے شہسوار ان سلوک سے بڑھ جائیں گے۔"

تبلیغ اعلاء کلمۃ اللہ کے واسطے بادشاہ اپنے آپ کو وقف کر دے اور ہمیشہ قہر و جلال خداوندی کو پیش نظر رکھے۔ کیونکہ نفسانی حملوں کو قہر خدا کے خیال کے سوا اور کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اکثر سورہ فجر کی آیات الم تر کیف سے لبالمرصاد تک غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرتا رہے بادشاہ میں جس قدر عجز ہو قبولیت دعا کا باعث ہوتا ہے۔ بارش نہ ہو تو کدال ہاتھ میں لیکر زمین کھود کر دعا کرے۔ مجرم کو سزا صرف شر و فساد کے رفع کی نیت سے دے۔"

آپ کے فیض تربیت سے احمد شاہ ولی نے اپنے دورِ حکمرانی میں ان مقاصد کو کہاں تک پورا کیا اور اپنے آپ کو دین ملت کے مقاصد کا کس قدر تابع بنایا۔ اس باب میں تاریخ کی گواہی سنیئے:

" احمد شاہ کی مزاج میں غرور اور تعصب نام کو نہ تھا۔ آپ نہایت بہادر تھے جبین پر تنویر سے نورِ ایمان ٹپکتا تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے اسرار معرفت کا سبق لیتے۔ سنی المذہب، صوفی مشرب تھے۔ تہجد اور اشراق تک کی قضا نہ کرنے کی سعی کرتے۔ آپ کا لباس نہایت سادہ غذا جو کی روٹی اور ساگ تھی رہنے کا مکان نہایت سادہ تھا۔ روزانہ قرآن شریف کا پاؤ پارہ لکھا کرتے تھے اس کی آمدنی سے خانگی اخراجات پورے ہوتے تھے۔ سلطنت کی آمدنی سے ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرتے۔ ہمیشہ حلال کی روزی سے گذر اوقات کرتے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدینؓ حضرت علی مرتضیٰؓ و حضرت حسنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عشق میں سرشار رہتے۔ دین مصطفوی کے اوامر و نواہی میں احتیاط فرماتے۔ امر معروف و نہی منکر میں قیام و اقدام کرتے ترویج شرع اور اسلام کے پھیلانے اور خود اسلام و لوازم شرعی کے بجالانے میں سعی تمام فرمایا کرتے۔ خیرات خفیہ اور علانیہ جاری تھی۔ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی یہ فیض رسانی تھی۔ انعام و اکرام سے علماء شعراء اور ہنرمندوں کی کمال قدر افزائی فرماتے۔ بذات خود غریب رعایا کی فریاد سنتے۔ رعیت نواز و ظالم کش تھے مسلم رعایا کی مانند غیر مسلم رعایا کا خیال فرماتے۔ انصاف میں مسلم و غیر مسلم کو ایک نگاہ سے دیکھتے۔ کوچہ کوچہ بھیس بدل کر رعایا کے حالات دریافت فرماتے اس قدر رعب اور انتظام تھا کہ خادم مخدوم

سے قرض خواہ قرضہ دہندہ سے وعدہ خلافی یا بے ایمانی کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اپنے عزیز کی طرفداری بھی نہ کرتے طلباء کو تین دن خود درس دیتے۔ مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے امامت کرتے۔ ملک میں خوشحالی اور فارغ البالی عام تھی۔ اس عہد کے مشہور مصری مورخ محمد بن ابی بکر کے الفاظ ہیں (دیباچہ کتاب نہل الصافی) احمد شاہ ولی کے مساعی جمیلہ میں حضرت عمرؓ کی حق پروری اور معدلت نوازی کی جھلک نظر آتی ہے۔[1]

عِندَ ذِكرُ الصَّالِحِينَ تَنزِلُ الرَّحمَة

"صالحین کے تذکرہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں" اہل اللہ کا تذکرہ بھی ایک سلوک ہے۔ سلوک کی منزلوں کی جو راہ و رسم ہے اس میں اولیائے کرام کی سوانح حیات ان کے فرمودات اور ملفوظات کا مطالعہ بھی شامل ہے زیر نظر کتاب ایک عظیم المرتبت ولی کامل اور صوفی برگزیدہ پر لکھی گئی ہے۔ خواجہ صاحب کی حیات مبارکہ کی تفصیل جو مختلف کتابوں میں تھی اس کے ایک بڑے حصہ کی اس کتاب میں تالیف کردی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ گیسو درازؒ کے موضوع میں دلچسپی مؤلف کی ایک دیرینہ خوش قسمتی ہے۔ خواجہ صاحب کی تصنیفات اور ملفوظات کے متن اور ان کے موضوعات کی پیش کشی میں قابل مؤلف کی تلمیت اور خواجہ صاحب کی تصنیفات اور تعلیمات کے ساتھ اُن کے لگاؤ اور شغف کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے حال حال میں شائع ہونے والی تصوف کی کتابوں میں "یہ تذکرہ بندہ نواز" نہ صرف ایک کامیاب سرگذشت ہے بلکہ شاندار اضافہ بھی ہے یہ کتاب اس لئے بھی مفید ہو گئی ہے کہ اس میں قابل مؤلف نے بندہ نوازؒ کے علم و عرفاں کے چند حصوں کی تشریح اور توضیح کو بھی پیش کیا ہے۔ اور متعلقہ مسائل پر حاشئے بھی فراہم کردئے ہیں اس طرح خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کی تحقیقات کرنے والوں اور آئندہ لکھنے والوں کے لئے کافی مواد اس کتاب میں ایک جگہ فراہم ہو گیا ہے۔ حضور خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی ذات گرامی اور حیات مبارکہ بڑے احسن طور پر تراشے

---

[1] سلطان احمد شاہ بہمنی تالیف ظہیر الدین ایم اے عثمانیہ۔

ہوئے ایک لاقیمت ہیرے کی طرح ہے جس کے ہر زاویے، ہر گوشے اور ہر پہلو سے معلور پانے والے انوار کا احصاء اور اکتساب کرنا بڑی سعادت، خوش قسمتی، ریاضت اور مشقت کا کام ہے۔ یہ کام بعد کے کئی کاملین نے کیا ہے۔ اور اس طرح بندہ نواز کی عالمانہ ولایت اور علمی کرامت کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز کے بعد کے تمام اولیائے عظام نے اپنے ملفوظات اور تصنیفات میں آپ کے فیوض علمی و برکات روحانی سے استفادہ کیا ہے۔ تصوف کی کئی مستند کتابوں میں آپ کے ارشادات کے حوالے موجود ہیں۔

تصوف کے موضوع پر صوفیائے متقدمین نے جو لکھا ہے یا ارشاد فرمایا ہے اُن کے شہکار عربی اور فارسی میں ہیں اور تفاوتِ زمانی کی وجہ سے زبان کی حد تک ادائی مفاہیم میں بھی کافی قدامت آگئی ہے، دوسری بات جو بہت اہم ہے، یہ ہے کہ اہل اللہ قرآن اور حدیث کی اتباع میں اپنے فرمودات یا ملفوظات یا اپنے مرشدوں کے ارشادات کو لکھ لینے یا لکھنے میں جتنی احتیاط اور اختصار سے کام لیتے ہیں اور تحریف سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کا حال و قال یا شمع قال اور رویت حالی بھی شمع نبوت کے الہامی انوار سے منور اور اس شمع نبوت کے پرواروں کی اتباع سے روشن ہوتا ہے اس لئے ان اولیاء اللہ کے ملفوظات و ارشادات میں بھی ایک ہی اجمال پایا جاتا ہے۔

قدیم فارسی اور عربی کی لسانی مہارت کیساتھ ساتھ تصوف پر قلم اٹھانے کے لئے رموز و عوارف کا بھی محرم ہونا ضروری ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ان بزرگوں کے رشحات قلم برکات نطق یعنی ملفوظات مکتوبات اور ارشادات کافی زمانہ اردو میں ترجمہ کرنا ہی ایک بڑی ادبی علمی اور روحانی مہم ہے، یہ کام انہی حضرات کا ہے جو تصوف سے درک رکھتے ہیں جنھیں عربی اور فارسی زبانوں پر کافی عبور ہو اور صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کے رشد و ہدایت اور فیوض باطنی سے بھی فیض یاب ہوں۔ چنانچہ اس تذکرہ گیسودراز کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ فاضل مؤلف کو یہ استعداد اور سعادت بھی حاصل ہے وہ تصوف کے تلمیذ بھی ہیں اور انھیں اہل اللہ اور بزرگانِ دین سے عقیدت بھی ہے۔

قاضی غلام محی الدین غازی
حیدرآباد کالونی ملکیتی منزل کراچی ۵

۲۳ محرم ۱۹۶۵ء مطابق
۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ
صُلَحَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے آبا و اجداد کرام بزمانۂ سلطان علاؤ الدین مسعود شاہ[1] عرب سے روانہ ہوکر ہندوستان آئے، دہلی میں قیام فرما ہوئے اور شاہی منصب سے ممتاز کیے گئے۔

آپ کے بزرگوں کے دہلی آنے کا ایک تاریخی ثبوت یہ بھی ہے کہ حضرت ابوالحسن جنیدی ابن سید حسین جب ہرات سے دہلی فتح کرنے آئے اور لشکرِ دہلی سے شکست کھاکر شہید ہوئے اور دہلی کی مسجد ایاز میں دفن کیے گئے تو اسی ہنگامہ کے وقت بندہ نواز کے اجداد بھی دہلی آئے اور یہیں سکونت پذیر ہوئے۔ جسے مسجد ایاز کے ایک کتبہ میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ہند)

---

[1] سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری جو غزنی سے ہندوستان آیا اور جس نے رائے پتھورا راجپوتانہ کے مشہور راجہ کو میدان جنگ میں زندہ گرفتار کیا تھا اسی تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں دہلی کی حکومت کی باگ ڈور سلطان علاؤالدین مسعود شاہ کے ہاتھ میں تھی اس سے بھی ثابت ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی تقریباً آخر میں حضرت گیسو دراز کے اجداد دہلی آئے۔

نسب نامہ

آپ کا نام سید محمد، گیسو دراز و بندہ نواز اور صدرالدین لقب اور شہباز تخلص تھا۔ آپ والدین کی جانب سے حسنی سید تھے۔ اور اٹھارہ واسطوں سے حضرت حسین ابن علی رضؓ تک آپ کا نسب ملتا ہے۔ سید محمد گیسو دراز ابن سید یوسف[۲] حسینی راجا المشہور راجو قتال ابن سید علی[۳] بن سید محمد[۴] بن سید یوسف[۵] بن حسین[۶] بن محمد[۷] بن علی[۸] بن حمزہ[۹] بن داؤد[۱۰] بن زید[۱۱] بن ابو الحسن[۱۲] جندی بن حسین[۱۳] بن ابو عبداللہ[۱۴] بن محمد[۱۵] بن امام زید[۱۶] شہید بن امام زین العابدین[۱۷] بن سید الشہداء امام حسین[۱۸] بن حضرت علیؓ۔

علاوہ ازیں ارمغان سلطانی کے مؤلف محمد سلطان نے آپ کا نسب نامہ شمار نمبر (۱۵) بن محمد[۱۵] بن عمر[۱۶] بن یحییٰ[۱۷] بن حسین[۱۸] بن امام زید[۱۹] شہید بن امام زین العابدین[۲۰] بن امام حسین[۲۱] ابن علیؓ تحریر کیا ہے۔ یعنی محمد[۱۵] کو امام زید شہید کا بیٹا نہیں بتایا ہے بلکہ دادا کا دادا قرار دیا ہے۔ اگرچہ اجداد میں (۳) اشخاص کا اضافہ ہوتا ہے تاہم اصل مقصد وہی ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب امام حسین ابن علیؓ سے ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے بھی آپ کا سلسلہ نسب امام حسین ابن علیؓ سے جا ملتا ہے۔

تاریخ و مقام ولادت

چوتھی رجب ۷۲۱ھ کو صبح کے وقت آپؒ دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد سید یوسف حسینی راجا المشہور راجو قتال قلعہ دہلی کے خاص ملازم تھے۔ بھرا گھر تھا

آپ کی والدہ ماجدہ باوجود عیش وتنعم عباداتِ الٰہی میں مصروف رہتی تھیں۔ اور سلوک و امداد کا دروازہ کھولے ہوئے تھیں۔

آپ کی تاریخ ولادت ۔ بیامد خواجہ اولیاء ہے
۲۰ ۷ ھ

اس کے علاوہ دوسری منظوم تاریخیں درج ذیل ہیں :-

اشرف اولادِ آلِ مرتضیٰ ٭ شیخِ دیں سید محمد پیشوا
ہادیٔ محبوب آلِ بوتراب ٭ کن رقم تولید آن شاہِ ہدیٰ

دیگر

مرشدِ دین ہمایوں گفتہ اند ٭ سالِ تولیدش بقولِ اصفیا
نیز تاجِ اولیا ر صدیقِ دیں ٭ باز زیبِ دیں محمد مقتدا

تحصیل علوم ظاہری و باطنی

بادشاہِ دہلی سلطان محمد تغلق نے ایک خاص منشا اور آشوب فتنہ وفساد کے پیش نظر اپنا پایہ تخت دہلی سے اورنگ آباد منتقل کرنے کے احکام دیئے اور ساتھ ہی اکثر شرفاء دہلی و ملازمینِ خاص کو اورنگ آباد ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بندہ نوازؒ کے والد بزرگوار سید یوسف حسینی راجا اپنے خاندان کو لئے ہوئے بتاریخ ۲۰ رمضان ۷۲۵ھ دہلی سے روانہ ہوئے اور سات سو کوس کا تقریباً چار ماہ میں سفر کرتے ہوئے پنجشنبہ ۱۷ محرم ۷۲۵ھ کو دولت آباد پہنچے اور سکونت اختیار کی۔ اس زمانہ میں بندہ نوازؒ کی عمر کچھ کم پانچ سال کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار نے خود بسم اللہ پڑھائی۔ والدہ کی تربیت نے آٹھ سال کی عمر میں روزہ و نماز کا بوڑھوں کی مانند پابند بنا دیا۔ اور پھر دولت آباد کے

چند معززین جو علوم باطنی و ظاہری میں مسلم تھے آپ کو بظاہر تعلیم ظاہری دیتے۔ اور پوشیدہ طور پر علوم باطنی سے سیراب کرنے لگے۔ آپ نے (۱۱) سال کی عمر میں قرآنِ کریم حفظ کیا اور دولت آباد کی مسجد میں محراب سُنائی۔

آپ کو اساتذہ کے ساتھ آپ کے والدِ بزرگوار بھی مروجہ علوم فقہ و منطق وغیرہ کی تعلیم دیا کرتے۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ آپ کی عمر تقریباً نو سال کی تھی اور آپ مروّجہ مشہور کتابیں قدوری اور مصباح پڑھتے تھے کہ ایک شخص نے دریافت کیا بحالتِ نماز جب رکوع سے سجدہ میں جاتے ہیں تو اولاً زمین پر ہاتھ رکھتے ہیں یا زانو؟ اور جب سجدہ سے سر اُٹھاتے ہیں تو اول ہاتھ اُٹھاتے ہیں یا زانو؟ چونکہ یہ مسئلہ آپ نے نہیں پڑھا تھا اس لئے سائل سے کہا تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا سائل کے جانے کے بعد خود مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر اس مسئلہ کے حل پر غور کر رہے تھے کہ اچانک ایک بزرگ بلند قد، گندمی رنگ، سرخ چشم، سرخ عمامہ باندھے بڑی بڑی آستین والے یہاں دوگانہ پڑھنے آئے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ ان بزرگ کے جس طرح ہاتھ اور زانو رو بہ عمل ہوں گے اسی کے موافق سائل کو جواب دیدوں گا۔ جنہوں نے بغیر دریافت آپ کو جواب بتایا۔ اور متعلقہ مسائل اچھی طرح سمجھائے پھر وہ بزرگ اتہ پتہ بتائے بغیر غائب ہو گئے۔ آپ خوش خوش اپنے دادا صاحب کے پاس آئے اور پورا ماجرا بیان کر کے مسائل بتانے والے بزرگ کی شکل و صورت اور چال ڈھال کا نقشہ کھینچا جس پر آپ کے دادا صاحب نے فرمایا یہ تو سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء تھے۔ جو تمہیں تعلیم دینے آئے تھے مبارک ہو؟ لیکن ہائے ان سے اب ہم نہ مل سکیں گے اگرچہ آپ کے والد بزرگوار اور دادا صاحب دونوں شیخ المشائخ کے ارادتمندوں میں تھے اور بارہا شیخ کے تذکرے فرماتے تھے لیکن اس واقعہ نے بندہ نواز

کے شوق کو مہمیز لگا دی، آپ بھی بصد ذوق اپنے بزرگوں کی گفتگو نہایت دل جمعی سے سماعت کرتے تھے۔ چونکہ اللہ نے آپ کو قوتِ حافظہ سے زیادہ بہرہ مند کیا تھا اس لئے آپ جو کچھ سُنتے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ازبر ہو جاتا۔ شیخ المشائخ سے ملنے کے لئے آپ بے چین تھے کہ بقضائے الٰہی شیخ المشائخ سے وصال کی تاریخ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ چہارشنبہ وقت بعد طلوعِ آفتاب ہندوستان بھر کے طول و عرض میں بجلی کی مانند پھیل گئی اور آزاد سلطنت خداداد دکن کے اس صوبہ دولت آباد میں بھی بسُرعتِ تامہ موصول ہوئی۔

یتیمی شیخ کے سانحۂ ارتحال پر بندہ نواز چشم پُرآب ہوئے لیکن تحصیل علوم باطنی کے شوق بے پایاں آپ کے دل میں اور بھی ترقی پذیر ہو گئے۔ بندہ نواز کی عمر تقریباً (۱۱) سال کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار سید یوسف حسینی راجا نے بتاریخ ۵ شوال ۷۳۱ھ داعی اجل کو لبیک کہا۔

سید یوسف حسینی راجا المعروف بہ راجو قتّال کو قلعہ دولت آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر حظیرہ بزرگانِ دین میں بیرون حصار روضہ سپرد خاک کیا گیا۔ سرزمینِ دکن پر بھارت کا زبردستی قبضہ بتاریخ ۱۸ ستمبر ۱۹۴۸ء سے قبل تک سید صاحب کے مزار پر نوچندی جمعرات کو میلہ سا لگتا تھا اور مخلوق خدا ہندو مسلمان سب ہی فیضیاب ہوتے تھے۔

والدِ بزرگوار جو آپ کے استاد بھی تھے آپ کے سر سے ان کی شفقتوں کا سایہ اُٹھ گیا اور بھرا گھر لُٹنے لگا۔ جس کا مختصر حال یہ ہے کہ بندہ نواز کی والدہ بی بی رانی بزرگ اپنے بھائی ملک الامراء ملک ابراہیم مستوفی سے کبیدہ خاطر ہو کر غیظ و غضب کی حالت میں آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی سید چندا حسینی کو لیکر جانب دہلی روانہ ہو گئیں۔ غرضکہ (۱۵) سال کی عمر تک آپ نے کافی مروجہ

درسی کتابیں پڑھ لی تھیں (اور اتنی استعداد پیدا ہو گئی تھی کہ ہر مضمون کی کتاب کو عربی وفارسی زبان میں بخوبی پڑھتے اور اس کے مشکل مسائل کو بآسانی بیان کرتے تھے۔ (رسالہ محمدی)

بیعت واکتساب علوم ظاہری

دہلی پہنچنے پر آپ نے یکم رجب ۷۳۶ھ کو سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی آپ کے ساتھ ہی آپ کے بڑے بھائی سید چندار ح بھی بیعت شیخ سے مشرف ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہے اور شیخ کے علوم باطنی سے فیضان حاصل کرتے ہوئے علمائے وقت قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین شریحی کندی، مولانا امام ہمام تاج الدین بہادر اور سید شرف الدین کیتھلے وغیرہم سے اکتساب علوم ظاہری بھی کرتے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ استاذ قاضی عبدالمقتدر سے میں نے زیادہ سے زیادہ کسب علوم کیا ہے۔

اساتذہ میں سے کسی نے ایک مرتبہ دریافت کیا سید محمد آپ شیخ نصیر الدین محمود کے امیدوار ہیں؟

جواب دیا۔ جی ہاں حضور۔ میں امیدوار کمال ہوں اور امیدوار کی تین قسمیں ہیں:۔ سالک[1]، واقف[2]، راجع[3]۔ پھر دریافت پر یوں تعریف کی:۔

سالک[1] وہ ہے جو راہ سلوک میں مسلسل گامزن رہے، واقف[2] وہ ہے جسے راہِ سلوک میں وقفہ پیدا ہو۔ اگر اس وقفہ کی حالت میں عبادت گذار ذوق وشوق سے کوئی تدبیر کرکے اپنی لغزشوں سے توبہ کرلے تو واقف رہ سکتا ہے۔ ورنہ خدانخواستہ اگر بحالت وقفہ ہی رہے تو ایسے امیدوار کو راجع[3] کہتے ہیں۔

پھر دریافت پر راہِ سلوک کی لغزشیں بیان کرتے ہوئے کہا ان کی تعداد سات ہے جو حسب ذیل ہیں :-

اعراض[1]، حجاب[2]، تفاصل[3]، سلب مزید[4]، سلب قدیم[5]، تسلی[6] اور عداوت[7] پھر دریافت پر ان کی یوں تعریف کی[۵] :-

عاشق و معشوق وہ دوست ہیں جو باہم ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں عاشق سے اگر ایسی حرکت سرزد ہو جائے، جو معشوق کو ناپسند ہو تو معشوق اپنے اس عاشق سے منہ پھیرتا ہے یہی اعراض[1] ہے۔ اس نوبت پر عاشق اگر اپنی غلطی کی عذر خواہی نہ کرے تو یہ فعل دونوں کے درمیان حجاب[2] بن جاتا ہے۔ اور اس مرحلہ پر عاشق گریہ و زاری کے ساتھ توبہ کرنے میں ذرا بھی تاخیر کرے تو جُدائی ہو جاتی ہے جسے تفاصل[3] کہتے ہیں۔ اس جدائی محبوب کی حالت میں بھی اگر عاشق عذر خواہی نہ کرے تو سلب مزید پیدا ہو جاتا ہے یعنی عاشق سے اعمال و وظائف اور ذوق و شوق عبادت سلب کر لیا جاتا ہے اگر عاشق اب بھی گریہ و زاری، توبہ و استغفار نہ کرے اور اپنے زعم میں اکڑا ہی کرے تو سلب[5] قدیم پیدا ہو جاتا ہے یعنی اطاعت و عبادت کا ثواب بھی چھین لیا جاتا ہے اور اس کیفیت میں بھی اگر عاشق توبہ و استغفار میں کوتاہی کرے تو تسلی[6] کا درجہ آجاتا ہے یعنی معشوق دل سے اپنے عاشق کی رسائی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ پھر اگر اس درجہ پر بھی عاشق توبہ و استغفار میں غفلت کرتا ہے تو عداوت[7] پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رکھے۔

---

[۵] یہ تمام تعریفات بلحاظ علم تصوف بالکل درست ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اربعین از علامہ صفدر حسینؒ (غزالیٔ دکن)

یہ پوری برجستہ تقریر سُن کر استادِ مکرم بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا
تم کو حق ہے کہ شیخ سے مزید فیض حاصل کرو۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اس پورے پاؤ گھنٹے میں تمام سامعین انگشت بدنداں اور ایک دوسرے کا خاموشی سے منہ تکتے رہے[1]۔

ایک مرتبہ آپ نے پیرو مرشد سے عرض کیا ہدایہ، بزدوی، شمسیہ، کشاف اور مفتاح وغیرہ پڑھ چکا ہوں۔ اسی پر اکتفا کرکے تعلیم درسی ختم کروں پیرو مرشد نے فرمایا تمام درسی کتب ختم کرو۔ غرضکہ تمام درسی کتابیں مندرجۂ بالا اساتذۂ کرام اور دیگر علمائے وقت سے پڑھیں اور فارسی و عربی میں دستگاہ حاصل کی۔

اکتسابِ علومِ باطنی

کتابی علوم سے تحصیل و فراغت کے بعد آپ مکمل طور پر پیرو مرشد کی خدمت کرنے لگے۔

پیرو مرشد حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی تاریخ وصال ۱۸/ رمضان ۷۵۷ھ تک یعنی اکتساب علوم ظاہری کی مدت کے بعد سے تاریخ وصال پیرو مرشد تک تقریباً (۱۸) سال پیرو مرشد سے فیوض حاصل کیے اور ریاضتیں و مجاہدے کرکے مبادی سلوک کو انتہائے وصول تک پہونچایا[2]۔

زمانۂ سلوک کے پیش آیندہ واقعات اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے سیر اولیاء از اعلیحضرت حکیم سیع الدین احمد خان مدفون تکیۂ افغانان (شاہ آباد) ۱۹۲۸ء

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ محمدی از محمد علی سامانی مرتبہ ماہ محرم ۸۳۱ھ (مخطوطہ)

کرتے تو ارشاد ہوتا اے ہونہار تم ہم کو ہمارے ستر برس پہلے کے معاملات ومکاشفات[1] یاد دلاتے اور عشق الہٰی کی شورش ازسرِ نو پیدا کر دیتے ہو۔

آپ کے ایام جوانی ہی میں آپ کے وقت کے صوفیائے عظام بیک زبان ہوکر کہا کرتے تھے کہ آپ بندہ نوازؒ کو زمانہ جوانی ہی میں پیرانِ واصل اور عارفان کامل کا مقام حاصل ہوچکا ہے جس کا سبب رسالہ محمدی (قلمی نسخہ) میں یہ مذکور ہے کہ آپ فراغت قلبی و عبادت کی خاطر حظیرہ شیر خان میں رہا کرتے تھے جنھیں دیکھنے کے لئے شیخ نصیرالدین محمود تشریف لے جاتے اور کچھ زر نقد بھی مرحمت فرماتے تھے اس عزت دہی کے سبب دوسرے لوگ بھی آپ کی عزت کرنے لگے تھے۔

ایک دن ایک شخص نے آپ سے مل کر دریافت کیا :

صاحب! بتایئے کس مقام پر رسائی ہے ؟

جواب دیا۔ مبدءِ حسنِ طریقت، مولائے لذاتِ حقیقت، حضور خاتم النبّین شفیع المذنبین رحمتہ للعالمینؐ کی حضوری تک رسائی ہے جہاں سب کچھ ہے۔

---

[1] مکاشفات کی بابتہ دکن کے امام غزالی علامہ صفدر حسینؒ کا بیان ہے احکام الہٰی الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ کے پیش نظر جبکہ قبل از خلق ہر شئے کا ثبوت علمی ذات حق میں متحقق ہے اور حقیقت شئے یا ذات شئے وہ صورت علمیہ ہے جو ذاتِ الہٰی میں موجود ہے یہ جب امر کنؔ کی مخاطب ہوکر مرتبہ علم باطن سے عین ظاہر میں آتی ہے تو اس اعتبار سے ممکن الوجود کہلاتی ہے۔ اور یہ اشیاء دنیاوی آسمان و زمین میں بالحق موجود و ظاہر ہیں اور شرح مواقف کی عبارت کے لحاظ سے معدوم محض نہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یا ارض ابلعی ماءک کے حکم الہٰی کے پیش نظر آسمان و زمین میں آلات حس نہ ہوتے ہوئے بھی یہ سب اشیاء مخاطب ہوتے اور سنتے ہیں کہ اللہ کا بندہ اس معمورۂ قدرت میں تحقق وجود، کشف اور نظر و تصور پر ہر آن قادر ہے کیونکہ حسب آیت قرآن کریم وان من شیء الا عندنا خزائنہٗ ہر چیز اپنے وجود کے ساتھ موجود و باقی رہتی ہے۔ اور شرح اسماء حسنیٰ کے لحاظ سے قصد فاعل کی قوت کے پیش نظر اشیاء قدرت ہر آن نظر آتی ہیں ایسے عامل کو کاشف اور عمل کو مکاشفہ و کشف کا نام دیا گیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے حجتہ اللہ الودود علی تفکر وحدۃ الوجود از علامہ صفدر حسین)

تقسیمِ اوقات آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ علی الصبح اُٹھ کر پیر و مرشد کو وضو کراتے پھر خود وضو کر کے باجماعت نمازِ فجر ادا کرتے تھے۔ اور جب تک پیر و مرشد اپنے وظائف سے فراغت پاتے اس عرصہ میں آپ طلبگارانِ راہ سلوک کو سبق دیتے تھے۔

پھر پیر و مرشد کے دربار میں از ابتداء تا انتہاء حاضر باش رہ کر پیر و مرشد کے کلام فیض التیام سے استفادہ کرتے۔ پیر و مرشد جب دربار برخاست کر کے اپنے حجرہ میں چلے جاتے تو آپ بھی حجرۂ مبارک کے اندر ایک گوشہ میں بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کرتے۔ اور چاشت کی نماز پڑھنے کے بعد قدرے قیلولہ و استراحت کر کے تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہو جاتے اور ختم زوال تک بغور و خوض قرآن کریم پڑھتے رہتے۔ اس کے بعد نماز ظہر کے لئے پہلے خود وضو کرتے اور پھر پیر و مرشد کو وضو کراتے۔ نماز ظہر سے فراغت کے بعد پیر و مرشد اپنے حجرہ میں چلے جاتے اور آپ اپنے حجرہ میں آکر وظائف ومعمولاتِ چشتیہ ادا کرتے۔ پھر پیر و مرشد کی مجلس آراستہ میں باوضو و باادب دوزانو بیٹھ کر پیر و مرشد کے کلماتِ طیبات سن کر دل میں جاگزیں کرتے۔ اس دوران میں آپ کی یہ کیفیت ہوتی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگتے اور ساکت و صامت ہمہ تن گوش محوِ سماعت رہتے۔ بعد اختتام مجلس پیر و مرشد کے ساتھ نماز عصر ادا کر کے مغرب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے۔

پھر مغرب کی نماز پڑھ کر طلبگارانِ راہِ الٰہی کو درس عقائد و عمل اسلامی دیتے رہتے تا آنکہ عشاء کی اذان ہوتی۔ عشاء کی نماز پڑھکر ماحضر نوش فرماتے جس کی مقدار و نوعیت اتنی ہوتی جس سے جسم میں عبادتِ الٰہی کرنے کی قوت باقی رہے۔ پھر محوِ خواب ہو جاتے اور ٹھیک آدھی رات کو بیدار ہو کر پہلے خود وضو

کرتے پھر پیرو مرشد کو وضو کرا کے ان کے ساتھ ہی ان کے حجرہ میں داخل ہوکر نمازِ تہجد ادا کرتے۔ پھر حجرۂ مبارک سے باہر آکر حجرہ کی دیوار سے پشت لگا کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ اور پانی کا آفتابہ و سلفچی وغیرہ اپنے پاس اس لئے رکھ لیتے تاکہ پیرو مرشد صبح کو نماز کے لئے جب باہر تشریف لائیں تو اس وقت وضو کے لئے سامان تیار ملے۔ (لمعات الاسرار)

اخلاق

خواجۂ اولیاء بندہ نواز گیسو دراز رح کے مکارمِ اخلاق و حلم و بردباری اور تواضع و خاکساری کے تمام واقعات تحریر کرنے کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہیں افادیت کے لئے چند از خروارے پیش ہیں۔

ایک دن آپ کے پیرو مرشد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رح دہلی میں چوڈول میں سوار ہوکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی[1] کے مزار پُر انوار پر فاتحہ خوانی کے لئے

---

[1] خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رح علاقہ ماوراء النہر کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے۔ قطب الدین لقب اور بختیار نام تھا۔ افغانی زبان میں کاک روٹی کو کہتے ہیں چونکہ عرصہ تک آپکی جانماز کے نیچے سے منجانب اللہ اتنی روٹیاں نکلتی تھیں جن سے گھر بار کی گذر ہوتی تھی۔ غرض کہ اوش سے سمرقند غزنی بغداد اور اجمیر ہوتے ہوئے اس وقت دہلی پہونچے تھے جبکہ ہندوستان میں سلطان التمش کی حکومت تھی۔ سیر الاقطاب کی عبارت سے ظاہر ہے کہ ۵۲۲ھ میں خواجہ اجمیری حضرت معین الدین چشتی نے آپ کو خرقہ پہنایا جبکہ خواجہ صاحب کی عمر ۱۷ سال کی تھی اور آپ حضرت معین الدین چشتی کے بڑے خلیفہ تھے۔ حضرت بختیار کاکی رح نے بعمر ۴۸ سال بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۵۶ء میں رحلت کی آپ کا مزار دہلی میں مرجع خاص و عام ہے۔

(سیر الاولیاء از حکیم مسیح الدین خاں مدفون شاہ آباد رامپور یو پی)

جانے لگے۔ ارادتمندوں اور مریدوں نے حسبِ معمول پینس[1] اپنے کندھوں پر اٹھائی آپ نے بھی پینس کا ڈنڈا تھاما تو شیخ نے فرمایا خواجہؒ اولیاء آپ کندھا نہ لگاؤ آلِ رسُول ہو۔ جس پر آپ نے آبدیدہ ہو کر کہا پیرو مرشد حسنی سید اور میں حسینی ہوں۔ آپ بڑے ہیں۔ میں آل اور آپ اہلِ نیابت، آپ پیر میں مرید، آپ مخدوم میں خادم، جب اللہ تعالیٰ نے پیرو مرشد کو ہر طرح کی بزرگی و اولیت عنایت فرما کر واجب التعظیم بتایا ہے تو میں اس خدمت سے کیوں محروم رکھا جاؤں۔ یہ برجستہ صحیح کلام سُن کر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے فرمایا بابا تم مختار ہو۔ چنانچہ اسی دن سے آپ بھی چوڈول اٹھانے لگے۔

۲۔ ایک مرتبہ کسی کے استفسار پر بندہ نواز نے فرمایا ہمارے صوفی و مشائخؒ، عاشق صفت تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بڑے بزرگ واصل باللہ اور عارف تھے، عشق اک دوسری ہی دنیا ہے۔ صوفیوں کا مشرب یہ ہے کہ وہ ذاتِ الٰہی میں بالکل جذب ہو جاتے اور اپنی ذات میں خدا کی جلوہ گری پاتے ہیں۔ ہر چیز میں اکہری آفت ہوتی ہے اور عشق میں دُوہری آفت ہے۔ ایک

---

[1] دکنی زبان میں پینس اس سواری کو کہتے تھے جو پست کیبن کی طرح ہوتی اور اس میں دو طرف دروازہ ہوتے اور سرے پر دونوں طرف دو ڈنڈے لگے ہوتے جن ڈنڈوں کو کہار پکڑ کر اٹھاتے تھے کہاروں کی تعداد کم از کم چار اور زیادہ بارہ ہوتی اور ساتھ ہی کچھ کہار کندھا بدلوانے کے لئے ساتھ رہا کرتے۔ اس پینس پر پردہ ڈال کر خواتین ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاتی تھیں۔ معززین بھی اسی میں بیٹھا کرتے تھے۔ دہلی کی زبان میں اسے چوڈول اور ایران و لکھنؤ کی زبان میں پالکی کہتے تھے جس میں ہندو دولہا اور خاص طور پر دلہن کو سسرال روانہ کیا جاتا تھا۔ (از مؤلف و مرتب)

ابتداء میں دوسری انتہاء میں ابتداء میں عاشق پر غم عشق و غم طلب معشوق آنا چھا جاتا ہے کہ ایک عرصہ تک وہ اس مصیبت و آفت میں گرفتار رہتا ہے اور معشوق سے وصال ہونے پر درد و غم اور سوزش طلب باقی نہیں رہتی یعنی اس میں ذوق و شوق باقی نہ رہنے سے اس کا حال بے ذوق و بیکار ہو جاتا ہے اور عشق کار آمد وہی ہے جس کی ابتداء میں ذوق و شوق کی زیادتی ہو اور جس قدر وصال ہوتا جائے اسی قدر ذوق مسلسل میں اضافہ ہوتا جائے۔ اگرچہ عارف اسی صورت کو نقصان کہتے ہیں لیکن ذوق و شوق کے معنی ہی یہ ہیں کہ کمال و نقصان پیش نظر نہ رہے بلکہ محبوب درکار رہے۔ (لمعات الاسرار)

۳۔ آپ علم ظاہری و باطنی کے ماہر اور بلند پایہ کلام کے مالک تھے، مشائخین چشت میں خاص مشرب رکھتے اور اسرار طریقت بیان کرنے میں مخصوص طریقہ کے علمدار تھے۔ ایک مرتبہ پیرو مرشد چراغ دہلوی نے فرمایا سید محمد! تم ہمیشہ بے وقت آجاتے ہو۔ اور اس وقت آتے ہو جب میں رنجیدہ سا ہوتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تم سے کچھ تفصیلی گفتگو کروں۔ یہ سنکر میں (سید محمد بندہ نواز گیسو درازؒ) کچھ پریشان سا ہوا لیکن بامداد غیبی عرض کیا۔ سبحان اللہ! پیرو مرشد کی خواہش مجھ سے باتیں کرنے کی ہے زہے نصیب۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ بندہ نواز علوم ظاہری کے فارغ التحصیل ہو چکے تھے اور بھرپور جوانی تھی۔ (اخبار الاخیار)

۴۔ آپ بزمانہ قیام دہلی اور گلبرگہ شریف آنے کے بعد بھی اپنی قدیم وضع پر قائم رہے۔ لوگوں سے اختلاط کم تھا کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتے۔ جو کچھ آمد ہوتی وہ فوراً ہی تقسیم کر دیتے۔ گلبرگہ شریف کے تمام ہندو مسلمان آپ کے ارادت مند تھے۔

۵۔ گفتگو میں نرمی برتتے۔ کہنے والے کی بات پوری سنتے اور اپنے جواب سے اس کی تسلی فرما دیتے۔ اکثر خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے تھے

۶۔ اکثر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

(الف) جانے است ہر آئینہ بخواہد رفتن   اندر غم عشق تو رود اولیٰ تر

(یہ جان ایک دن لازماً چلی جائے گی۔ دریں صورت تم غم عشق میں گامزن کردو زیادہ بہتر ہے)

(ب) کارے است ورائے علم رو آنرا باش   در بند گہر مباش رو کان باش

(علم سے بالاتر ایک کام ہے اسمیں مشغول ہو جاؤ۔ موتیوں کی لڑی میں نہ رہو بلکہ موتیوں کی کان میں چلے جاؤ)

دل ہست مقام گاہ بگذار و بیا   جان منزل آخرست رو جان را باش

(دل کو مقام مستقر بنا کر آمد و رفت کرتے رہو۔ اور منزل آخرت کو پہچان کر اسکی فکر کرو)

۷۔ آنے والوں کو یہ نصیحت بھی اکثر کیا کرتے تھے۔ طلبگار کو سیدھی راہ چلنا چاہیئے اور اس راہ میں غلیل کے چلّہ کی طرح سیدھا رہنا ضروری ہے۔ اگرچہ کج رو اپنے راستہ کو ٹھیک کہتا ہے لیکن وہ اپنی خواہشوں پر چلتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے احکام پر چلنا ہر انسان کا کام ہے کیونکہ انسان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (از سیر الاولیاء مؤلفہ حکیم مسیح الدین احمد خاں صاحب مرحوم مدفون شاہ آباد)

۸۔ دولت سے بالکل بے پرواہ تھے۔ روایت ہے کہ ایک دن بندہ نواز نے غنودگی کی حالت میں اپنے والدِ مرحوم کو فرماتے سُنا:۔

بیٹے! ہمارے مملوکہ مکان کے صحن میں نیم کے درخت کے نیچے روپیوں اشرفیوں سے بھرا ہوا حوض ہے اور اسی میں بڑی اشرفیوں کی ایک دیگ بھی ہے۔ یہ سب نکالو! اور خرچ میں لاؤ، صبح کو یہ خواب پیر و مرشد سے عرض کیا شیخ نے مراقبہ کرکے فرمایا یہ خواب نہیں بلکہ بشارت ہے محولہ مکان کی رقم لو اور کام میں لاؤ۔ اس پر عرض کیا پیر و مرشد! اس دنیائے دنی کو

میں ترک کر چکا ہوں اور یہ دولت میرے کام کی نہیں۔ اس پر شیخ نے فرمایا۔ مانا کہ تم کو مال و زر سے نفرت ہے تاہم والدین کے حکم کی تعمیل لازمی ہے۔ اپنے والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل کرو اور مال و زر نکلوا کر راہِ الٰہی میں خرچ کرو تم کو دوہرا ثواب ملے گا۔ چنانچہ بندہ نواز نے بہ تعمیل احکام، محولہ مکان مملوکہ میں جا کر تمام مال و زر نکلوایا اور راہِ الٰہی میں فوراً تقسیم کر کے غسل کیا۔ اور لباس تبدیل کر کے نفل پڑھے۔ سجدہ شکر ادا کر کے کہا۔ اے اللہ میں اس بارگراں کام کی تعمیل سے بھی سبکدوش ہوا۔ اب آئندہ مجھ پر ایسا بارگراں کام برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور اے اللہ تو ہر آن میری مدد کرتا رہ تو ہی توفیق دیتا اور تمام کام پورے کرتا ہے۔ (لمعات الاسرار)

۹۔ منصب و مال و متاع دنیاوی لینے سے بھی آپ ہمیشہ انکار کیا کرتے، ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنے ایک مصاحب (A۔D۔C) محمد جعفر کے ذریعہ بندہ نواز گیسو دراز کے پاس یہ پیام بھجوایا کہ "اے خواجہ! دہلی کے بادشاہوں سے آپ کے والد اور دادا صاحبان کا ہمیشہ تعلق رہا اور آپ کے بزرگ مناصب جلیلہ پر ممتاز رہ کر نیکنام و خوشحال رہے میری خواہش ہے کہ آپ کا نام بھی امراء شاہی کے زمرہ میں شامل رہے۔ اور آپ کو وہ کام تفویض کیا جائے گا جو آپ کے موجودہ اوقات و مشاغل میں مخل بھی نہ ہوگا"

یہ پیام سن کر بندہ نواز نے کہا: "اے دوست! بادشاہ سلامت سے بعد سلام کہنا اول تو میں منصب و مال و متاع دنیاوی کو آتش

واثر دہا سمجھتا ہوں، دوم یہ کہ سلطان خواجہ نصیر الدین محمود کی غلامی کے آگے امارت وظاہری خوش حالی کیا چیز ہے۔ میں فقیر ہوں میری بھی نوکری ہے کہ تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میرا مالک و مددگار ہے وہ مجھے اب سے بھی زیادہ دعائے خیر کرنے کی توفیق دے۔ (لمعات الاسرار)

۱۰۔ پیرو مرشد کے ہر حکم کی تعمیل میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ قلعہ دہلی کے پاس ایک پرانے مکان کے کھنڈر میں سخت بارش کے بعد راجہ اشوک کے زمانہ کی ایک تانبے کی تختی ملی جس پر کچھ عبارت کندہ تھی۔ جس سے آثار قدیمہ کے ماہروں کو اتنا پتہ چلا کہ یہاں کہیں زر و جواہر کا خزانہ مدفون ہے۔ مگر تختی میں استاد نے جس خاص مقام کا اشارہ کیا تھا وہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا ملازمین شاہی نے قیاسی طور پر اس مکان کے اندر ادھر ادھر زمین کھودی مگر دفینہ کا پتہ نہ چلا۔ آخرکار بادشاہ نے کہا "سرکار روشن چراغ کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ حضور اپنے کشفِ باطن کے ذریعہ دفینہ کا محل وقوع دریافت فرمائیں تاکہ زر و جواہر کے ساتھ دیگر قیمتی آثار بھی مل جائیں اور مخلوقِ خدا کے کام آئیں۔ نیز یہ کہ دفینہ کے زر و جواہر کا ایک عشر (دسواں حصہ) بھی حضور کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔"

چنانچہ پیام بردار شاہی نے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر پیام شاہی کہا جسے سن کر شیخ نے تبسم کرتے ہوئے پیام بردار شاہی سے فرمایا: "قدیم ملازمانِ شاہی اور خانوادہ شاہی

ہی دفینہ کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ پھر قدرے سکوت کے بعد بندہ نواز کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا: "بابا! تم بھی سلطان کے شہر میں رہتے ہو آج اس کا یہ کام پڑا ہے اس میں ٹال بال[1] مناسب نہیں، جاؤ اس کام کو ٹھیک انجام دے آؤ۔ بندہ نواز خوگر تعمیل حکم شیخ نے فوراً کہا بہتر ہے حضور۔ پھر ملازمینِ شاہی کے ساتھ قلعہ کے پاس والے مکان میں جاکر اس عمدہ عالیشان اور مضبوط و پائیدار کمرہ کو ملاحظہ کیا جس کے صحن میں سے تختی برآمد ہوئی تھی۔ پھر اس برآمدہ تختی کو دیکھ کر اس مکان کے صدر دالان میں آئے اور اس کی چھت کے درمیانی حصہ کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے کہا یہاں کھودو پھر نشان کرکے بتایا اس سے زیادہ دَورِ (گولائی) نہ لینا ورنہ چھت خراب ہو جائے گی اور پیرو مرشد کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی کہ ٹھیک کام نہیں کیا۔

ماہر آثار قدیمہ، خصوصی وزیر شاہ نے برآمدہ تختی کا مضمون ونشان وہی معلوم کرنے خواہش کی تاکہ سلطان کے آگے خود بھی ممتاز ہو اور عقدہ لاینحل کو سمجھ بھی لے۔ چنانچہ بندہ نواز نے فوراً اس خوبی سے سمجھایا کہ سب مان گئے اور بندہ نواز کی نشاندادہ چھت کی جگہ کھودی گئی۔ ذرا کھودتے ہی پورا زبردست خزانہ نکل آیا اور آپ سب کو السلام علیکم خدا حافظ کہکر رخصت ہوئے اور دربارِ

---

[1] ٹال بال اردو کا قدیم لفظ ہے جو حضرت امیر خسروؒ کے زمانہ ۱۳۲۵ء میں دلی میں آیا۔ ورنہ دوسو سال پہلے یہ لفظ علاقہ دکن جنوبی بھارت میں ۱۱۲۵ء میں استعمال ہوتا تھا۔ اور آج بھی دکن میں مستعمل ہے اس کے معنی ہیں ٹال مٹول کرنا کسی کام کو لیت ولعل میں ڈال کر انجام نہ دینا۔ (از مولف ومرتب)

پیرو مرشد میں سیدھے حاضر ہو کر ماجرا کہہ سنایا۔ دوسرے دن بادشاہ نے حسب وعدہ خزانہ کا دسواں حصہ حضرت شیخ کی خدمت میں ارسال کیا۔ شیخ نے زر و جواہر ملاحظہ کر کے فرمایا یہ حصہ بندہ نواز گیسو دراز کا ہے۔ جب آپ سے کہا گیا کہ حضرت شیخ نے یہ حکم دیا ہے تو دربار پیرو مرشد میں حاضر ہو کر قدمبوسی کے بعد عرض کیا: غلام نے تعمیل حکم کی، یہ زر و جواہر لے کر کیا کرے گا اور ابن ماجہ کی یہ حدیث تو حضور جانتے ہی ہیں جو حضرت علی رض سے مروی ہے کہ عُشر (دسواں حصہ) لینے والے اور جادوگر وغیرہ کی اللہ تعالیٰ بخشش نہیں کرے گا۔ اور حکم کا بندہ یہ خادم اس ناکارہ پتھروں کی دلالی میں اپنے ہاتھ کالے کیسے کرے۔ اس پر شیخ نے وہ تمام زر و جواہر جو گاڑیوں میں لد کر آیا تھا بادشاہ کے پاس واپس بھجوایا اور کہلوا دیا کہ یہ فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔

(از سیرالاقطاب و خیرالمجالس از حمید قلندر)

۱۱۔ ادب و احترام کرنا بھی آپ کا خصوصی اخلاق تھا۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کو آپ کی طرف مخلوق کی شیدائیت دیکھ کر اور اس خیال سے بھی کہ آپ اُسے خاطر میں نہیں لاتے ہیں یہ معمول بنا لیا تھا کہ اپنے سفر میں آپ کو پیدل چلاتا طرح طرح کی تکلیفیں دیتا اور آپ کے اوراد و وظائف اور عبادت الٰہی میں خلل ڈالتا تھا چنانچہ سلطان کی کبیدہ خاطری کے پیش نظر شیخ نے دہلی کی سکونت ترک کر کے ٹھٹھہ (قریب کراچی پاکستان) جانے کا ارادہ کیا۔ شیخ پالکی میں سوار منزل در منزل طے کرتے ہوئے

جب نارنول کی سرحد میں پہونچے تو اس وقت پالکی کا ڈنڈا بندہ نواز کے کندھے پر تھا۔ اور آپ کی زلفیں ڈنڈے کے نیچے دبی ہوئی تھیں جس سے آپ کے بال بیحد کھنچے جا رہے تھے اور آپ کو سخت تکلیف ہو رہی تھی مگر بہ پاسِ ادب و احترام شیخ کندھا نہ بدلا کہ کہیں شیخ کے آرام میں خلل نہ پڑے۔ جب پالکی نارنول میں پہونچی اس وقت شیخ کو حضرت شیخ محمد ترک نارنولی کا فیضان معلوم ہوا، چنانچہ شیخ پالکی سے نیچے اُترے اور دیکھا کہ بندہ نواز کے گیسوؤں سے خون بہہ رہا ہے۔ یہ دیکھکر بندہ نوازؒ کی جانب متوجہ ہوکر پوچھا بابا خیر ہے کیا بات ہے؟ بندہ نوازنے کہا سرکار سب خیریت ہے۔ لیکن شیخ کے بھتیجے سید علاؤالدین آگے بڑھے اور کہا سید صاحب کی زلفیں ڈنڈے میں اُلجھ کر دب گئیں تھیں اور برابر کھنچتی چلی جارہی تھیں، حضور کے آرام میں خلل پڑنے کے اندیشے سے عقیدت مندی نے کندھا بدلنے نہیں دیا جس کے باعث زلفوں سے خون بہہ رہا ہے۔ اس نوبت پر شیخ نے حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کو شفقت و عنایت کے ساتھ گلے لگایا اور فرمایا۔ ؎

ہر کو غلام سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد (خیر المجالس)

(ترجمہ:۔ جو کوئی سید محمد گیسو دراز کا مرید ہوگیا تو بخدا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ پکا عاشق بن گیا)

(ترجمہ اقبال الدین احمد مؤلف)

نیز آپ کے اخلاق عالی کی بابت خواجہ گل محمد احمد پوری نے تکملہ سیر الاولیاء یعنی کتاب ذکر الاصفیاء میں یہی عبارت لکھی ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا عبارت اختصار کے ساتھ سید اشرف جہانگیر سمنانی کے خطوط میں مرقوم ہے

جس کے آخر میں یہ عبارت بھی ہے کہ بندہ نواز کے اخلاق عالیہ کے پیش نظر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے فرمادیا تھا۔

"اے بندہ نواز زمانہ مستقبل قریب میں تمہاری پالکی کو سلاطین وقت اپنے کندھوں پر اُٹھائیں گے۔

وجہ تسمیہ گیسو دراز

بندہ نواز نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے پہلے پہل سیدنا شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی خدمت میں بحصول ارادت حاضری دی تو اس وقت شیخ اپنے بالاخانہ پر رونق افروز تھے۔ ہم بالا خانہ کے نیچے پہونچ کر ٹھہر گئے اتنے میں شیخ کے ایک خادم نے اوپر سے آکر پوچھا سید محمد کون ہیں۔ اس وقت اور بھی لوگ موجود تھے کئی شخصوں نے اپنے نام سید محمد بتائے۔ خادم حیران ہوا کہ کون سے سید محمد کو دربار شیخ میں لے جاؤں اتنے میں ہم نے بھی کہا کہ ہمارا نام بھی سید محمد ہے خادم مجبوراً اوپر گیا اور فوراً ہی اُلٹے پاؤں واپس آکر کہا سید محمد گیسو دراز تشریف لائیں۔ پھر دوسرے لوگوں میں سے تمیز و جانچ کر کے مجھے اوپر لے گیا شیخ نے دیکھتے ہی فرمایا آؤ گیسو دراز —

اس دن سے میرا نام گیسو دراز پڑ گیا (خیر المجالس)

علاوہ ازیں سید اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے فارسی خطوط میں لکھا ہے۔

حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز اپنے پیر و مرشد کی پالکی اُٹھائے ہوئے تھے کہ آپ کی لمبی لمبی زلفیں پالکی کے ڈنڈے میں بُری طرح اُلجھ گئیں جن سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے آپ کے لمبے لمبے بال پالکی کے ڈنڈے میں پھنسنے کے سبب سے آپ کو گیسو دراز

کے نام سے یاد کیا اور فرمایا کہ اے گیسو دراز تمہاری پالکی وقت کے بادشاہ اُٹھائیں گے۔

وجہِ تسمیہ بندہ نواز

مورخین نے لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے کبیدہ خاطر ہونے کی وجہ سے جب شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سکونت دہلی کا ارادہ ترک کر کے ٹھٹھہ (پاکستان) کی جانب چوڈول میں بیٹھ کر عازم سفر ہوئے۔ اور کئی منازل طے کر کے نارنول میں پہونچے تو اس وقت چوڈول اُٹھانے والوں میں سید محمد گیسو دراز بھی چوڈول اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کے لمبے لمبے گیسو چوڈول کے ڈنڈے میں پھنس کر کھنچ رہے تھے جس سے حضرت گیسو دراز کو بہت تکلیف ہو رہی تھی یہاں تک کہ زلفوں سے خون بہنے لگا تھا۔ جب شیخ نارنول میں پہونچے تو نارنول کے شیخ "شیخ محمد ترک نارنولی" کے فیض سے شیخ چراغ دہلوی پالکی سے نیچے اُترے۔ دیکھا کہ سید محمد گیسو دراز کے بال پالکی کے ڈنڈے میں اُلجھے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے از راہ محبت و شفقت ان کو اپنے گلے لگایا اور اسی حالت مسرت میں کہا "سید کی ذات بندہ نواز ہے" چنانچہ اسی وقت سے حضرت گیسو دراز بندہ نواز کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت گیسو دراز کی عادت یہ تھی کہ آپ کو جو کچھ فتوح ہوتا یعنی لوگ نذرانے وغیرہ پیش کرتے یا بارگاہ مخدوم سے سرفراز ہوتا یا لنگر خانہ شیخ سے جو کچھ ملتا یا جو کوئی آمد ہوتی وہ سب کی سب عام طور پر راہ خدا میں غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے اور طالبعلموں

کی خاص طور پر مدد کیا کرتے۔ دوسروں کی حاجت براری و آسائش کو اپنا آرام کہتے اسی لئے پیر و مرشد نے ایک دن آپ کو "بندہ نواز" کے لقب سے ملقب کیا۔ (لمعات الاسرار)

دہلی سے روانگی سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی کے کبیدہ خاطر ہو جانے کی وجہ سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی چوڈول میں بیٹھ کر نارنول پہونچے اور شیخ محمد ترک نارنولی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد جانب ٹھٹھہ روانہ ہوئے۔ ابھی تقریباً پانچ میل آگے بڑھے تھے کہ بادشاہِ وقت کی موت کی اطلاع ملی۔ اور شیخ چراغ دہلوی مع اپنے محبوب خلیفہ حضرت بندہ نواز گیسودراز رح کے دہلی واپس آگئے۔

دہلی واپس آئے چند دن گذرے تھے کہ حضرت شیخ کی روح عالم قدس کی جانب متوجہ ہوئی اور حضرت بندہ نواز رح نے اپنے شیخ کی فاتحہ سوم سے فراغت پاکر دِلّی چھوڑ دینے کا انتظام کیا آپ کو جاتا دیکھ کر دِلّی والوں کی حالت غیر تھی۔ ہر چھوٹا بڑا، غریب و امیر روتا اور کہتا حضور دِلّی نہ چھوڑیں بندہ نواز رح نے جب شہر والوں کا اصرار اور گریہ وزاری از حد دیکھا تو اکثر و بیشتر سے کئی کئی مرتبہ فرمایا دِلّی کا چراغ گُل ہو گیا۔ اور نظر آرہا ہے کہ شہر تاراج و برباد ہوگا اور بادشاہ مارا مارا پھرے گا۔ بمقتضائے مشیت الٰہی موجودہ نظام درہم و برہم ہو رہا ہے۔ اور عنقریب سخت ابتری آئے گی۔ اُجڑتی ہوئی دِلّی اور اس پر ہونے والے مصائب کو دیکھنے کی مجھ میں سکت نہیں ہے۔ غرضکہ ۱۳۸۰ء مطابق رمضان ۷۸۵ھ میں آپ نے دہلی سے روانگی کے عزم مصمم کے ساتھ پہلے اپنے پیر و مرشد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رح کے مزار پُر انوار پر حاضری دے کر اجازت رخصت حاصل کی

پھر دادا پیر یعنی شیخ چراغ دہلوی کے پیر و مرشد محبوب الٰہی کے مزار پر فاتحہ رخصت پڑھی۔ واضح ہو کہ محبوب الٰہی، سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیاء، یہ تینوں لقب تھے اور اصل نام محمد بن احمد علی بخاری تھا۔

اس کے بعد محبوب الٰہی کے دادا پیر یعنی محبوب الٰہی کے پیر و مرشد خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رح کے مزار پر حاضری دی اور روحانیت خواجہ کاکی رح سے مدد چاہی کہ مزید ہمت دلائیں۔ اس کے بعد خواجہ کاکی رح کے دوسرے خلفاء اور دیگر صاحبان مزارات موقوعہ حوضِ شمسی اور عقب عیدگاہ کہنہ پر فاتحہ خوانی کی اور ہر ایک سے بعالم روحانیت مرخص ہو کر رات بھر اولیا مسجد میں مشغول ذکر و عبادات الٰہی رہے اور دوسرے دن جانب اجمیر عازم سفر ہوئے۔

سفر و سیاحت

اجمیر و ناگور بندہ نوازؒ دہلی سے منزل درمنزل کرتے دسویں دن اجمیر پہونچ کر سیدھے سلطان الہند غریب نواز خواجۂ چشت حضرت معین الدین اجمیریؒ کے آستانۂ مبارک پر وارد ہوئے۔ اول فاتحہ دی پھر بذریعہ مراقبہ سلطان الہند سے فیوض باطن حاصل کئے اور اسی طرح تین دن تک باب عالی میں حاضر باش رہ کر گو نا گوں نعمتوں و کرامتوں سے مستفید ہوتے رہے چوتھے دن چلنے کا ارادہ کیا تو اجمیر کے چھوٹے بڑے سب نے اصرار کیا کہ چندے یہاں قیام فرماکر ہم لوگوں کو انوار و برکات سے فیضیاب و فائز المرام فرمایا جائے جواب دیا "اب یہاں ٹھہرنے کا حکم نہیں ہے۔ سلطان الہند کی مرضی ہے کہ ابھی مزید تھوڑے دنوں سفر و سیاحت اور صحرا نوردی کی جائے اس لئے تعمیل حکم میں کمربستہ جارہا ہوں آئندہ جو حکم ہوگا ویسی تعمیل حکم بجا لاؤں گا۔ یہاں معاملہ آقا اور غلام کا ہے۔ غلام مجبور ہے"

غرض کہ اجمیر سے چوتھے دن روانہ ہوکر قصبہ سرواڑ پہونچے اور غریب نوازؒ کے فرزند خواجہ فخر الدینؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کرکے ناگور کی راہ لی۔

ناگور پہونچ کر سب سے پہلے قاضی حمید الدین ناگوریؒ[۱] کے فرزندوں سے ملاقات کی اور ناگور کے دوسرے مزاروں پر فاتحہ خوانی کرکے جانب احمد آباد روانہ ہو گئے۔

احمد آباد احمد آباد گجرات میں داخل ہونے کے بعد آپ نے وہاں کے ایک قبرستان میں قیام کیا جہاں حضرت قطب عالم کے ایک مرید شاہ عالم کو نورِ باطن سے آپ کی تشریف آوری کا حکم ہوا وہ آپ کے پاس قبرستان آئے اور بردورانِ گفتگو میں کہا "بندہ نواز! آپ خانقاہ میں قیام فرمائیں" لیکن آپ نے یہاں سے جانا پسند نہ کرکے فرمایا "قبرستان ہی بہترین اقامت گاہ ہے۔ پھر جمعہ کی نماز پڑھانے آپ احمد آباد کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ جہاں بادشاہِ وقت بھی موجود تھا۔ آپ نے جمعہ کا نہایت سلیس عام فہم اور نصائح سے بھرپور عربی زبان میں برجستہ خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔

قدرشناس بادشاہ نے مصافحہ کرکے تمنّا ظاہر کی کہ "سرکار! احمد آباد کی سکونت قبول فرما کر اپنے برکات سے اہل شہر کو فیضیاب ہونے کا موقع دیں تو زہے نصیب" لیکن آپ نے وہی جواب دیا "ابھی سفر سیاحت کا حکم ہے۔ ٹھہرنے سے مجبور ہوں۔"

بعد نماز جمعہ اکثر لوگ آپ کے ساتھ آپ کی قیام گاہ قبرستان تک آئے اور سہ پہر کو بادشاہِ وقت مع قاضی شہر اور دیگر مشائخ کے ساتھ

---

[۱] قاضی صاحب کا مزار دہلی میں اپنے دوست و مصاحب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی پائین میں ایک اونچے چبوترہ پر ہے۔ (از مؤلف و مرتب)

آپ کے پاس آیا۔ زرو جواہر کی کئی کشتیاں نذر پیش کیں جس پر آپ نے فرمایا زرو جواہر اور مال و متاع دنیاوی سالک کے لئے راہزن وڈاکو ہیں۔ دولت دنیاوی کو عرصہ سے طلاق بائن دے چکا ہوں۔ یہ قیمتی زرو جواہر کی کشتیاں فقیر کے کسی کام کی نہیں۔ بادشاہ کے اصرار کے باوجود بھی آپؒ نے یہ نذر قبول نہیں فرمائی پھر وہ تمام کشتیاں بحکم شاہی اسی وقت فقراء و مساکین کو تقسیم کر دی گئیں جب شام تک تمام لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے تو آپ نے فوراً ہی احمد آباد سے کوچ فرمایا۔

کاٹھیاوار اور گرناتھ پہاڑ

احمد آباد سے روانہ ہو کر آپ نے گجرات کے دیگر شیوخ عبداللہ شطاری وغیرہم سے ملاقات کی کاٹھیاوار کے اکثر مقامات دیکھے اور زندہ و مردہ بزرگوں سے ملتے ہوئے۔ بحکم الٰہی ہندوؤں کی مشہور تیرتھ گرناتھ پہاڑ پر اس وقت پہونچے جبکہ یہاں کے مقامی جین مت اور وشنو مت پجاریوں اور فقیروں میں باہمی مذہبی جھگڑا ہو رہا تھا اور قریب تھا کہ خون کی ہولناک ہولی کھیلی جائے ان لوگوں کے کچھ قریب پہونچتے ہی آپ نے زور سے للکارا اور خرق عادات و کرامات کے ذریعہ ایسی راہ دکھائی کہ یہ سب کے سب بہ تعداد کثیر اپنے تنازعے بھول کر آپ کے گرویدہ ہو گئے اور اسی وقت اسلام لے آئے۔ ان مسلمانوں کو اسلام کے احکام بتا کر اور ان سے عمل کرنے کا وعدہ لے کر آپؒ سندھ کی جانب روانہ ہو گئے۔

ٹھٹھہ اور حیدرآباد سندھ میں تبلیغ اسلام

گرناتھ پہاڑ سے صحرا نوردی کرتے جنگل جنگل پھرتے شہر ٹھٹھہ پہونچے جہاں اسلام کی دل کھول کر تبلیغ کی۔ اور

چند بڑے ہندوؤں کی اسلام آوری کے بعد حیدرآباد سندھ گئے جہاں چند دن قیام کیا پھر حیدرآباد سے شمال جانب ایک بہت بڑا جادوگر رہتا تھا جو مسلمانوں کو بیحد تکالیف دیتا تھا اس سے کئی جنگیں لڑیں اور آخری معرکہ میں اس سے توبہ کرائی کہ آئندہ کسی مسلمان کو کوئی تکلیف کسی قسم کی نہ دیگا اس توبہ کے دوسرے ہی دن وہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت مسلمان ہوگیا۔ پھر سید لعل شہباز سندھی اور شیخ عیسٰی بن شیخ یوسف فاروقی سہروردی رح سے ملاقات کرنے کے بعد یہاں سے بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان گئے جہاں علاقۂ توزیے میں پہونچ کر پیر کبار خلیفہ خواجہ مودود چشتی رح کے مزار پرُانوار کی زیارت کی اور دوسرے صاحبان مزار سے ملاقات کرتے ہوئے لاہور تشریف لے گئے۔

لاہور میں قیام لاہور پہونچ کر شیخ علی ہجویری مخدوم داتا گنج بخش رح کی درگاہ میں اکیس دن تک قیام کیا۔ اسی زمانہ اقامت میں اکثر بزرگان دین اور اولیائے کرام کے مزاروں پر فاتحہ پڑھی اور خاص کر داتا گنج بخش رح سے فیوض روحانی حاصل کئے۔

پاک پٹن پھر ملتان لاہور سے سیدھے پاک پٹن آئے اور بابا فریدالدین گنج شکر رح کے مزار پر چالیس دن حاضر رہے اس چلہ میں باباصاحب سے فیضان حاصل کیا پھر بحصول اجازت ملتان گئے جہاں اولیاء عظام شیخ ابوالفتح ملتانی، شیخ صدرالدین عارف، شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی اور شیخ حسن افغانی رحمہم اللہ وغیرہ کے مزاروں پر فاتحہ پڑھتے اور حالات معلوم کرتے رہے۔ پھر یہاں سے جانب دریائے اٹک روانہ ہوئے۔

سری نگر کشمیر

ملتان سے دریائے اٹک کے کنارے کنارے ایبٹ آباد پہونچے جہاں بزرگوں کے مزارات پر چلتے چلتے فاتحہ پڑھی اور لوگوں سے ملے بغیر سری نگر کشمیر میں قدم رکھا۔ جہاں شیخ تقی الدین کے خلیفہ بزرگ میر سید علی ہمدانیؒ از روئے کشف آپ کے نزول اجلال کا حال معلوم کر کے استقبال کے لئے آگے آئے اور سری نگر کی آبادی میں آپ کے داخلہ کے وقت ہی آپ کو لئے ہوئے خانقاہ میں آئے اور خانقاہ میں آپ کو اعلیٰ مہمان بنایا۔ یہاں کے فقرا و اہل اللہ سے آپ نے ملاقات کی۔ اور جامع مسجد کے دروازہ میں کھڑے ہو کر بہت دیر تک دعائے فاتحہ پڑھنے کے بعد کہا یہاں اکثر بزرگ موجود ہیں پھر سری نگر میں بہنے والے دریائے جہلم پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور کہا اے دریا کے اندر رہنے والے بزرگ! اللہ کی آپ پر رحمتیں ہوں پھر کئی دن کے قیام کے بعد جانب سیالکوٹ روانہ ہوئے۔

اوترا کھنڈ کی پہاڑیاں اور ہردوار

سیالکوٹ پہونچ کر شاہ شیخ علی لاحقؒ سیالکو کے مزار پر فاتحہ خوانی کر کے پہاڑوں کے سلسلہ پر چڑھ گئے انہی پہاڑی سلسلوں سے گذرتے۔ اوترا کھنڈ کی پہاڑیوں کو دیکھتے ہردوار پہاڑ کے نیچے آئے۔ عرصہ سے پانی نہیں ملا تھا اس لئے ہردوار کے گھاٹ پر بیٹھ گئے۔

ہردوار کے ہنت کو تنبیہ اور نصائح

آپ کو گھاٹ پر بیٹھے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ہندوؤں نے ایک مسلمان کو اشنان گھاٹ پر بیٹھے دیکھ کر شور مچایا۔ اور خوب واویلا کی چونکہ آپ استغراق میں

تھے اس لئے آپ کو اُن کے شور و غل مچانے کی خبر نہ ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں ہندوؤں کا بڑا مہنت آیا اور اُس نے جب خوب شور کرکے آخری دہائی دی تو آپ نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا۔ آپ کا دیکھنا ہی تھا کہ وہ بڑا مہنت فوراً بیہوش ہوکر گر پڑا۔ مہنت کے دوسرے ساتھی یہ معاملہ دیکھ کر دم بخود ہو گئے۔ دوسرے لوگ کہنے لگے یہ جادوگر ہے۔ کچھ لوگ بڑے مہنت کو مردہ سمجھ کر رونے پیٹنے لگے آخرکار آپ اُٹھے اور اس بیہوش مہنت کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اللہ کے حکم سے اُٹھ بیٹھ۔ آپ کا یہ حکم سُنتے ہی وہ بڑا مہنت فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا پسینہ خشک کیا پھر کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ جب آپ نے یہ سنا کہ یہاں عورتیں بھی اشنان کے لئے آتی ہیں تو گھاٹ کے قریب سے ہٹ گئے۔

اس کے بعد دوسرے دن مہنت کے دیگر ساتھی بھی اسلام لائے۔ آپ نے ان سب کو اسلام کی چند ضروری باتوں پر عمل کرتے رہنے کی تلقین کی۔ اور بڑے مہنت سے فرمایا رسُول اکرمؐ کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرتے رہو تاکہ سیر منازل میں کامیابی تمہاری پابوسی کرے۔ اس نومسلم بڑے مہنت نے آپ کی خدمت کرتے ہوئے ایک دن آپ کو ایک ناریل لاکر دیا اور کہا یہ اکسیر سے بھرا ہوا ہے اس سے لاکھوں من سونا تیار ہوسکتا ہے یہ سُن کر آپ نے تبسم فرمایا اور ناریل اس کے ہاتھ سے لیکر بھرے دریا میں دُور پھینکدیا۔ اور فرمایا غلط خیال اور غلط اعمال سے توبہ کرو اللہ کو چاہنے کے لئے ہر طرح کوشش کرو۔ پھر اس مہنت کو کچھ ملول سا دیکھکر فرمایا اللہ کے خزانہ میں اکسیر کی

کوئی کمی نہیں ہے۔ اگر تمہیں ناریل والے اکسیر کی خواہش ہے تو لو یہ دریائی ناریل موجود ہیں۔ نومسلم ہنت نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو کنارہ پر ناریل ہی ناریل تیر رہے تھے جن کے منہ اسی طرح بند تھے جیسے اس کے اکسیر والے ناریل کا منہ بند تھا۔

آپ کی یہ کرامت دیکھکر وہ ہنت بہت شرمندہ ہوا اور پھر توبہ کرکے اقرار کیا کہ انشاء اللہ اب صرف اللہ و رسول اللہؐ کے احکام کی مکمل پیروی کروں گا۔

اس کے بعد اس ہنت سے فرمایا۔ دنیاوی خواہشات اور زر و جواہر دنیاوی کو آتش و سانپ سمجھو عاشقانِ مولا اور طالبانِ حق کا دستور رہا ہے کہ دنیاوی مال و زر سے ہمیشہ الگ تھلگ رہتے اور متوکل بخدا رہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ہر انسان کے لئے آسمان پر اس کا رزق لکھدیا ہے وہ پیٹ کے اندر کے بچہ تک کو رزق دیتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں وہ ہم کو لازماً عمدہ طریقہ سے رزق دے گا۔

پھر ایک دن اسی ہنت کے مسلمان ساتھیوں کی موجودگی میں اس ہنت سے کہا۔ اللہ پر توکل کرنا بہت ضروری ہے۔

سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی شیخ ابوسعید بن عامرؓ کو اسلامی بیت المال سے ایک مرتبہ ہزار اشرفیاں ملنے لگیں تو انھوں نے قبول نہ کرتے ہوئے کہا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سُنا ہے کہ روزِ محشر جبکہ سرمایہ دار آفتاب کی تیز دھوپ میں پانچ سو سال تک کھڑے حساب و کتاب دیتے ہوں گے۔ ان مدت سے بہت پہلے متوکل فقیر جنت میں پہونچ جائیں گے اور جو کوئی سرمایہ داران متوکل فقیروں کے

ساتھ جانا چاہے گا اس کو حکم دیا جائے گا ابھی ٹھہرو تمہارا حساب وکتاب ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر لوگ بھرپور خزانہ یا دنیا کی پوری دولت بھی مجھے دیں تو میرے لئے بیکار ہے۔ مجھے تو اللہ پر توکل اور پورا بھروسہ ہے پھر ایک مرتبہ ساز وسامان دنیاوی کو بے حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے سفر حج میں ایک لڑکے سے کہا تم کہاں جاتے ہو لڑکے نے جواب دیا کعبہ شریف حج کرنے۔ اس پر حضرت ابراہیم خواص نے کہا بظاہر تمہارے پاس سفر حج کا کوئی ساز وسامان نہیں ہے تم بغیر سامان سواری اور زادِ راہ وغیرہ کے کعبہ شریف کس طرح پہنچوگے لڑکے نے جواباً کہا اللہ اپنے بندوں کا خود ہی کارساز ہے وہ سب سامان کردے گا اور مجھے منزل مقصود پر پہونچا دے گا۔ غرضیکہ حضرت ابراہیم خواصؒ نے سواری کے ذریعہ مکہ معظمہ پہونچ کر دیکھا کہ وہ لڑکا جس کے پاس کوئی سواری وغیرہ نہ تھی پہلے ہی سے یہاں موجود تھا۔ یہ دیکھکر حضرت ابراہیم خواصؒ نے کہا واقعی اللہ تعالیٰ ہر شخص کا کفیل اور کارساز ہے۔ اور اسی پر ہر ایک کو تکیہ کرنا چاہیئے۔

اسی طرح ان نومسلم لوگوں سے ایک مرتبہ کہا شیخ سری سقطیؒ کو جذبہ الٰہی نے اپنی طرف کھینچا تو آپ عشق ومحبت الٰہی میں اپنا تمام مال ومتاع لٹا لٹا، گھر بار چھوڑ، دنیا سے منہ موڑ اللہ پر توکل کرکے بیٹھ گئے۔ اور اللہ نے ہمیشہ ان کا کام آسانی سے چلایا۔

پھر ایک مرتبہ اس نومسلم مہنت اور دوسرے نومسلم پجاریوں کو مزید بصیرت دہی کے لئے فرمایا اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور وہی ہر ایک

کو رزق دیتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ رزق کی چار قسمیں ہیں :۔

(۱) رزقِ مضمون، (۲) رزقِ مقسوم، (۳) رزقِ مملوک (۴) رزقِ موعود۔

۱۔ رزق مضمون وہ روزی ہے جس کے دینے کی اللہ نے خود ضمانت لی ہے کہ زمین کے ہر جاندار کو رزق دینا ہمارے ذمہ ہے۔

۲۔ رزق مقسوم وہ روزی ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

۳۔ رزق مملوک وہ روزی ہے جو اللہ کا دیا ہوا مال و زر، روپیہ پیسہ انسان کے پاس اللہ نے رکھ دیا ہے۔

۴۔ رزق موعود وہ روزی ہے جس کی بابت اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا رہتا ہے تو اللہ اس کو بے شان و گمان روزی بہم پہونچاتا ہے۔

پھر ایک مرتبہ ان لوگوں سے توکل کے فوائد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ توکل کے کئی مدارج ہیں جس میں عمدہ و بہتر یہ ہے کہ اہلِ توکل ہمیشہ رضائے الٰہی پر ایسا مستحکم و مضبوط ہو جیسا شیر خوار بچہ اپنی ماں کے دودھ پر قانع، متوکل اور بھروسہ رکھتا ہے کہ ماں ہر صورت سے بروقت لازماً دودھ پلائے گی۔ نیز اعلیٰ درجہ کا توکل یہ ہے کہ انسان ایک مردہ کی طرح ہو جائے یعنے جس طرح مردہ کو اُلٹتے پلٹتے اور نہلاتے ہیں اور مردہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بالکل اسی طرح مسلمان بھی اپنے تمام کاروبار اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر بے فکر ہو جائے کہ اللہ اس کے ساتھ جو کچھ بھی کرتا ہے ٹھیک ہی کرتا ہے۔

غرضکہ ان تمام نصائح پر نومسلم ہمنت اور اس کے ساتھیوں نے عرض کیا۔ حضور، ہم کو اپنے ہم رکاب رکھکر تزکیہ نفس فرمائیں! ارشاد ہوا: ہمیں ابھی

کسی کو اپنے ساتھ رکھنے کا حکم نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ہمالہ پہاڑ کے قریب جاکر انفاس شماری کرو اور عبادت کرتے ہوئے مخلوق خدا کو فائدے پہونچاؤ۔ پھر حضرت نے اس پر توجہ ڈالی ساتھ ہی وہ فوراً روشن ضمیر ہوگیا۔ اور آپ سے اجازت لے کر اپنے ساتھیوں سمیت ہمالہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ ان لوگوں کے جاتے ہی آپ نے سرزمین اودھ کا رُخ کیا۔

لکھنؤ اور بھڑائچ یعنی ہردوار سے جنگل کے راستہ چلتے چلتے سب سے پہلے لکھنؤ کی سرحد میں داخل ہوئے۔ لکھنؤ کی آبادی سے تقریباً دو فرلانگ پہلے ہی آپ کے پیر بھائی شیخ قوام الدین چشتیؒ نے جو دراصل پہلے مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری سے بیعت کرچکے تھے اور بعد میں شیخ محمود چراغ دہلوی کے مُرید ہوئے تھے اپنے نورِ باطن سے آپ کی آمد معلوم کی۔ اور شہر سے دو فرلانگ پہلے آکر آپ کا استقبال کیا۔ ملاقات کرتے ہی دونوں پیرومرشد چراغ دہلوی کی یاد میں آبدیدہ ہوئے۔

پھر بندہ نواز کو شیخ قوام الدین اپنی خانقاہ لائے۔ جہاں بندہ نواز نے تھوڑے دنوں قیام کیا اسی عرصہ میں اپنے معمول کے موافق بزرگوں کے مزارات سے فیوض حاصل کرتے رہے۔

ایک مرتبہ علمائے خاندان کشامرہ[1] سے مل کر آپ نے فرمایا تھا "جس طرح ظاہری طہارت کسی چیز یا پیشاب پاخانہ نکلنے کی وجہ سے جاتی رہتی ہے اسی طرح

---

[1] کشامرہ۔ کشمیری کی جمع ہے۔ بعض شرفاء کشمیر لکھنؤ کے محلہ سرائے معالی خاں میں آکر آباد ہوئے تھے اسی خاندان کشامرہ میں سے نواب شرف الدولہ وزیر اعظم شاہ اودھ تھے جو مؤلف کے حقیقی دادا خواجہ نجم الدین احمد صاحب کے قریبی عزیز تھے۔ اس خاندان کے اکثر افراد اپنے پاس حضرت بندہ نواز کے اس قول کی خوشخط نقلیں بطور تبرک رکھتے ہیں۔ (از مؤلف و مرتب)

باطنی طہارت اللہ کے سوا کسی مخلوق کی یاد کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ایک دن بعد نماز فجر اپنے دوست شیخ قوام الدین چشتیؒ سے یہ کہکر کہ نیپال جانا ہے ان کی خانقاہ سے روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے دریائے گھاگرہ پر پہونچے جو اپنے پورے شباب کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ کنارہ پر لوگوں کا ہجوم تھا تمام کشتیاں جا چکی تھیں یا ناکارہ ہو گئی تھیں۔ اتفاق سے ایک کشتی آئی ملاحوں نے کافی کرایہ لیکر مسافروں کو بٹھایا۔ اسی بھیڑ میں ایک مفلوک الحال بھی اس کشتی میں بغیر کرایہ دئے بیٹھ گیا تھا۔ کشتی روانہ ہوئی تھی کہ ملاحوں نے اس غریب کو اس پاداش میں دریا میں ڈھکیل دیا کہ اس نے کرایہ نہیں دیا تھا۔ یہ غریب غوطہ کھانے لگا تھا کہ بندہ نواز نے کنارہ کے ایک شخص سے کہا جاؤ اس غریب ڈوبتے کو نکال لاؤ وہ شخص بے دھڑک کودا اور غریب ڈوبتے کو طغیانی میں سے کنارہ پر لے آیا۔ آپ نے اس غریب کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ فوراً روشن ضمیر ہو گیا۔ اور اس نے کہا اے بندہ نواز گیسو دراز یہ کشتی بھنور میں پھنس کر ابھی اسی کنارہ پر آتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دریائے گھاگرہ میں کشتی تھوڑی دور گئی تھی کہ ایک زبردست گرداب میں پھنسی پھر اس بھنور سے نامعلوم کسی طرح اسی کنارہ پر آ گئی جہاں سے لوگ سوار ہوئے تھے۔ اس میں سے لوگ کشتی والوں کو برا بھلا کہتے ہوئے واپس اترے ہی تھے کہ ایک لہر آئی اور کشتی کو آگے لیجا کر ڈبو دیا۔ شام ہو چلی تھی کنارے کے سب لوگ حیران و پریشان ہونے کے ساتھ کہہ رہے تھے دن تو اسی مصیبت میں کٹا اب رات کو بھوکوں مرنا پڑے گا۔ اتنے میں آپ نے اس غریب کو ساتھ لیا اور پڑھتے ہوئے دریا میں قدم رکھا آپؒ کا قدم رکھنا تھا کہ دریا پایاب ہو گیا۔ یہ دیکھکر کنارے والے مسافروں نے فریاد کی "اے ولی اللہ ہم کو بھی پار کرا دیجئے۔ ارشاد فرمایا

ہمارے اس غریب بھائی کے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ اکثر و بیشتر آپ کے پیچھے پیچھے دریا کے اس پار اس طرح پہنچے کہ کسی کے کپڑے تر نہیں ہوئے۔ مغرب ہو چکی تھی آپ نے دوسرے کنارہ پر پہونچکر نماز مغرب ادا کی پھر جو لوگ آپ کے ساتھ اور کنارے پر پہونچے تھے ان میں سے اکثر آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ ان نو مسلموں کو احکام الہٰی و رسُولِ جہاں پناہؐ کے احکام پر ہمیشہ ہمیشہ کاربند رہنے کی تلقین کی اور یہاں سے تن تنہا بھڑائچ کی راہ لی بھڑائچ میں پہونچ کر سب سے پہلے حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پُر انوار پر فاتحہ پڑھی اور درگاہ ہی میں رات بھر مشغول عبادت رہے دوسرے دن شیخ عین الدین قتال وغیرہم بزرگان بھڑائچ سے ملاقات کی اور دیگر صاحبان مزارات سے روحانی ملاقاتیں کرتے رہے اور رات بھر سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر حاضری دیتے رہے۔ پھر صبح ہوتے ہی جنگ پور کی جانب روانہ ہوئے جہاں کی سیر و سیاحت کر رہے تھے کہ بحکم الہٰی بُندیل کھنڈ کا رُخ کیا۔

پران ناتھ جوگی کو ہدایت

بُندیل کھنڈ آنے میں اسرار الہٰی یہ تھے کہ بُندیل کھنڈ کا مشہور جوگی جو اپنے فن کا ماہر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو تکلیفیں دیتا اور راہ مستقیم سے لوگوں کو بھٹکاتا تھا اس کو ہدایت کریں چنانچہ آپ اس مشہور جوگی کے پاس گئے۔ اور کلمہ طیبّہ پڑھ نعرۂ تکبیر سے اس کو للکارا۔ پران ناتھ بھی پہونچا ہوا تھا وہ آپ کے دریائے کمالات کی تہہ کو پہونچ گیا اور تعلیم و تلقین کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس کو مشفقانہ و ناصحانہ انداز سے تلقین کی اور شفقت و محبت کا برتاؤ کیا جس سے اس پر توحید کے اسرار کھل گئے پھر وہ آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔ اس کو بھی مسلمان کر کے آپ نے گنڈوانہ اور ناگپور کے اکثر شہر و دیہات کا دورہ کرتے ہوئے

لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ پھر یہاں سے دولت آباد دکن کا رُخ کیا۔

دولت آباد میں شاہی خیر مقدم

آپ ابھی دولت آباد کے شہر میں پہونچے بھی نہ تھے کہ سلطان فیروز شاہ بہمنی نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر حاکمِ دولت آباد عضد الدولہ بہادر کو آپ کے استقبال کا حکم دیا۔ نواب عضد الدولہ گرتے پڑتے دولت آباد کے باب ونا گپور سے دو فرلانگ پہلے استقبال کے لئے آموجود ہوئے جہاں سے بصد اقبال و احتشام دولت آباد شہر میں اسی مکان تک آپ تشریف لائے جہاں آپ کے والد بزرگوار سید یوسف حسینیؒ نے وصال کیا تھا پھر نواب عضد الدولہ بہادر حاکم دولت آباد نے سلطان کی پیش کردہ رقم نذر گزرانی اور دوبارہ سعادت قدمبوسی حاصل کی چونکہ والد بزرگوار یہاں مدفون تھے اس لئے آپ عرصہ تک یہاں مقیم رہ کر روح پُر فتوح سے مستفید ہوتے رہے۔ اور دیگر صاحبانِ مزار پر فاتحہ خوانی کے ساتھ موجودہ بزرگوں سے ملاقات کرتے رہے جب اچھی طرح آنکھیں ٹھنڈی کر لیں تو دل بھر آیا۔ اور حسن آباد گلبرگہ کی جانب رُخ کیا[1] قبل اس کے کہ آپ گلبرگہ تشریف لائیں سلطان فیروز شاہ بہمنی کے حکم سے اس کے ارکان دولت، آپ کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے اور آپ کو بڑے اعزاز و اکرام اور ادب آداب کے ساتھ شہر میں لائے۔

اقامتِ گلبرگہ

ساتھ ہی سلطان فیروز شاہ بہمنی نے آپ کے پاس آکر عرض کیا بندہ نواز! امیری اور تمام

---

[1] مومن پورہ سے لیکر درگاہ شریف اور اس کے بعد کا علاقہ حسن آباد کہلاتا تھا اور اس کے علاقہ کو گلبرگہ کہتے تھے۔ حسن آباد کی بستی سلطان فیروز شاہ بہمنی نے اپنے شہزادہ حسن خان کے نام پر آباد کی تھی۔ موجودہ بڑا بازار سے گلزار حوض والی سڑک جو ہفت گنبد تک جاتی ہے اس کے اوپر کا علاقہ حسن آباد اور نیچے کا علاقہ قلعہ، مارکٹ، دواخانہ اور مخدوم پورہ و غازی پورہ یہ سب گلبرگہ کے حدود تھے۔ (از مؤلف و مترجم)

اراکین دولت وبہی خواہان اسلام کی آرزو ہے کہ آپ یہیں گلبرگہ میں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے تھوڑی دیر سر نیچا کر کے مراقبہ کیا پھر فرمایا مناسب یہی ہے کہ تمہاری خواہش پوری کی جائے۔ غرضکہ ۸۱۵ھ میں آپ نے حسن آباد گلبرگہ میں قیام فرمایا۔ (سیر محمدی)

بعض مورخین کا بیان ہے کہ بندہ نواز سے سلطان فیروزشاہ بہمنی کے خیالات کچھ برگشتہ ہوگئے تھے اسی دوران میں اس کا بھائی احمد خان خانخانان آپ کے دربار میں صحیح اعتقاد کے ساتھ حاضر باش رہا کرتا تھا۔ سلطان فیروزشاہ نے اپنے فرزند حسن خاں کو ولیعہد سلطنت بنایا اور اپنے بھائی کو حکومت سے محروم رکھنا چاہا تھا ایک دن سلطان نے بصیغہ راز اپنے فرزند حسن خاں کو ولیعہد بنانے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنے کی استدعا کی تو آپ نے بھی چپکے سے رازدار کے کان میں کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعد تاج وسلطنت تمہارے بھائی احمد خاں کے نام لکھدیا ہے کسی دوسرے کی بابتہ تمہاری کوشش بے سود ہے۔

اور ہوا بھی یہی کہ جب عین الملک ونظام الملک وغیرہ اُمرائے حکومت نے سلطان کو احمد خاں خانخاناں کی طرف سے بدظن کرا کے باہم جنگ کرائی تو سلطان کو شکست اور خان خاناں کو فتح ہوئی اور اس نے ۸۲۴ھ ماہ شوال میں بحصول تخت سلطنت اپنا نام احمد شاہ بہمنی رکھا۔

انتظام خانقاہ شریف خانخانان بہادر نے سلطنت کے کاروبار سنبھالے ہوئے سب سے پہلے بندہ نواز سے بیعت کی اور اندرون فلاقہ حسن آباد آپ کے لئے ایک عالیشان مکان بنوانے کی بنیاد ڈالی اور ایک خانقاہ تعمیر کرانے کا انتظام کیا۔ اور کئی گاؤں سرکار سے

حسن آباد گلبرگہ کے خانقاہ شریف کے اخراجات کے لئے کاغذات سرکاری میں بطور انعام وقف کئے۔ نیز خانقاہ کے تمام اخراجات ہمیشہ ہمیشہ منجانب سرکار انجام دئے جاتے رہنے کے احکام دئے۔ (سیر محمدی)

یہ تمام انتظامات خرچ وغیرہ احمد شاہ بہمنی کے زمانہ سے عادل شاہی اور نظام شاہی سلاطین سے سلطان دکن میر عثمان علیخان کے زمانہ بربادی ۱۹۴۸ء تک نہایت خوش انتظامی سے جاری رہے۔ اور بعض اخراجات منجانب سرکار اور بھی منظور کئے گئے۔

قدر شناسی

جنوبی ہند کے تمام باشندے بشمول ہندو مسلمان ، سکھ عیسائی وغیرہ سب ہی آپ کے کمالات کے معترف رہے۔ لمعات الاسرار میں مذکور ہے ہے کہ ایک شخص نے ایک دکنی سے پوچھا۔ تاؤ سرور عالمؐ اور بندہ نواز میں کون زیادہ بزرگ ہے ؟ دکنی نے جواباً کہا سرور عالمؐ رسول اللہ اور خاتم النبین ہیں اور بندہ نواز گیسو دراز رحؒ وہ ولی ہیں جو نور نبوت حاصل کرتے رہتے ہیں اور نور نبوت حاصل کئے بغیر کوئی آدمی نہیں بن سکتا۔

۲۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

آپ کی قدر شناسی حضرت عالمگیر شہنشاہِ ہند کے اس خط سے عیاں ہے جو انھوں نے اپنے فرزند کے نام تحریر کیا ہے۔ (ترجمہ)

" فرزند عالیجاہ ! بندہ نواز گیسو دراز رحؒ کے مزار پرست شراب پنجابی کی بے ادبی اور جرأت کی تفصیل ہمیں اپنے پرچہ نویس سے معلوم ہوئی۔ فرزند عالیجاہ کو ضروری تھا کہ جب وہ ناکارہ

حرکات ناشائستہ کرنا چاہتا تھا تو فوراً اسے گرفتار کر کے پا بجولاں ہمارے حضور پیش کراتے۔ پرچہ نویس پر تم خفا نہ ہونا وہ ہمارے حکم سے ہم کو ہر بات کی اطلاع دیتا ہے جو اس کا فریضہ ہے اب اس مردود و لعین کو پا بجولاں ہمارے حضور پیش کرانے کا فوراً انتظام کرو اور اس طرح اگر کوئی دوسرا بدبخت و ناہنجار کوئی حرکت کرے تو اس کو بھی ہمارے حضور پیش کیا جائے۔ یہ صرف تمہارا ہی مقدمہ نہیں بلکہ اس قسم کے اکثر مقدمات دوسرے فرزندوں کے بھی درپیش ہیں۔ اس میں عنایت اللہ خاں اور دوسرے حاکم بھی ہمارے حضور قابلِ مواخذہ ہیں۔"

۳۔ ایک مرتبہ احمد خاں خانخاں بہادر یعنی سلطان احمد شاہ بہمنی نے سید محمود واعظ سے کہا حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کشمیری رح کی شخصیت اور سید محمد گیسو دراز رح کی صفات بیان کرو۔ بہ تعمیل حکم سید محمود واعظ نے جواباً کہا حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کشمیری رح چمن کے باغباں تھے اور سید محمد گیسو دراز رح عشق الٰہی کا وہ درخت ہیں جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان پر ہیں۔ جو کوئی اس درخت کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور اس کے پھل کھاتا ہے، وہ اچھی طرح سیر شکم اور مکمل طور پر فیضیاب ہو جاتا ہے۔ ؎

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست ۔۔۔ عجب ایں است کہ من واصل و سرگردانم

(ترجمہ) طالب دوست کا حیران و پریشان ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے بلکہ تعجب اس پر ہے کہ میں اس موقف میں ہوں کہ جس قدر وصل الٰہی ہوتا رہتا ہے اسی قدر

میری سرگردانی بڑھتی جاتی ہے۔

۴۔ جواہرات کی پرکھ جوہری کو ہوتی ہے۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ علاؤالدین انصاری رح کی یہ کیفیت تھی کہ بندہ نواز رح جب آرام فرماتے تو خواجہ علاؤالدین اپنا منہ آپ کے تلووں سے ملا کر لیتے۔ بندہ نواز بیدار ہونے پر جب یہ حالت دیکھتے تو فرماتے شیخ! آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ شیخ جواب دیتے جوہر و گوہر کی پرکھ صرف جوہری کو ہوتی ہے۔ ان خواجہ علاؤالدین کا نام شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رح نے اپنی کتاب اخبارِ الاخیار میں شیخ علاؤالدین قریشی گوالیری رح لکھا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ آپ گوالیر میں رہتے تھے حضرت بندہ نواز کے مرید و خلیفہ تھے، علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ آپ کا مزار محمد آباد عرف کالپی میں مرجع خاص و عام ہے[1]

---

[1] شیخ عبدالحق نے خواجہ علاؤالدین کو بلحاظ عالم شیخ لکھا اور چونکہ قبیلہ قریش کے اکثر افراد مدینہ منورہ میں مقیم تھے جنھوں نے مہاجرین مکہ کی مدد کر کے انصاری کا لقب پایا تھا بلحاظ قبیلہ آپ کو قریشی لکھا۔ اور چونکہ آپ عرصہ سے گوالیر میں مقیم تھے اس لئے گوالیری رقم کیا ہے۔
اور خواجہ بندہ نواز رح نے بعطائے خواجگی اور بہ نظرِ خدمت و تعلق از خاندان انصار آپ کو انصاری ترقیم کیا ہے۔
اور جو انصاری بحصول خلافت پیر و مرشد خواجہ کہلائے اس کا کیا کہنا۔

معالجِ رُوحانی

سیرِ محمدی (مخطوطِ فارسی محفوظ دارالاشاعت دکن) کے صفحہ (۴۱ تا ۴۴) پر مرقوم ہے کہ شیخ قطب ، ابدال شیخ نورالدین بائزادکی موجودگی میں ایک دن اقطاب و ابدال کا حلقۂ طواف ہوا۔ بعد اختتام حلقہ جب اسفندیار کو وہی حلقہ میں نہ پایا تو تلاش کرنے پر دیکھا گیا کہ اسفندیار ایک مکان کے دریچہ کے سامنے ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ جواب دیا اس دریچہ میں چودھویں کے چاند اگلِ نوشگفتہ، صورت ابروئے ہلال کا نظارہ کرتے ہی میرا دل بے قابو ہو گیا اس کی آمد اور دوبارہ نظارہ کی اُمید میں دل پکڑ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا اچھا اب چلو جواب دیا پاؤں میں چلنے کی سکت نہیں وہ اسی زمین پر جم گئے ہیں اس کی اطلاع تلاش کرنے والوں نے شیخ نورالدین بایزادؒ کو دی انھوں نے اور ان کے ساتھیوں سعدالدین قفل شکن اور حضرت منصورؒ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے اللہ اب اسفندیار کے لئے کیا حکم ہے؟

فرمان ہوا۔ اسفندیار ہمارے جمال کا شیفتہ بن کر کباب ہو رہا ہے اسی سے دریافت کرو کہ اب تمہارا کیا مطلب ہے، جب اسفندیار سے دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا اس وقت میرا مدعا یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے محبوب میری گودی میں آجائے۔ چنانچہ عالم غیب سے آواز آئی ہاتھ پھیلا، چنانچہ اسفندیار کی گود میں وہی دلربا محبوب جلوہ فگن ہوا۔ اور غائب ہو گیا۔

صورت نوری کی ہم آغوشی کے بعد اسفندیار کی حالت اور زیادہ خراب

ہو گئی وہ بے قرار تڑپنے لگا۔ اس نوبت پر لوگوں نے کہا سید محمد گیسو دراز بندہ نوازؒ سے یہ حالت بیان کی جائے کیونکہ ان سے زیادہ کوئی اور طبیب حاذق ومعالج نہیں ہے۔ اس پر تمام ابدال متفق الرائے ہوئے اور ان سب نے شیخ نورالدینؒ سے عرض کیا ہماری خواہش ہے کہ ہم سب شیخ بندہ نواز کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جائیں اس پر شیخ نورالدین نے کہا۔ اچھا ٹھہرو پیر میں جو صفات درکار ہیں اگر وہ ہوئیں تو اجازت دیں گے۔ چنانچہ شیخ نورالدینؒ نے مراقبہ میں دیکھا کہ آسمان سے ایک نورانی تخت چار آدمی اُٹھائے لا رہے ہیں۔ اس نورانیت کی کیفیت کی مثال یہ ہے جیسے آفتاب ایک معمولی ذرّہ ہو۔

اس نورانی تخت میں لاہوتی پروانے اور جبروتی شمعیں شامل تھیں' اس میں ایک نورانی سبوحیت و قدوسیت صفت شخصیت جلوہ فگن ہے جس کے بازو میں سید بندہ نواز گیسو درازؒ بیٹھے ہیں پھر سلطان دائم (جو فرشتہ ارواح ہیں) ایک چادر لائے اور دونوں پر وہ چادر ڈال دی اس کے بعد شیخ نورالدینؒ نے دوسری یہ علامت دیکھی کہ سید محمد گیسو درازؒ ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور ارواح اولیاءاللہ آپ کے اطراف ہجوم کئے ہوئے ہیں اور ان میں کی ایک روح آگے بڑھ بڑھ کر یہ کہہ رہی ہے:

"وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا"

(یعنی پروردگار عالم کا حکم نہایت مکمل سچا اور صحیح ہے)

اس مراقبہ و عینی مشاہدہ کے بعد شیخ نورالدینؒ نے ان تمام ابدال واقطاب سے کہا میں نے سید محمد گیسو دراز بندہ نوازؒ میں پیرو مرشد ہونے کی دونوں علامات دیکھی ہیں' اب آپ سب جائیں اور ان کے آستانہ پر سر تسلیم خم کریں۔

چنانچہ یہ سب ابدال و اقطاب حضرت بندہ نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے مرید ہوئے۔

تصانیف

بندہ نوازؒ کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے وہ سلوک کے اسرار بسہولت بیان کرتے جس کے ثبوت میں آپ کی تصانیف و تالیفات وغیرہ کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) ملتقط بہ قالب سلوک (تفسیر قرآن کریم) (۲) تفسیر ثانی بطریق کشاف (۳) حواشی کشاف (۴) شرح مشارق (درسلوک) (۵) ترجمہ مشارق۔ (۶) معارف شرح معارف (۷) ترجمہ عوارف (۸) شرح تعارف۔ (۹) شرح فصوص الحکم (۱۰و۱۱) شرح آداب المریدین (فارسی و عربی) (۱۲) شرح تمہیدات عین القضاۃ۔ (۱۳) وجود العارفین۔ (۱۴) رجعیت ربی۔ (۱۵) شجرہ نسب (جس میں ستر کتابوں کے حوالے ہیں) (۱۶) شرح رسالہ قشیری (فارسی) (۱۷) بیان بود وہست۔ (۱۸) استقامت الشریعت بطریق الحقیقت (۱۹) خطائر القدس المعروف بہ عشقنامہ۔ (۲۰) تلاوت الوجود (عربی) (۲۱) دُرّ الاسرار (عربی) (۲۲) عروج و نزول۔ (۲۳) رویت۔ (۲۴) سبیل المحققین والمجذوبین۔ (۲۵) سیرۃ النبیؐ (۲۶) اورادنامہ (۲۷) شرح فقہ اکبر (فارسی) (۲۸-۲۹) شرح قصیدہ امالی (عربی و فارسی) (۳۰) شرح قصیدہ حافظیہ (۳۱) فضائل خلفائے راشدین۔ (۳۲) حواشی قوت القلوب (۳۳) عقیدہ (۳۴) حدائق الانس۔ (۳۵) آداب سلوک ظاہر۔ (۳۶) اشارہ محبان حق۔

(۳۷) مراقبہ۔ (۳۸) معرفت رَبّ العزت (۳۹) کتاب الاسمار۔ (۴۰) ضرب الامثال۔ (۴۱) خلافت نامہ یہ تمام (۴۱) کتب آپ کی موجود پائی گئی ہیں ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات و ملفوظات ہیں جو آپ کے مریدوں نے جمع کئے ہیں۔

طلبگار معرفتِ الہٰی اور اخلاقیات کے طلباء کو لازم ہے کہ وہ آپ کی ہر ایک کتاب بہ غور و فکر مطالعہ کریں تاکہ آداب انسانی و محبت رسولِ اکرم سے واقف ہوسکیں بندہ نوازؒ کی کتاب الاسمار میں سے اُنچاسواں سمرہ جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اشارہ وکنایہ کی زبان میں جو اسمار (قصص) لکھے ہیں وہ معارف و حقائق کے اسباق ہیں۔

اور وہ سمرہ (قصّہ) یہ ہے اُنچاسواں قصّہ۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک لمبے چوڑے دریا میں جس کی گہرائی کمر سے زیادہ نہ تھی اس میں کچھ لوگ داخل ہوئے۔ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ میں نے اس دریا میں ایک پندرہ سالہ ماہرو کو چلتے دیکھا۔ طُرفہ یہ کہ اس میں چلنے والے دوسرے لوگ کمر کمر تک ڈوبے تھے۔ ماہرو اتنی خوبصورت تھی کہ اگر اس کا عکس کسی پر پڑجاتا تو وہ چیز حور بن جاتی۔ اور یہ پیدا ہونے والی حُور، خدائی کا دعویٰ کرتی۔ اس ماہرو کے رُخساروں کا رنگ روپ اور شباب وحُسن نرالا اور دلکش اس دوشیزہ کا قد ایک نوجوان لڑکے کی مانند بالکل سیدھا تھا اس کی دلکش صورت غمازی کررہی تھی اور اُس کی حُسن ریزی اشاروں ہی اشاروں میں دعوت دے رہی تھی۔ میرے اُس کے درمیان تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا اس نے مجھے بُلایا اور میں اس کے پاس اسی طرح گیا جیسے کوئی بادشاہ اپنی نئی ملکہ

(دلہن) کے پاس نہایت شان وشوکت سے جاتا ہے۔ چنانچہ ایک فرلانگ کے فاصلہ سے ہماری اس کی ملاقات ہوئی۔ اسی اثناء میں ایک غیبی شخص ظاہر ہوا اُس نے پہلے مجھے غسل کرایا پھر اُس نے مجھے ویسے ہی لباس پہنایا جیسے بڑے لوگوں کو لباس پہنایا جاتا ہے۔ میں نے لباس زیب تن کر کے اور خوب بن ٹھن کر بڑے شان وشوکت سے اس دوشیزہ کو دیکھا۔ نظر ملنا تھی کہ میں اس کا اور وہ میری عاشق ہو گئی اور اس صحبت کی بدولت ایک فرزند نے بصورت عیسٰی ظاہر ہو کر کہا میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ آخر کار میرے اور اس ماہرو کے درمیان یہ تنازعہ ہوا کہ عیسٰی کس کے بیٹے ہیں۔ میں کہتا عیسٰی میرے بیٹے ہیں اور وہ ماہرو کہتی عیسٰی میرے بیٹے ہیں۔ اور دوسری جانب عیسٰی ہم دونوں کے اقوال سے بیزاری کا اعلان کرتے اور فریاد کرتے ہوئے بہ بانگ درا کہتے تھے۔ میں تمہارا بیٹا ہوں اور نہ اس ماہرو کا بلکہ خود ہی آگیا ہوں، خود ہی موجود ہو گیا ہوں۔ جب عیسٰی سب کچھ فرما چکتے تو وہ ماہرو کہتی اصل بات یہ ہے کہ عیسٰی میرے بیٹے ہیں میں نے ان کو خود اپنی ذات میں پایا ہے اور میری ذات ہی عین ذات ہیں۔ البتہ جس دریا اور جل تھل کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے وہ سب سر بسر میری ہی ذات تھی۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

سیرِ محمدی (مخطوطہ فارسی) میں یہ قصہ مرقوم ہے ایک مرتبہ پان فروشوں کے بازار میں میرا گذر ہوا جہاں میں (بندہ نواز رح) نے ایک خوش مزاج خاتون کو دیکھا جو اپنے قاب قوسین لبوں سے غمزہ وعشوہ کی حکایتیں بیان کرتی اور اپنی چشم دلربا سے لا تدرکہ الابصار کے اشارے کرتی۔ اس کی ہنسی ومسکراہٹ سے مردے زندہ ہوتے اور آزاد غلام

کی صورت بن جاتے ۔ اس کے رخساروں سے سبُّوحیت و قدوسیت تاباں و درخشاں تھی ۔ اس کے پستان ربوبیت کی اطلاع دے رہے تھے اس کی پیشانی سے ماہتاب ہر درخشاں، جگمگا رہا تھا یہ ماہرو پان فروشوں کے بازار میں بیٹھی پان بیچ رہی تھی اور آنے جانے والے اس پان فروش کو دیکھکر باہم اشارے کرتے اور اپنی جان نچھاور کر رہے تھے ۔ اس ماہرو نے مجھے بھی اپنی طرف دعوت دی، میں چونکہ مرشد داعی الی اللہ ہوں اس لئے بھی اس کی جانب متوجہ نہ ہوا میں نے تھوڑی دیر تامل و توقف کیا تھا کہ اس ماہرو نے نرم و نازک آواز کے ساتھ ایک لطیف پیرایہ میں یہ چومصراعی (رباعی) پڑھی ۔

آنم کہ ہمہ جہاں بفرمانِ منست ۔ سلطان منم و عشق سلطانِ منست

تو جانِ منی، ہمہ جہاں جانِ منست ۔ تو آنِ منی ہمہ جہاں آنِ منست

مجھے خود پر قبضہ نہ رہا ۔ تمام شان و شوکت اور علم و فضل کو خیرباد کہتا نظر آیا نفس نے اس ماہرو کی جانب اقدام کرنے کی خواہش کی ۔ میں اس کے قریب پہونچا ہی تھا کہ اچانک اسی جانِ جہاں اور تحفۂ رحمان نے مجھ سے کہا اے سست قدم ٹھہر ۔ تجھ میں شیر مردوں کی جبلت اور مردانِ حق جیسی مردانیت نہیں ہے ۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ میں اس کی پابوسی کو جھکا اور جونہی پابوس ہونا چاہا، وہ ماہرو تھی نہ بازار اور نہ وہ نظارہ پھر میں متحیر کھڑا رہ گیا ۔

حضرت بندہ نوازؒ نے پونہ اور بلگام کے اکثر و بیشتر ہندوؤں کو مسلمان کیا ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے پریچنگ آف اسلام مؤلفہ پروفیسر آرنلڈ صفحہ ۲۱۸ از پروفیسر سیف الدین احمد پروفیسر سندھ مسلم کالج کراچی ۔

ملفوظات
خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ

اولیاء اللہ کے ملفوظات کے منافع بے شمار ہیں۔ ملفوظات کا مطالعہ عجیب کیمیا اثر رکھتا ہے۔ ملفوظات کے بغور مطالعہ سے دل کی دنیا بدلنے لگتی ہے۔ اکثر تصانیف و نصائح اور وعظ و مضامین کا وہ اثر نہیں ہوتا جو بزرگوں کے ملفوظات کا مکمل اثر ہوتا ہے۔

حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ۱۹ ربیع الاول سنہ ۷۷ھ سے آپ کے مرید و خلیفہ شیخ علاؤالدین انصاری گوالیری نے مرتب کرنا شروع کئے جن کے مجموعہ کا نام انوار المجالس ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے فرزند اکبر سید شاہ حسین محمد الحسینی و الحسینی المعروف سید محمد اکبر عرف بڑے میاں نے ۸ رجب سنہ ۸۰۲ھ سے آپ کے ملفوظات لکھنا شروع کئے جن کے مجموعہ کا نام جوامع الکلم* ہے۔ انوار المجالس میں سے چند بے انتہا مفید مختصر ملفوظات بعنوانات ضمنی درج ذیل ہے:

مزارات سے بیعت ایک وقت سید اشرف جہانگیر سمنانی، شیخ فتح اللہ اور محب اللہ وغیرہم حضرت

---

* ... نے بزمانہ قیام عثمان آباد جوامع الکلم کا ترجمہ کیا جو ... سید ... صاحب گلبرگہ کی اعانت سے ۱۹۴۲ء میں طبع ہوا ...

بندہ نواز کے پاس بیٹھے ہوئے مسائل تصوف بیان کر رہے تھے۔ کہ بندہ نواز نے راہِ سلوک کی لغزشیں اور اس کے اقسام اعراض حجاب تفاصیل وغیرہ کی اجمالی اور تسلی بخش تعریف کی جس پر سید یداللہ نے دریافت کیا جو لوگ مزارات سے بیعت کرتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟ ارشاد فرمایا مروجہ طریقہ کے موافق شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیئے۔ مزارات وغیرہ سے بیعت کرنے کو شیوخ ناپسند کرتے ہیں۔ جب شیخ الشیوخ شیخ فریدؒ کو معلوم ہوا کہ ان کے صاحبزادہ نے دہلی جاکر بختیار کاکیؒ کے مزار سے بیعت کی ہے تو فرمایا اگرچہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ میرے خواجہ و بزرگ ہیں لیکن آپ کے مزار سے بیعت درست نہیں۔ کیونکہ بیعت در اصل وہی صحیح ہے جو بظاہر شیخ کے ہاتھ پر کی جائے۔ اور جو لوگ حضرت خضرؑ سے بیعت کرنا بیان کرتے ہیں وہ بھی بے معنی ہے۔ اسی مجلس میں کسی نے کہا کہ جو لوگ شیخ کو دیکھے بغیر ارادت واثق و اقرار بیعت کرتے ہیں ان کی بابتہ ارشاد فرمائیے۔ جواب دیا جو شخص کسی وجہ سے شیخ کے پاس ظاہری طور پر نہ پہونچ سکے اس کی بیعت بھی بے معنی ہے۔ ہاں صاحبانِ مزارات سے تعلق رکھنا مناسب ہے جس سے تصرّف حاصل ہوتا ہے۔ اور سلسلہ روحانی کے قیام سے بہت سے اُمور تکمیل پاتے ہیں۔

بیعت در بیعت

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی دریافت پر کہ جو شخص ایک پیر کے بعد دوسرے مرشد سے بیعت کرے اور خرقہ حاصل کرے اس سے کیا فائدہ؟ جواب دیا کہ اگر پیر خود ہی دوسرے مرشد کے سپرد کر دے یا دوسرے

سے بیعت کرنے کی اجازت دے یا ایک پیر کے وصال کے بعد بشرطیکہ مرید کی تعلیم مکمل نہ ہوئی ہو دوسرے مرشد سے بیعت سودمند ہے۔ ورنہ سلسلہ بیعت دراز کرتے رہنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ نیز سلطان المشائخ محبوب الٰہی نے کبھی بھی بیعت در بیعت کو پسند نہیں فرمایا اسی طرح خیر نساج کے مرید شیخ حسین بن منصور حلاج جب شیخ جنید بغدادی رح کے پاس بیعت کے لئے گئے تو شیخ جنید رح نے فرمایا۔ تم ایک مرتبہ خیر نساج رح کے مرید ہو چکے ہو۔ اب میں دوبارہ مرید نہیں کرتا۔ جاؤ چلے جاؤ۔

زمین بوسی

آپ کی مجلس میں ایک صاحب نے کہا پیر و مرشد! کچھ لوگ آپ کے حضور زمین بوس اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ سجدہ کرنے سے منع نہ کرنے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا عاشورۂ محرم کا روزہ جو فرض تھا وہ ماہ رمضان کے روزے فرض ہو جانے کے بعد مستحب باقی رہ گیا۔ اگلے لوگوں میں اولاد اپنے والدین کو، شاگرد اپنے استاد کو، اور مرید اپنے پیر کو سجدہ کرتے تھے لیکن سرور کائنات مفخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے زمانہ بابرکت میں ان سجدوں کا مستحب ہونا ختم ہو گیا تاہم اباحت و اجازت باقی ہے۔ اور پیران طریقت کے اس سلسل عمل اباحت کے روکنے کی مجھ میں مجال نہیں۔

خلافت

ایک دن آپ کی محفل میں باہر کے اشخاص زیادہ تعداد میں موجود تھے۔ کسی نے پوچھا پیر جو اپنے مرید کو خلیفہ بنا کر صاحب خلافت کرتا ہے یہ خلافت کیا چیز ہے؟ فرمایا خلافت کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم رحمانی ہے اور یہ وہ ابہام ہے جو پیر کے

دل میں پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے فلاں مرید کو بذریعہ خلافت سرفراز فرمائے تاکہ یہ خلیفہ اس خلافت کے ذریعہ آئندہ کے لوگوں کو افعالِ بد سے توبہ کرا کے صراطِ مستقیم پر گامزن کرا سکے۔

دوسری قسم ذاتی ہے۔ اور یہ وہ صفت ہے جو مرید کی ذاتی نیکوکاری دیکھ کر پیر بغیر کسی حکم و اشارۂ غیبی کے اپنے مرید کو خلافت عطا فرماتا ہے۔

تیسری قسم عرضی ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ بغیر کسی الہام یا مرید میں نیکوکاری کی کوئی علامت دیکھے بغیر عزیز و اقارب یا کسی شیخ کی سفارش کے سبب کسی کو خلافت کا درجہ بطور تبرک دیدیا جائے۔

ان تمام اقسام میں عمدہ قسم کی صحیح خلافت وہی ہے جسے خلافتِ الہامی و رحمانی کہا جاتا ہے۔

کرامات ایک مرتبہ مولانا محمد حسینؒ نے کہا۔ ان دنوں شاہ موسیٰ سہاگ احمد آبادی کی کرامات و خوارقِ عادات کا بہت زیادہ چرچا ہے۔ گجرات کے اطراف و اکناف میں دور دور تک اُن کی شہرت ہے۔ اسی پر حضرت بندہ نوازؒ نے فرمایا

افرض اللہ کتمان الکرامۃ علی اولیائہ کما فرض علی انبیائہ اظہار المعجزۃ

اللہ تعالیٰ نے اولیاء پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنی کرامتیں پوشیدہ رکھیں اور یہ فرض اسی فرض کی مانند ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معجزے ظاہر کرنا چاہیئے۔

اسی حکم کے پیشِ نظر مشائخ عظام کا دستور رہا کہ وہ اظہار کرامت سے کوسوں بھاگتے اور کبھی بھی اظہار کرامت کو پسند نہیں کرتے تھے۔

... نا پسندیدگی کرامت کا ایک واقعہ پہلے لکھا گیا ایک مچھیرا مچھلیاں
پکڑ رہا تھا اسے دیکھ کر شیخ ابو الحسن نوری نے کہا میں تیرا مرشد ہوں اور
صاحب کرامات ہوں تم ایک جال ڈالو تو دیکھا ہی من کی مچھلی لگے گی جو
ہو بھی کرنے پر پورا نے دیکھا ہی من کی تھی ان کس ماجرا کی اطلاع حضرت
شیخ جنید بغدادی رح کو ہوئی تو فرمایا اگر مچھلی کے بجائے سانپ نکلتا
اور وہ ان کو کاٹ لیتا تو بہت اچھا ہوتا دراصل معلوم ایسی اظہار
کرامت کے غرور میں اس کا کیا انجام ہوتا [illegible]

علاوہ ازیں اکثر و بیشتر شیوخ عظام نے کرامت ظاہر کرنے
کو ناپسند کیا ہے [illegible] پیر کو بڑا کہا جائے [illegible] امتحانات لئے جائیں
اس لئے انہوں نے [illegible] اسے لکھا ہے کہ کبھی از خود اپنی کوئی
کرامت ظاہر نہ کریں البتہ کبھی خاص وقت یا اشارۂ غیبی اسلامی
تبلیغ کی اشد ضرورت و مصلحت کی غرض سے اگر کوئی کرامت ظاہر ہو تو
مضائقہ نہیں۔ [illegible]

اظہار کرامت کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت شیخ سعد الدین حمویہ
ایک زبردست عالم باعمل تھے۔ جو ظاہری اور باطنی قوت علم کے
ذریعہ اسلام کی تبلیغ اور سرور کائنات صلعم کی پیروی کرایا کرتے
تھے۔ خراسان کے بادشاہ کو خیال ہوا کہ آپ اہل اللہ میں سے
نہیں ہیں چنانچہ ایک دن بادشاہ سیب کے باغ میں تھا آپ بھی
بہر عبادت یہاں آئے اور عبادت کرنے لگے۔ بادشاہ نے دل میں
کہا اگر یہ شیخ صفائی قلب رکھتا ہے تو اپنے نور باطن سے معلوم
کرکے پاؤ گھنٹہ کے اندر اندر ایک سرخ سیب توڑ کر میری گود میں

پھینک دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا شیخ اُٹھے اور ایک سرخ سیب توڑ کر اس کی گود میں پھینکا اور کہا رسولِ اکرم زندہ ہیں اور ہم خادم لوگ آپ کے نورِ نبوت سے سب کچھ دیکھتے اور سنتے ہیں، اس واقعہ سے کئی آدمی اسلام لائے اور بعض مسلمان صراطِ مستقیم پر گامزنی کرتے ہوئے آپ کی بدولت خوش انجام بنے۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی کرامات جو اسلام کے فروغ اور سرکارِ دو عالم کی پیروی کرانے کے لئے ضروری ہوں بمنشاء ایزدی کبھی کبھی ظاہر کرنا درست ہے۔

گفتگو

آپ اکثر و بیشتر مواقع گفت و شنید پر فرمایا کرتے تھے سرورِ کائنات محبوبِ ربّ العالمین کا ارشاد ہے

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

لوگوں سے ان کے عقل کے موافق باتیں کیا کرو

اس فرمان واجب العمل کے پیش نظر جو متکلم اپنے مخاطب کے شعور و درک سے بلند گفتگو کرتا ہے وہ رسول اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور آپ کے مخالف و مجرم کو توبہ کرنا واجب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ راہ راست دکھائے۔ نیز جو شخص اپنے مخاطب کی سمجھ بوجھ سے اتنی زیادہ اونچی بات کہتا ہے جس کی تہہ کو مخاطب نہ سمجھ سکے تو اس سے نفع کے بجائے کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عقل سلیم عنایت کرے۔ نیز حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ — رسولِ اکرمؐ نے شریعت و راہ کے تمام احکام کی تعلیم دی اور فرمایا ہر ایک ان باتوں کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کے

بعد حضرت ابوہریرہؓ نے کہا اگر میں سرور عالمؐ کے اسرار و رموز تعلیمی ہر ایک کے آگے کہتا تو بڑے نقصان ہوتے۔

ان فرامین محبوب ربّ العالمینؐ کے پیش نظر شیخ کو چاہیئے کہ ہر ایک سے اس کی عقل کے موافق گفتگو کرے۔ نیز گفتگو میں اچھا لہجہ اختیار کرے اور پوری توجہ سے بات سن کر خوش دلی سے جواب دے۔ زیادہ باتیں کرنے سے احتراز کرے۔ اور صرف باتوں کے عوض سیرت پاک بیان کرتا رہے۔

معاملۂ اولیاء اللہ

ایک دن بندہ نوازؒ نے غوث اعظم دستگیرؒ کے قول اولیائی تحت قبائی لا یعرفونھم غیری کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اولیاء اللہ کے معاملہ و مرتبہ کو وہی جان سکتا ہے جو خود بھی کم از کم معاملہ و مرتبہ[1] کا حامل ہو۔ پھر اپنی مجلس میں ایک عالم ظاہری سے جسے رسولِ اکرمؐ سے خاص لگاؤ نہ تھا فرمایا جو لوگ فلسفہ و ادب

---

[1] علامہ صفدر حسینؒ نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ الودود" میں سلیس و سادہ الفاظ میں لکھا ہے کہ امام غزالیؒ نے احیاء میں لکھا ہے اگر اہل دل کا ادراک نور باطن کے ذریعہ سے علم ظاہر پر غالب نہ ہوتا تو رسول اکرمؐ یہ ارشاد نفرماتے کہ اپنے دل سے فتویٰ لو اگرچہ دوسرے لوگ کچھ اور احکام لگائیں۔ نیز حدیث قدسی "جب میرا بندہ نفل ادا کرتے ہوئے مجھ سے قریب ہوتا ہے مجھ سے قریب ہوتا ہے اور میں اس کے نفل قبول کر لیتا ہوں تو پھر میں اپنے اس بندہ کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے" کا مطلب صاف یہ ہے کہ اولیاء اللہ جو ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں وہ بہ ارادہ معرفت اپنے اور دوسروں کے دل کے معاملات سے واقف رہتے ہیں اور یہی معنی ہیں واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ کے۔ یعنی تم تقویٰ اختیار کرو اللہ تم کو علم سکھا دیتا ہے جسے پیشتر تم جانتے نہ تھے اور اس موجودہ علم کے ذریعہ تم تمام چیزوں کو جاننے لگوگے۔ نیز اسی معاملہ و مراتب اولیاء اللہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے ایک بڑی روایت میں کہا ہے آدمیوں کے دل ظروف ہیں اور ان میں بہتر وہ ہیں جنہیں خیر و بھلائی زیادہ ہوتی ہے اور آدمی تین قسم کے ہیں ایک عالم ربانی یعنی وہ لوگ جو اللہ کو دوست رکھتے ہیں اور اپنے تمام معاملات اسی سے طے کراتے رہتے ہیں دوسرے وہ جو اپنی نجات کے لئے علوم حاصل کرتے ہیں یہ وہ اساتذہ ہیں جو علوم اسلامی کے اسباق دیتے ہیں۔ تیسرے وہ بے وقوف جو ہر باطل پرست کی آواز پر جھک جاتے ہیں۔ جدھر کا جھکاؤ دیکھا ادھر پھر گئے ان واضح احکام کی موجودگی میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کے معاملات و مراتب بہت بلند ہیں۔ ان

کی کتابیں پڑھنے لگے بعد علمائے حدیث نے ایسے احادیث لکھ کر پڑھلیں انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مقبولان خاص اور برگزیدگان حق کے اسرار و رموز کو سمجھ سکیں۔

حضرت شیخ حمید الدین عارف ملتانی کے ایک مرید حضرت احمد جن پر عام طور پر استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک رات چلّہ کے جاڑوں میں دریا کے اندر کھڑے ہو گیا بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے "الٰہی جبتک میری کیفیت مجھ پر واضح نہ ہوگی تب تک پانی سے باہر نہیں نکلوں گا" ندا آئی کہ تیری توجہ سے دوزخ کے دوزخیوں کو نجات دی جائے گی۔ ان حضرت نے کہا یہ کافی نہیں ہے پھر ندا آئی "تیرا پیر شیخ عارف میرے عاشق ہیں اور تو میرے محبوب کا معشوق ہے" یہ سن کر آپ باہر آئے اور اس دن سے اپنا نام شیخ احمد معشوق رکھا جو مشہور ہے۔ بعض علماء نے اسمٰعیل کو حضرت احمد معشوق کہا ہے

(سلسلہ گذشتہ) کے کہنے سننے کو جو اسلام کے بالکل منافی ہوں اکمل کیا جائے ورنہ ان کے اقوال کی ستر تاویلیں کی جائیں کیونکہ جس طرح اہل حق کے اقوال کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ان کے معاملات الٰہی سے بھی ہر شخص واقفیت کے موقف میں نہیں ہے۔ [illegible]

سلہ علمائے حدیث کے ضمن میں جو عالم کہ باطنی علوم اور ذوق و معرفت سے استفادہ کر چکے ہیں ان کے متعلق علامہ صفدر حسین نے الفقر کے نام رون لکھے ہیں۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ [illegible] شیخ [illegible] شبلی قدس اللہ سرہ امام جلال الدین سیوطی مجتہد اور نویں صدی کے مجدد و حافظ حدیث و واقف ولایت امام فخر الدین رازی امام وقت و واقف اسرار الٰہی۔ امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ پیشوائے اہل اسلام شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ امام مشہور [illegible] شیخ مجد الدین فیروزآبادی ولی مصر و شام شیخ سراج الدین مخزومی علیہ الرحمۃ مصنف کشف الغطاء جن میں محی الدین ابن عربی کے مخالفوں کو جواب دیا ہے۔ [illegible] روایت کے حامل تھے۔ اور دوسرے علمائے حق وہ اہل باطن تھے جن کو اولیاء امت کہتے ہیں [illegible] اہل باطن سلسلے پڑھنے سے عجب [illegible] حاصل ہوئی۔ یہ حضرات بلحاظ علم ظاہری علم کی جان تھے اور علم باطنی الطریقہ کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ناحق کد پیدا ہوا۔ چونکہ آپ عام طور پر استغراقی حالت میں رہتے تھے اس لئے اکثر اوقات نماز کی پابندی نہ کر سکتے تھے۔ ایک دن کئی دنیاوی عزت والوں نے آپ کو امام نماز بنانے کے لئے مجبور کیا' جواب دیا میں نماز پڑھانے کا اہل نہیں ہوں۔ اگر آپ بہ جبر پڑھوانا چاہتے ہیں تو سورہ فاتحہ نہ پڑھوں گا لوگوں نے کہا بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی' جواب دیا سورہ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ نہ پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا سورۂ فاتحہ میں سے کسی چیز کی کمی بیشی سے سورۃ پوری نہ ہوگی۔ غرضکہ آپ کو امام نماز بنایا گیا نماز میں جب آپ نے ایاك نعبد و ایاك نستعین پڑھا تو آپ کے ہر بُن مو سے خون کا فوارہ نکلنے لگا۔ اسی حالت میں نیت توڑ کر آپ نے مقتدیوں سے کہا میں حائضہ کی مانند ہوں۔ اور ایسی حالت میں نماز کیسے پڑھوں؟

اس واقعہ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کے اللہ سے معاملے کچھ عجیب نوعیت کے ہیں۔ کسی ولی کے مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے پہلے خود علوم باطنی کے ذریعہ ولایت کے کم از کم ادنیٰ مرتبہ سے واقفیت پیدا کی جائے اور مناسب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے معاملہ و مرتبہ کو اللہ پر چھوڑے رکھو۔ ہم لوگوں کا کام یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے جتنا ہوسکے فیض حاصل کرنے کی مسلسل کوشش کریں۔

خاصانِ خدا' خدا نباشند لیکن ز خدا جُدا نہ باشند

صالحین بندہ نواز رحمہ نے ایک دن قرآن کریم کی اس آیۃ
كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ الرُّسُلِ
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔

(گذشتہ رسولوں کے حالات ہم اسے محبوبؐ آپ کی دلجمعی کیلئے بتائیں گے۔)

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا رسولوں میں بعض ایسے ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں اور یہ وہ صلاحیت والے صالح بندے تھے جن کو خدا نے رسول بنایا۔ بزرگوں کے تذکرہ سے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ حدیث شریف ہے۔

عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ

صلحاء و صالحین کے تذکرے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں

علاوہ ازیں خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا صلحاء و اولیاء کے ذکر اذکار سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ جواب دیا کئی فائدے ہیں جن کے منجملہ چند یہ ہیں۔ قلوب کی صفائی ہوتی ہے۔ پژمردگی دور ہوتی ہے اور قوت و ہمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیز سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح کا قول ہے جس نے صلحاء و بزرگوں کا ذکر سنا اس کے دل میں محبت الٰہی کا ازدیاد ہوا۔ ہمت بڑھی اور اطاعت میں اضافہ ہوا۔ اور جو مغرور و متکبر شخص دائماً صالحین کا ذکر سنتا رہے اس کا غرور و تکبّر جاتا رہتا ہے۔ اور جو بیمار و مفلس کہ ذکرِ صلحاء کا مطالعہ کرے اسے تندرستی کے ساتھ قناعت، صبر، تحمل، اور دولتمندی کی دولت ہاتھ آتی ہے۔ اور اسی صلاحیت و صالحین کی بابت یہ اشعار ہیں۔

چوں بہ نیکو رفتگان در ساختیم	ہم نے جب اچھے لوگوں کو صحبت اختیار کی
ہم نشینانِ ملائک ساختیم	تو ہمیں فرشتوں کا ہمنشیں بنا دیا گیا
ذکرِ نیکو رفتگان دارد ثواب	نیکو کار صلحاء گذشتہ کے ذکر سے ثواب ہوتا ہے
عاصیاں را می رہاند از عذاب	اور ان کا تذکرہ مجرموں کو عذاب سے بچاتا ہے

ہر کرا باشد محبت با خدا	جنھیں اللہ سے الفت و محبت ہوتی ہے
کے براند واصلانش را جدا	وہ واصلانِ حق کو حق سے جدا نہیں سمجھتے
ذکرِ ایشاں ذکرِ آں یزداں بود	متقی و پرہیزگاروں کا تذکرہ دراصل اللہ کا ذکر ہے
یادِ نیکاں یادِ آں سبحاں بود	اور نیک لوگوں کی یاد کرنا اللہ کی یاد ہے۔

تلاوتِ قرآن کریم

دورانِ گفتگو میں ایک مرتبہ فرمایا کہ:- پیرومرشد حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی نے اپنے ایک مُرید سے جواباً فرمایا تھا جس قاری کو قرآنِ کریم کے معانی و مطالب پر عبور نہ ہو اس کے باوجود بھی اُسے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ مستحق ثواب، دوسرے یہہ کہ دنیا والوں کی نظر میں متقی، تیسرے یہ کہ قرأت کے انوار و برکات سے دل صاف و پاکیزہ اور منور ہوتا ہے، چوتھے یہ کہ قرآنِ کریم پڑھنے سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ اس کی ایک معمولی سی مثال یہ سمجھی جاسکتی ہے کہ جو بیمار کسی نسخہ کے اجزاء گرم و تر اور سرد و خشک سے ناواقف اور اس نسخہ کی دواؤں کے منافع سے نابلد ہی، لیکن جب وہ نسخہ استعمال کرتا ہے تو اس پر کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح قرآن کریم کا لفظی طور پر پڑھنے والا بھی قرآن کریم کی تاثیر سے لازماً متاثر ہوتا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص قرآنِ کریم پڑھے چاہے وہ معنی سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو، کیونکہ اللہ نے کہا ہے جتنا ہوسکے قرآنِ کریم پڑھا کرو۔ اور اللہ کے اس حکم میں جاہل دعالم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ روزانہ قرآنِ کریم تلاوت کرنے والا ایک دن وہ آتا ہے کہ اس کے معنی سمجھتا اور پھر مطالب

سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور جو کوشش کرتا ہے پاتا ہے۔

علماء کو چاہیئے کہ وہ بھی روزانہ تلاوت کریں اور اس کے مطالب کے پیش نظر خود عامل بن کر دوسروں کو عمل کرانے کی سعی کریں۔

بندہ نواز گیسو دراز رح نے شاہ ید اللہ حسینی کو قرآن کریم کی جب دس آیتیں پڑھائی تھیں تو انھیں ہر لفظ کے ایک ایک ہزار معانی و مفہوم بتائے تھے۔ بندہ نواز رح کا دستور تھا کہ ایک آیت پڑھاتے اور اس کا مطلب بخوبی سمجھاتے۔ اس کے اسرار و رموز سے واقف کراتے تھے [1]

فقیر کی شناخت

شیخ محمد امین منجملہ امرائے دکن نے ایک مرتبہ دریافت کیا: مولائی! جو لوگ ظاہر داری کرتے ہوئے اپنی صورت اللہ والوں جیسی بناتے ہیں لیکن انکی سیرت اور طور طریقے درست نہیں ہوتے۔ ایسے اشخاص کے اللہ والے اور فقیر ہونے کا کیسے اطمینان کیا جائے؟

جواب دیا ایسے فقیر کی حالت پر اللہ رحم کرے۔ ہمیں کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کے لئے اس کی جانچ پڑتال کرنے کی از خود ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اللہ والوں اور فقراء جیسی صورت بناتا ہے تو مَنْ تَشَبَّهَ کے حکم کے پیش نظر اس کو بدلہ ملے گا۔

حضرت جنید بغدادی رح نے فرمایا ہے کوئی فقیر صورت اگرچہ فقیر سیرت نہ ہو تاہم صورت کے مدنظر بھی اس کی تعظیم کی جائے۔

ظاہراً شناخت فقیر کی یہ ہے کہ قرآن کریم کے خلق سے متصف ہو۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے سیر اولیاء از اعلحضرت حکیم سیع الدین احمد خاں رح

اور رسولِ اکرمؐ سے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ عملاً اشتیاق ظاہر کرے اور اس کا شوق و ذوق لوگوں میں الفت، نعمت، لذتِ وصل وصحبت بڑھاتا رہے۔

پھر فرمایا آج تک جو ہم کہتے آئے ہیں ان میں سے اکثر امور جس میں موجود ہوں اسے فقیر سمجھنے میں دریغ، زیبا نہیں ہے۔

مراقبہ ایک مرتبہ آپ کے مرید میریار نے مراقبہ کی تعریف دریافت کی، آپ نے اس کے لغوی و اصلاحی معنی بیان کئے پھر فرمایا مراقبہ کی تعریف یہ ہے کہ طالب اپنے طلب مقصود میں اتنا مستغرق و محو ہوجائے کہ دنیا و مافیہا کی اسے مطلق خبر نہ رہے۔ جیسے شیخ شبلیؒ نے تفصیل سے لکھکر یہ مثال دی ہے۔ مراقبہ کرنے والے کی کیفیت اس بلی کی طرح ہے جو چوہے کا شکار کرنے سے پہلے ہمہ تن مصروف انتظار شکار رہ کر بالکل بے حس و حرکت اور دوسری تمام چیزوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔ پھر فرمایا ہمارے پیرو مرشد کے مراقبہ کی صورت بھی یہی ہوتی تھی ایک مرتبہ پیرو مرشد نماز ظہر کے بعد اپنے کمرہ میں جاکر مراقبہ میں بیٹھ گئے میں (سید محمد گیسو دراز) بازو والے کمرہ میں طلبائے طریقت و معرفت کو تعلیم دینے میں مشغول ہوگیا اور شیخ زین الدین ہمشیر زادۂ حضرت بھی کسی کام سے باہر چلے گئے۔ پیرو مرشد اپنے کمرہ میں تن تنہا مراقبہ میں تھے، مخالفین موقع کے منتظر تھے اس وقت کو غنیمت سمجھکر ایک قلندر جس کا نام تراب تھا آپ کے کمرہ میں چپکے سے گھسا اور آپ کو چاقو سے خوب گھائل کیا اور اپنے زعم باطل میں آپ کی جان نکال کر کمرہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جب کمرہ میں سے خون بہتا ہوا خدام کو نظر آیا تو کمرہ میں گئے۔ اور دیکھا کہ آپ حالتِ

استغراق میں ہیں۔ آپ کو ہشیار کرنے پر فرمایا کیا معاملہ ہے خیر تو ہے؟ ہم سب خدام نے ماجرا عرض کیا اور کہا تراب قلندر جس نے یہ حرکت کی۔ مع خون آلود چاقو کے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ سب سماعت کر کے فرمایا مراقبہ میں بندہ مقام صمدیت تک پرواز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اپنے بندہ کے ساتھ رہتا ہے۔ اچھا کوئی مضائقہ نہیں۔ اس قلندر کو چھوڑ دو۔

سمجھے آپ لوگ۔ مراقبہ کی حالت میں حبیب اور محبوب ایک دائرہ ہوتے ہیں اور ان میں برقی رو دوڑتی رہتی ہے۔ جس میں لکڑی کا مُدلا حارج نہیں ہوتا۔

نشستِ ذاکر

مراقبہ کے بارے میں ایک مرتبہ کسی نے کہا جوگیوں اور ہندو فقیروں کے ہاں استھان (نشستِ ذاکر) کی (۳۶۰) صورتیں بتائی گئی ہیں لیکن مسلمانوں کے نزدیک نشستِ ذاکر کی کونسی صورت مقرر ہے؟

ارشاد فرمایا ہندوؤں کی تو ہندو ہی جانیں۔ میں (سید محمد گیسو درازؒ) نے اپنے کانوں سے پیر و مرشد کو فرماتے خود سنا ہے کہ ذکر کرنے والا ذکر کے وقت با وضو قبلہ رو دو زانو بیٹھکر دونوں ہاتھ دونوں زانو پر بالکل سیدھے رکھے۔ پھر اپنے سلسلہ کے طریقہ کے موافق ذکر و شغل میں مشغول ہو جائے اور تصور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہے[1] اور میں اس کی جناب میں حاضر عرض و التماس پیش کر رہا ہوں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ نے سامنے موجود پاتے ہی کو امام رازی اور علامہ صفی الدین بخاری نے معیت کہا ہے اور بڑا تفصیل سے لکھا ہے کہ اللہ کے لئے ذات ثابت کرنا در اصل عین اثبات وجود باری تعالیٰ ہے۔ امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اللہ کی نسبت ذات اور وجود کا مفہوم بالکل واحد ہے۔ اور علامہ صفدر حسین بھی یہی کہتے ہیں کہ تمام علماء حق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ معیت ذاتی و وجودی صرف علمی فعلی اور حسی ہیں بلکہ ابن جوزی اور

خلوص نیّت

ایک مرتبہ فرمایا لوگوں کی نظر عمل پر رہتی ہے اور اللہ کی نظر نیت پر۔ اس لئے ہر آدمی کو چاہیئے کہ نیت اچھی رکھے۔ بدنیتی کی وجہ سے کام پورا نہیں ہوتا۔ اور نیک نیتی و خلوص نیت کے ساتھ جو کام کیا جائے وہ مکمل طور سے درست ہوتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ دمشق کی ایک مسجد کا متولی لوگوں کی نذر و نیاز کی آمدنی کی وجہ سے خوب چین کرتا تھا۔ شیطان نے ایک عبادت گذار کو اکسایا اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اس مسجد میں بیٹھ کر عبادت کرو! لوگوں کو دکھاؤ کہ تم عبادت گذار ہو پھر تم کو اس متولی مسجد سے بھی زیادہ دولت ہاتھ آئے گی۔ شیطان کے اس جھانسہ میں یہ عبادت گذار پھنس گیا اور اس کی نیت میں فتور آگیا چنانچہ اس عبادت گذار نے متولی والی مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو دکھانے والی خوب عبادت کی۔ رات کو مزے سے سوتا اور لوگوں کے آتے جاتے اور دیکھنے پر بے انتہا دکھاوے کی عبادت کرتا۔ ایک مدت گذر گئی اور کسی نے کوڑی کو بھی نہ پوچھا۔ آخر کار اُسے ہوش آیا اور اس نے ایک رات بارگاہ الٰہی میں خلوص نیت سے عرض کیا اے اللہ!

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) علامہ قسطلانی کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے بندوں کے ساتھ بہ نسبت مساوی دلتی ہے۔ یعنی اس قربت و معیت ذاتی میں فاصلہ و مسافت اور کوئی سمت و جہت نہیں ہے۔ بلکہ مکان و جہت کا لزوم، ذات مطلق جل شانہٗ کے لئے غیر مسلمان کا شیوہ ہے۔ اللہ ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہونچائے۔ نیز امام واسطی اور علامہ علی مہائمی نے لکھا ہے کہ قرب و بعد اور مسافت و جہت یہ سب لوگوں کا وہم و گمان ہے وہ دوری کب ہے جو نزدیک کیا جائے ▪ جدا ہی کب ہے جو قریب بلایا جائے جس نے صاف کہدیا ہے وھو معکم اینما کنتم ان تمام اقوال صحیحہ کی موجودگی میں ذکر کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ مطلق ذات الٰہی کا مراقبہ کرے، مسافت وغیرہ بے معنی الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معیت، ذاتی و صفاتی اور فعلی متحقق و ثابت شدہ ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے توجیہ التنزیہ مرتبہ مؤلف
اقبال الدین احمد)

میں اپنی بدنیتی سے توبہ کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آج سے جو کچھ کروں گا وہ تیری اور صرف تیری ہی عبادت کی خاطر کروں گا۔ غرضکہ اس عبادتگذار نے چند دن ہی بہ خلوص نیت عبادت کی تھی کہ حاکم دمشق ایک دن اس کے پاس آیا اور اس مسجد کی تولیت اس کو دینا چاہی مگر بہ خلوص نیت سے عبادت کرنے والے عابد نے مسجد کے متولی بننے سے صاف انکار کیا اور کہا اس سے زیادہ مجھے اللہ اس وقت دے رہا ہے اور مزید جو کچھ لینا ہے وہ اس سلطنت دمشق سے بھی زیادہ ہے۔

نیز شرح فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ جو کام کیا جائے وہ خلوص نیت سے کیا جائے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جیسی نیت ہوتی ہے ویسا ہی پھل ملتا ہے۔ بغیر نیت کے تو نماز تک نہیں ہوتی۔ اور قربانی بھی نہیں ہوتی یاد رہے الاعمال بالنیات کے پیش نظر خلوص نیت لازمی ہے تاکہ خلوص نیت سے عمل اعمال مکمل ہوں اور اللہ جلد تر اس کی جزا دیتا ہے[۱]

دعوت وضیافت

بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دعوت دینے کی احادیث بیان کرنے کے بعد کہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعوتیں دیتے رہنے کے سبب سے جبرئیل امین خلعت الٰہی لائے۔ علاوہ ازیں شیخ الشیوخ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ہمعصر بی بی فاطمہ سام کہا کرتی تھیں کہ خلوص نیت سے کسی کو ایک ٹکڑا روٹی اور ایک کٹورا پانی دینے سے دین دنیا کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے پاس جو کچھ ہے وہ راہ الٰہی میں دوسرے کو کھلا دینا دعوت وضیافت ہے جیسا کہ شیخ ابو اسحٰق شہریار رما ذونی نے اپنے پیرومرشد شیخ عبداللہ خفیف

[۱] مسئلہ خلوص نیت کو تفصیل سے ملاحظہ کیجئے ارشاد کامل مولفہ علامہ صفدر حسین رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ اقبال الدین احمد

سے پوچھا حضور اب میں کیا کروں ؟ شیخ نے فرمایا اپنے کھانے میں سے نصف کھانا دوسروں کو دے دیا کرو اور شیخ شہر عمر بھر یہی کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے شہر میں ہر آنے والا انہی کے دستر خوان پر ان کے ساتھ کھانا کھاتا اور شہر بھر میں کوئی بھوکا نظر نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ فقیروں کی دعاؤں کے ذریعہ ہی لوگ بادشاہ ہوئے، بڑے بزرگ ولی کہلائے۔ آپ جماعت فقراء کے ہر گروہ شعار کئے جاتے ہیں۔ اگر ہر مسلمان اپنے ساتھ کسی نہ کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا رہے تو اللہ اس دعوت کے بدلے میں اس کو اسی دنیا میں صاحبِ دعوت بناتا، معزز کرتا اور آخرت میں مہمانداروں کی صف میں رکھتا ہے اور کہتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کا رزق اس کے بندوں کو کھلاتے تھے اس لئے اب یہ جنت میں مہمان رہیں گے۔

کم خوری کے فوائد

بندہ نوازؒ نے ایک مرتبہ فرمایا بسیار خوار بسیار خوار یعنی زیادہ کھانے والا بہت ذلیل بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا چار چیزوں میں کم کرنا انسانی کمال ہے ایک کم خوری۔ دوسرے کم باتیں کرنا۔ تیسرے کم سونا۔ اور چوتھے لوگوں سے کم میل جول رکھنا[۱]

پھر فرمایا۔ حضرت محبوب سبحانیؒ کا قول ہے جس فقیر نے رات کو بھوکے رہنے کی عادت ڈال لی اس کے لئے وہ رات شبِ معراج بن جاتی ہے اور جو فقیر صبح اُٹھتے ہی پاخانہ کا منہ تکتا ہے وہ گویا دروازۂ دوزخ سے منہ پھیر کرتا ہے۔

---

[۱] کم میل جول رکھنے کا مطلب حالی کے اس شعر سے بھی ظاہر ہے ؎
بڑھاؤ نہ آپس میں الفت زیادہ ۔ مبادا نہ ہو جائے نفرت زیادہ

ایک اور بزرگ کا قول ہے خوب شکم سیر ہو کر شب بیداری کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کچھ نہ کھا کر رات کو سو رہے۔

پیر و مرشد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی[2] فرماتے تھے فقیر کو چاہیئے کہ شکم سیر ہو کر نہ کھائے اور دیر تک سوتا نہ رہے۔

بعض بزرگوں کا دستور رہا کہ وہ صوم داؤدی رکھتے تھے یعنی ایک دن بیچ کھانا کھاتے تھے۔ بہر حال طریقت کے منازل طے کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ مرکبِ نفس کو چلانے کے لئے اتنا کھا لیں کہ عبادت کرنے کی جسم میں قوت رہے۔ اور دوسرے لوگوں کو اتنا کھانا چاہیئے کہ وہ اپنے کاروبار کی انجام دہی کرتے ہوئے عبادت الٰہی کر سکیں۔

یاد رکھو زیادہ کھانے والے اکثر قسم کی زیادہ تکلیفوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اور کم مقدار میں غذا کھانے سے انسان طاقتور بھی رہتا ہے۔

سماع و قوالی

لوگوں کی دریافت پر بندہ نواز نے کئی مرتبہ فرمایا ہے سماع ایک موزوں آواز ہے جو اس صورت میں نہ حلال ہے اور نہ حرام اور سماع کی چار قسمیں ہیں:۔

(۱) حلال (۲) مباح (۳) مکروہ (۴) حرام

اگر سماع سننے والوں کی حقیقی توجہ پوری طرح حق طلبی اور حق جوئی کی طرف ہو تو حلال ہے۔ اور اگر سننے والوں کی توجہ زیادہ تر حقیقت کی جانب ہو تو مباح ہے۔ اور اگر سننے والوں کی توجہ متوسط ہو یعنی حقیقت و مجاز کے درمیان ہو تو مکروہ ہے۔ اور اگر سننے والوں کی توجہ مجاز کی جانب

مبذول ہو تو حرام ہے۔

اس کے علاوہ کئی مرتبہ بحوالہ احادیث یہ بھی فرمایا کہ گانا مطلق حرام ہے۔ نیز شیخ الشیوخ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ سے کسی نے سماع کی حرمت و اباحت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا سبحان اللہ یکے سوخت و خاکستر شد دیگرے ہنوز در راہِ اختلاف است۔ (یعنی ایک تو جل کر خاکستر ہوگیا اور دوسرا ابھی اختلاف کے راستہ میں ہے)[۱]

---

[۱] حضرت بندہ نواز بزمانہ قیام دہلی برملا عام قوالی کراتے تھے جس میں معتقدین وغیرہ اکثر بحالت وجد سر بسجود ہو جاتے تھے۔ بعض کو یہ امور ناگوار ہوئے بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ وقت نے حکم دیا بندہ نوازؒ کی قوالیوں میں بہت شور و غل ہوتا ہے اور لوگ خلافِ شرع سجدے کرتے ہیں، لیکن ہے کہ ان امور کے سبب فساد رونما ہو۔ اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے محفل سماع خلوت میں کی جائے اور خصوصی مجالس مقرر کی جاسکتی ہیں۔

چنانچہ حسب آپ اپنے مریدوں وغیرہ کے ساتھ اپنے مکان کے اندرونی حصہ میں سماع سننے لگے۔ اور گلبرگہ شریف میں آپ کے مزار مبارک پر جس شان و شوکت سے قوالی ہوتی ہے وہ سب ہی نے دیکھی ہے کہ اکثر لوگ بالکل ساکت و صامت رہتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں رہتے ہیں۔

از مولف

لوازماتِ سماع

حضرت بندہ نواز نے اکثر فرمایا ہے کہ موقع سماع پر محفل سماع میں حسبِ ذیل امور کا وجود ضروری ہے۔

فراغت[1] و دلجمی۔ وسیع[2] و دل کشا مقام، اہلِ[3] محفل کی ہم مشربی وہم جنسی۔ خوشبو[4] و عطریات کی موجودگی۔ حضارِ[5] محفل اور سامعین کا لازمی طور پر باادب و سرنگوں رہنا تاکہ باہم گفتگو اور اشارے کنایہ نہ کریں بمکمل[6] ہوش وگوش کے ساتھ سب کا حق کی جانب متوجہ رہنا اور جو کیفیت و لذت پیدا ہو اس سے حظ حاصل کرنا۔ سماع[7] و قوالی میں وجد و حال کی کیفیت پیدا نہ ہونے دینے کو ضبط کرتے رہنا اور اگر بے اختیار وجد و حال کا غلبہ ہویدا ہو جائے تو مجبوری ہے اور اسی کیفیت مجبوری و بے اختیاری کو مباح کہا جاتا ہے۔ موافقت[8] سامعین یعنی اگر صاحبانِ وجد و حال ایستادہ ہو جائیں تو سامعین کے لئے بھی ضروری ہے کہ بہر تعظیم کھڑے ہوں۔[لہ]

لہ اخبار الاخیار کے صفحہ ۱۵۴ پر مرقوم ہے کہ محبوب الٰہی قوالی سن رہے تھے جہاں شیخ چراغ دہلوی آئے اور چلنے لگے۔ دوستوں نے بیٹھنے کے لئے اصرار کیا تو کہا یہ قوالی خلافِ سنت ہے پھر دوستوں نے کہا آپ قوالی کا انکار کر کے اپنے پیرو مرشد کے طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں جواب دیا۔ ان کا ارشاد حجت شرعی نہیں، قرآن و حدیث سے دلیل پیش کرو۔ بعض غرض مندوں نے یہ بات محبوب الٰہی تک پہونچائی اور کہا شیخ محمود نے ایسا ایسا کہا، حضرت محبوب الٰہیؒ نے جنھیں پہلے ہی سے اس واقعہ کی خبر تھی جواباً کہا چراغ دہلوی سچ کہتے ہیں۔ اور جو کچھ انھوں نے کہا وہی حق و درست ہے

ایک مرتبہ ایک دوست نے چراغ دہلوی سے پوچھا مجلس قوالی میں دف بانسری اور ستار وغیرہ جیسے باجے اور صوفیا کا رقص کرنا کیوں اور کن احکام کے تحت جائز ہے؟ جواب دیا باجے تو متفقہ طور پر جائز نہیں۔ جو طریقت سے نکلنا چاہے اسے اختیار ہے مگر شریعت میں رہنا ضروری ہے اور شریعت سے نکلنے والا کہاں جائے گا؟ قوالی کی بابت علماء کا باہمی اختلاف ہے اگرچہ شرائط کے ساتھ قوالی کو جائز کر لیا جائے تب بھی ہر قسم کے باجے سننا حرام ہیں۔

وجد و حال

بندہ نواز رحؒ نے قوالی کی بابتہ جبکہ اہلِ سماع پر وجد و حال طاری ہوتا ہے بیان فرمایا اہلِ سماع پر تین کیفیتیں آتی ہیں انوار۔ احوال اور آثار۔

اگر عالمِ ملکوت سے روح پر فیضان ہو تو کیفیت انوار پیدا ہوتی ہے۔ اور عالمِ جبروت سے روح پر جو فیضان ہوتا ہے اسی کیفیت کا نام احوال ہے اور عالمِ ناسوت سے اعضا و جوارح پر جو اثرات مترتب ہوتے ہیں اسے آثار کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انہی کیفیات کے اثر سے اہلِ سماع متاثر ہو کر ان میں وجد و حال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے[1] پھر فرمایا جانتے ہو ورنہ سنو وہ صوفی جو اپنے موجودہ وقت کو غنیمت سمجھ کر تلاوت قرآنِ کریم، نماز، ذکرِ الٰہی اور ترقی دین و دنیا میں مشغول رہتا ہے ایسے صوفی کو صاحب وقت صوفی اور مبتدی صاحب وقت کہتے ہیں۔ یہ اپنے اوقات معشرہ کو

---

[1] اخبار الاخیار میں ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کو اپنی خانقاہ میں بیٹھے بیٹھے اس شعر پر وجد آیا:۔

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد، ہم کردی
قلم بر بے دلاں گفتی نخواہم راند، ہم راندی

(ترجمہ:۔ تم نے کہا تھا عاشقوں پر ظلم نہ کریں گے لیکن ظلم کیا اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ بے دلوں اور دلدادہ لوگوں پر سختی نہ کروں گا لیکن پھر بھی سختی کی۔)
(ترجمہ اقبال الدین احمد)

مشہور شاعر مولانا منیث نے ایک خط میں اس مجلس سماع کا پورا حال تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مذکورہ شعر کسی حقیقت پر مبنی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ظلم و سختی کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جائے تو کفر لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں ترجمہ اخبار الاخیار کے صفحہ ۱۵۵ پر تحریر ہے کہ ایک دن حضرت چراغ دہلویؒ قوالی میں یہ اشعار سن کر بیتابانہ رقص کرنے لگے۔

ما طبل میخانہ دوشش بے باک زدیم
عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے مغبچہ میخوارہ
صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

ترجمہ:۔ رات ہم نے آزادی کے ساتھ وہ عیش و عشرت منائی جس کا چرچا آسمان پر ہوا اور ایک شراب خور معشوق کے لئے ہم نے سینکڑوں مرتبہ اپنی کلاہ توبہ زمین پر پھینکی۔
(ترجمہ از مولف اقبال الدین احمد)

عبادات کے ذریعہ معمور کرتا اور مسلسل عمل پیرا رہتا ہے۔ اسی لئے انسانی اعمال وکردار کے نتیجہ میں انعاماتِ الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے اور جبکہ عالم علوی سے انوار الٰہی کا روح انسانی پر نزول ہوتا ہے تو اسی کے اثرات کو حال کہتے ہیں

صاحب فوائد الفواد نے لکھا ہے انسانی کردار و اعمال کے سبب جب انوار الٰہی عالم ملکوت سے روحِ انسانی پر نازل ہوکر دل پر اثر انداز ہوتے ہیں تو ان اثرات کا ظہور وجد و حال کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اس قسم کا وجد وحال جو منجانب اللہ ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فیضان ہے جسے چاہتا ہے فیضیاب کرتا ہے۔

(۴)

مزید ملفوظات

بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

" اب تک ہم نے خیر المجالس وغیرہ کے مرقومہ ملفوظات بیان کئے تھے اور چونکہ بزرگوں کے ملفوظات ہی وہ واضح ہدایات ہیں جن کا تعلق علوم مکاشفہ اور خاص طور پر عام اصلاحی حالات سے ہے اس لئے جوامع الکلم کے ملفوظات کیمیا تاثیر لکھ رہے ہیں تاکہ لوگ افراط و تفریط سے بچ کر غلطیوں اور لغزشوں سے پاک ہو جائیں اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے واضح راہ پر گامزن ہو جائیں نیز ان میں لمعات الاسرار اور اخبار الاخیار کے مرقومہ ملفوظات بھی چند ے شامل ہیں "

ولی اللہ ولی کے معنی ہیں دوست ۔ اور ولی اللہ کے معنی ہیں وہ لوگ جو اللہ کو دوست رکھتے ہیں ۔

البتہ ایک وقت وہ آتا ہے جبکہ اطاعت شعار اور عبادت گذار بندہ کو اللہ تعالیٰ بھی دوست رکھنے لگتا ہے اور یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جب کسی سے مسلسل محبت و الفت کی جاتی رہے تو محبوب بھی اپنے عاشق کو دوست رکھنے لگتا ہے ۔

بندہ نواز کے فرزند اکبر سید شاہ حسینی المعروف محمد اکبر عرف بڑے میاں نے بندہ نواز کے ملفوظات جمع کر کے اس کتاب کا نام جوامع الکلم رکھا ہے جس میں بندہ نواز کی زبانی ولی کی وہ تعریف کی ہے جو ہم نے اوپر تحریر کی ہے۔

نیز لکھا ہے کہ ایک دن میرے (محمد اکبر) اور مولانا زین الدین کی موجودگی میں بندہ نواز رح نے فرمایا ایک بزرگ کو جستجو ہوئی کہ کسی ولی اللہ کو تلاش کر کے اس کی صحبت سے فیض حاصل کیا جائے چنانچہ اس جستجو میں انھوں نے استخارہ کیا اور رات کو خواب میں دیکھا کہ نماز فجر میں امام کے داہنی طرف تمہارے قریب جو شخص آکر نیت باندھے وہ ولی اللہ ہے۔ چنانچہ ان بزرگ نے بعد فراغت نماز فجر جب اپنے برابر والے شخص کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ یہ تو ان ہی کے محلہ کے ایک نیل گر کا ایک شاگرد ہے جسے یہ بخوبی پہچانتے تھے۔ اس لڑکے کو ولی نہ سمجھ کر اور اس خواب کو خواب پریشانی تصور کر کے دوسری رات پھر استخارہ کیا خواب میں پہلے کی طرح دکھائی دیا۔ اور فجر میں پھر وہی نیل گر کا شاگرد دیکھا۔ اس طرح تین دن تک یہ بزرگ استخارہ کرتے اور اسی شاگرد کو دیکھتے رہے۔ چوتھے دن یہ بزرگ کسی ولی اللہ کی تلاش میں شہداء صلحاء کے مزاروں پر فاتحہ خوانی کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک شدید طوفان آیا اور باد صرصر اڑا کر انھیں ایک جنگل میں لے گئی کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل بیابان، آدمی نہ آدم زاد، ہر طرف ہو کا میدان چرند و پرند کا نام تک نہ تھا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا خیال آیا کہیں مسجد مل جاتی تو اچھا تھا۔ تاکہ جماعت سے نماز فرض پڑھ لیتے۔ یکایک ایک جھنڈ میں سے اذان کی آواز آئی یہ ادھر دوڑتے ہوئے گئے دیکھا کہ اس جھاڑی کے بیچوں بیچ میں ایک شاندار پختہ مسجد ہے۔ اس کے اندر جا کر وضو کیا اس کے خوبصورت فرش اور قیمتی جھاڑ فانوس کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ ظہر کی چار رکعت سنت موکدہ پڑھ کر سلام پھیرا تھا کہ مسجد کو تقریباً دو سو آدمی سے

بھرا پایا۔ ان میں سے اکثر لوگ درویش صورت، فقیرانہ لباس میں تھے۔ اور بعض عالم معلوم ہو رہے تھے کیونکہ عبا زیب تن کئے عمامہ باندھے تھے۔ بزرگ متلاشی کو خیال ہوا کہ اب میری دعا قبول ہوئی یہ سب لوگ ولی اللہ ہیں اور ان کے ذریعہ مقصد براری ہو جائے گی۔ ابھی تک یہ سب لوگ نہایت خشوع و خضوع سے کچھ پڑھ رہے تھے پھر یکایک سب کے سب کھڑے ہو کر دروازہ مسجد کی جانب دیکھنے لگے دفعتاً وہی محلہ کا لڑکا نیل گر کا شاگرد بغل میں مُصَلّٰی دبائے آیا اور مُصَلّٰی بچھا کر امامت کرنے لگا۔ نماز سے فراغت پا کر اس بزرگ نے لپک کر اس نیل گر شاگرد کا دامن پکڑ لیا۔ اس لڑکے نے کہا پہلے دس رکعت سنتیں پڑھیے۔ جب میں دس رکعتیں سنّت پڑھ چکا تو میں نے ان بزرگوں میں سے اکثر سے مصافحہ کیا جن کے جانے کے بعد اس لڑکے نے کہا یہ سب نمازی ابدال وقطب تھے۔ پھر اس لڑکے نے کہا تم مجھے نیلگری کا سیکھنا سمجھ کر مجھ سے بدظن ہو گئے تھے خیر اللہ نے تمہیں اتنے بزرگوں سے ملاقات کرائی۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر ۔۔۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

پھر اس لڑکے نے ان طالب بزرگ کی آنکھوں پر ایک پٹی باندھی جس کے سبب ایک لمحہ میں یہ اپنے مسکن پر تھے۔ پھر جب انھوں نے آنکھوں پر سے پٹی کھول کر دیکھا تو وہ لڑکا ان کے پاس نہ تھا پھر یہ بزرگ اس نیل گر کے شاگرد کے گھر اس کی تلاش میں گئے۔ جس کے دروازہ پر لوگوں کا ہجوم دیکھکر کہا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا یہ نیل گر صورت در اصل ولی تھا ابھی کہیں باہر سے آیا۔ اور دوگانہ پڑھتے ہوئے سربسجدہ تھا کہ واصل حق ہو گیا۔ بندہ نوازؒ اتنا بیان کرکے آبدیدہ ہوئے اور پھر یہ شعر پڑھے۔

آں بہ کہ نظر باشد و گفتار نہ باشد ‌ ‌ ‌ تا مدعی اندر پس دیوار نہ باشد
میخواہم معشوق بزمانی و زمینی ‌ ‌ ‌ من باشم و او باشد و اغیار نہ باشد

(ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ گفتگو نہ ہو بلکہ نظر و نظر بازی ہو اور کوئی دوسرا پس دیوار سننا نہ ہو)
(میں اس مالک زمین و زماں معشوق کا طلبگار ہوں کہ صرف میں اور وہ خلوت میں ہوں اور کوئی دوسرا غیر نہ ہو۔)

غرض کہ ظاہر دار بزرگ کے علاوہ بھی ولی اللہ ہوتے ہیں جو چھپے ہوتے ہیں اور ظاہر ہونے پر وہ پھر پردہ پوش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ولی اللہ کو تلاش کرو اور اس سے استفادہ کرو۔ ولی اللہ اکثر و بیشتر معمولی لباس میں معمولی طور پر معمولی طرح دنیا میں گذر بسر کرتے ہیں۔ ان کی وضع قطع کوئی خاص نہیں ہوتی وہ عام آدمیوں کی مانند رہتے بستے ہیں البتہ ان کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ سیرت سرور عالمؐ کے خلاف ان سے کوئی کام سرزد نہیں ہوتا۔

خرقہ ایک مرتبہ مولانا عمر شیخ سعید کے فرزند نے پوچھا جبریل امین سے متعلق جو روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کو انھوں نے خرقہ پیش کیا اور آپ نے زیب تن کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو مرحمت فرمایا۔ کیا اس کی کوئی اصلیت ہے؟ جس کے جواب میں بندہ نواز نے فرمایا۔ کوئی حدیث تو اس مضمون کی نظر سے نہیں گذری البتہ کتب سلوک میں مرقوم ہے کہ شب معراج میں رسول اکرمؐ نے بہشت کے ایک زرّین مقفل کمرہ کو ملاحظہ کر کے فرمایا ہم اس کا بھی معائنہ کریں گے۔ جبریل امین بمشیت ایزدی اس فرمان رسالتمآبؐ کے منتظر ہی تھے فوراً انھوں نے وہ زرّین کمرہ کھولا پھر اس کمرہ میں کا ایک زرّین مقفل سربند بڑا صندوق کھولا جس میں سے ایک اور سنہرا صندوق مقفل سربند نکالا یہاں تک کہ سب سے آخر میں ایک

نہایت ہی خوبصورت وقیمتی زرین صندوق کھول کر اس میں سے ایک خرقہ نکالا اور رسول اکرم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ اب تک ہزار ہا پیغمبر ہوئے لیکن یہ خرقہ کسی کو نہیں دیا گیا یہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے رکھا ہے۔ آپ نے وہ خرقہ اسی وقت زیب تن فرمایا۔ اور اللہ کے حضور دریافت کیا " اے اللہ یہ خرقہ جو سرفراز فرمایا کیا میری ذات تک مخصوص ہے یا میری اُمت بھی اس سے استفادہ کرسکتی ہے؟ حکم ہوا آپؐ کا جو اُمتی آپؐ کی القا کی ہوئی باتوں کو بیان کرے گا وہ اس خرقہ کا مستحق ہوگا۔ غرضکہ سرور عالمؐ نے زمین پر تشریف لانے کے بعد ایک دن چاروں صحابہؓ کو جمع کرکے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اگر میں تم کو یہ خرقہ الٰہی دوں تو تم کیا کروگے؟ جواب دیا " صدق وصداقت" فرمایا اچھا۔ پھر عمر فاروق رضؓ سے یہی سوال فرمایا انھوں نے جواباً کہا "عدل والصافت" فرمایا اچھا۔ پھر عثمان غنیؓ سے یہی دریافت کیا انھوں نے کہا "شرم وحیا" پھر علی مرتضیٰؓ سے یہی سوال کیا جنھوں نے جواب دیا:۔ "یا رسول اللہؐ لوگوں کی عیب پوشی کروں گا"۔ چنانچہ رسول اکرم نے حضرت علیؓ کو یہ خرقہ عنایت کرکے فرمایا۔ پہنو تم اس کے لئے ہو اور یہ تمہارے لئے ہے۔

نیز بزرگانِ سلوک کے اقوال ہیں کہ خرقہ پہنانے کی یہ رسم حضرت علی رضؓ سے عام طور پر رواج پذیر ہوئی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔

ایک مرتبہ بندہ نواز کے دربار میں ایک سیاح درویش نے خرقہ درویشی کی قسمیں، حقیقت اور اصلیت دریافت کی تو بندہ نوازؒ نے خرقہ کی حقیقت و اصلیت پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا خرقہ وہ عنایت کردہ لباس ہے جس سے عیوب پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور خرقہ پوش کو چاہیئے کہ اپنے پیرو

مرشد کے عطیہ خرقہ کی لاج رکھ کر کسی قسم کا کوئی بُرا کام نہ کرے۔ اور یقین کر لے کہ جس طرح مردہ کو کفن دیا جاتا ہے اسی طرح پیرِ و مرشد نے یہ زندگی میں کفن دیا ہے اسے کسی گناہ سے میلا اور خراب وخستہ نہ کرے۔ پھر فرمایا خرقہ کی دو قسمیں ہیں ایک خرقہ تبرک اور دوسرا خرقہ ارادت۔

اور میں نے اپنے پیرو مرشد کی زبانی خود سُنا ہے وہ اپنے پیرو مرشد حضرت محبوب سُبحانی کی زبانی ارشاد فرماتے تھے کہ ہم نے صدہا کو خرقہ دیا ان میں سے صرف چار مریدوں کو خرقہ ارادت اور باقی تمام کو خرقہ تبرک دیا ہے۔ اسی طرح شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کا بیان ہے کہ میں نے پانچ چھ افراد کو انسان بنا کر انھیں خرقہ ارادت دیا اور باقی لوگوں کو خرقۂ تبرک دیا ہے۔

اور اب ہمارے زمانہ میں خرقہ دینے کا عام رواج ہو گیا ہے کہ جس کو چاہا اور جب چاہا ایک خرقہ دے دیا۔ عام اس سے کہ پہننے والے میں سلیقہ ہو یا نہ ہو[1]

---

[1] خرقہ پہنانے کی یہ رسم جس طرح شیوخ طریقت استعمال کرتے ہیں ویسے ہی علمائے وقت وشیخ الحدیث اپنے فارغ التحصیل درس نظامیہ اور دورہ حدیث کے کامیاب طالب علموں کی دستار بندی کرتے ہیں اور اسی کی نقل یونیورسٹی میں اس طرح کی جاتی ہے کہ بی اے اور ایم اے کی ڈگری دیتے وقت ان کو جُبّہ و ٹوپی پہنائی جاتی ہے غرضکہ ان سب امور سے یہ مطلب ہے کہ حاصل کنندہ خرقہ، دستار اور ڈگری میں اتنی صلاحیت پیدا کر دی جاتی ہے کہ یہ دوسروں کو اپنے اپنے علم و فن کی تعلیم دینے کا اہل ہے۔ اور ان تمام اہل علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وقار کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے طلبگاروں کو وہی صحیح تعلیم دیں جو ان کو حاصل ہوئی ہے اور کوشش کی جائے کہ حاصل کردہ تعلیم میں خود اضافہ کر کے طالبعلموں کو مزید مستفید کریں۔ از مؤلف

خوفِ الٰہی

بندہ نواز نے ایک دن فرمایا اللہ سے خوف اور موت سے بے خوفی مسلمان کا طرّہ امتیاز ہے۔ پھر کہا روایت ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ نے ایک شب حرم کعبہ میں بام کعبہ پر سے ایک آواز سُنی اور متحیر ہو کر کہا بام کعبہ پر کسی کو جانے کی اجازت نہیں، یہ آواز وہاں سے کیسی ہے آخرکار خود ہی وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک آدمی بام کعبہ سے چمٹا ہوا مضطربانہ واویلا کر رہا ہے اور چیخ چیخ کر بارگاہ الٰہی میں کہہ رہا ہے۔

"اے اللہ! معلوم نہیں کہ آتشِ دوزخ میں مجھے خاکستر کرے گا یا نجات دیگا میری آنتوں میں دوزخ کی آگ بھری جائے گی یا نہیں، آنکھوں کو عذاب دوزخ سے واقف کرایا جائے گا یا معافی ہوگی، مجھے زقوم کھلائی جائے گی یا نہیں"۔ اس شخص کی یہ گریہ و زاری دیکھ کر میں (حسن بصریؒ) نے دل میں کہا یہ شخص کوئی بڑا گنہ گار معلوم ہوتا ہے۔ جب یہ نیچے آئے گا تو اس سے معلومات کریں گے۔ میں (حسن بصریؒ) اسی انتظار میں تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہ شخص نیچے آیا دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ یہ حضرت امام حسن ابن علیؓ ہیں چنانچہ میں نے فوراً امام کے قدموں پر گر کر عرض کیا اے امام! آپ کے نانا سرورِ عالمؐ کی شفاعت، آپ کی والدہ ماجدہ کا ذریعہ، آپ کی نجات اُخروی کے لئے بہت کافی سرمایہ ہے اس کے باوجود بام کعبہ پر بصد نالہ و زاری دعائیں مانگنے کا سبب کیا ہے؟ امام نے آبدیدہ ہو کر کہا جس دن وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کی آیۃ قرآنی نازل ہوئی۔ سرکار دو عالمؐ نے میری والدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو طلب کر کے فرمایا روز محشر میں کسی چیز کا مالک نہ ہوں گا اس لئے فردائے قیامت خود کو عذاب دوزخ سے محفوظ رہنے کی کوشش کرو"۔ یہ فرمانِ رسالتمآبؐ

سُن کر میں اس دن سے اب تک پریشان ہوں اور سوچتا ہوں کہ جبکہ رسول اکرمؐ شافعِ اُمت نے اپنی چہیتی بیٹی کو عذاب دوزخ سے ڈرایا ہے تو میں تو بیٹی کا بیٹا ہوں۔ آج رات تم نے میری یہ آہ و زاری سُنی ہیں تو اسی طرح ہمیشہ پروردگار کے حضور اپنے گناہوں سے معافی مانگتا اور ہر آن اس سے خائف رہتا ہوں اور خوف کی چیز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اتنا سُن کر میں (حسن بصری) چیخ اُٹھا اور کہا جبکہ رسول اکرمؐ اپنی دختر نیک اختر کو عذاب الٰہی کے وقوع سے ڈرا رہے تھے تو میں کس شمار قطار میں ہوں۔

اس لئے لوگو! ہمیشہ اور ہر وقت اللہ سے خوف کرتے رہو اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ دوسروں سے ڈرنا بھول جاؤ گے اور تم نڈر بن کر جو چاہو کرو گے۔ اس کائنات میں تم ہو گے اور اللہ تمہارا مددگار رہے گا۔

دنیاوی آرائش سے نفرت

بندہ نوازؒ نے فرمایا حدیث میں ہے رسولِ اکرمؐ سفر میں جانے سے قبل اور سفر سے واپسی پر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو شرف اندوز فرماتے تھے، ایک مرتبہ فتح کی خوشی میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے بلحاظ رواج اپنے مکان کو پردوں وغیرہ سے سجایا۔ رسول اکرم بعد فتح حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف فرما ہوئے، دیکھا کہ دنیاوی آرائشوں سے مکان آراستہ ہے یہ دیکھتے ہی آپؐ اُلٹے پاؤں واپس ہوئے اور مسجد میں تشریف لے آئے چونکہ حضرت فاطمہؓ سے ملے بغیر آپؐ واپس ہوئے تھے اس لئے حضرت فاطمہ کو فکر ہوئی کہ مجھ سے ایسی کونسی غلطی سرزد ہوگئی جو سرورِ عالمؐ اُلٹے پاؤں تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ اسی تردد میں تھیں کہ حضرت رافع ابن حذیفہؓ آئے اور جن کی دریافت پر حضرت فاطمہ نے صورت حال سے آگاہ کیا۔ رافعؓ نے دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے

دیکھ کر کہا کیا یہ پردے ہمیشہ پڑے رہتے ہیں ؟ حضرت فاطمہ نے کہا فتح کی خوشی میں اس مرتبہ ڈالے ہیں ۔ جس پر رافع نے کہا رسولِ اکرم کو شاید آپ کا یہی عمل ناگوار ہوا جو آپ سے ملے بغیر تشریف لے گئے ۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ نے وہ لٹکے ہوئے پردے اور دیگر سامان آرائش جس سے مکان آراستہ کیا تھا سب کا سب رافع کے حوالہ کیا اور فرمایا میری جانب سے رسالتمآبؐ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کرو کہ اسے اللہ کی راہ میں تقسیم فرمایا جائے ۔ جب رافع وہ تمام سامان لئے سرورِ عالمؐ کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپؐ مسجد کے اندر طیش کی حالت میں فرما رہے ہیں ۔ "مَالِیَ وَلِلدُّنیا ، مَالِیَ وَلِلدُّنیا" ۔ (دنیاوی آرائش ہمارے لئے نہیں اور دنیاوی آرائشوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں[1])

تاہم رافع نے آور وہ سامان آرائش وزیبائش پیش کرتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کا پیام بھی کہا جسے سماعت فرما کر آپؐ خوش ہوئے اور ارشاد عالی ہوا :-

"وَقَدْ فَعَلَتْ" (حضرت فاطمہؓ نے وہی مستحسن ومناسب کام کیا جو انھیں کرنا چاہیئے تھا)

اسی طرح ایک دوسری روایت یہ ہے کہ رسالتمآبؐ سفر سے واپسی پر حضرت فاطمہؓ کو چاندی کے دست بند پہنے دیکھ کر ان سے گفتگو کئے بغیر مسجد چلے گئے اس پر حضرت فاطمہؓ کو فکر ہوئی کہ آخر مجھ سے ایسی کونسی غلطی ہوگئی جو سرورِ عالمؐ بغیر ملے تشریف لے گئے ۔ آپ اسی تردد میں تھیں کہ حضرت رافعؓ آ گئے اور آپ کی پریشان خاطری دیکھ کر کیفیت معلوم کی ۔ آپ نے پورا واقعہ کہہ سنایا جسے

---

[1] اللہ کرے سرورِ عالمؐ کے اس فرمان کا یہ مطلب صحیح ہو جو بطور ترجمہ میں نے کیا ہے ۔ اے اللہ میں گناہوں کا مجسمہ ہوں اور ہر لمحہ اپنے کردہ و ناکردہ گناہوں کی بخشش کا امیدوار ہوں ، اے اللہ میری بخشش فرما دے ۔ اور میرے اہل و عیال کو صحیح و سالم رکھ اور ایمان پر خاتمہ کر ۔ آمین
اقبال الدین احمد

سُن کر انھوں نے آپؑ کے ہاتھوں میں نقرئی دستبند دیکھ کر کہا شاید یہ قیمتی دستبند سرور عالمؐ کی ناراضی کا سبب ہیں حضرت فاطمہ نے وہ دستبند پہلے کے پردوں اور دیگر سامان آرائش کی مانند اتار کے ان کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا یہ پیشگاہ سرور عالمؐ میں پیش کر کے عرض کر دیجئے کہ راہ الٰہی میں تقسیم فرما دیجئے۔ جب رافع نے یہ پیش کردہ دستبند سرور عالمؐ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے پیام حضرت فاطمہ بھی کہا تو سرور عالمؐ نے خوش ہو کر فرمایا "و قد فعلت۔ (یعنی حضرت فاطمہ میری صاحبزادی ہیں اور انھوں نے وہی مستحسن کام کیا جو انھیں سرانجام دینا چاہیئے) یہ روایات بیان کرنے کے بعد بندہ نوازؒ نے فرمایا جبکہ رسول اکرمؐ نے اپنی عزیز دختر کو بھی آرائش سے آراستہ ہونے کی اجازت نہیں اور دنیاوی آرائش سے نفرت کا اظہار فرمایا تو اُمّت پر تعجب ہے کہ وہ غیر ضروری آرائش و زیبائش کرتی اور اپنے اعمال باطل پر خوش ہوتی ہے۔ افسوس صد افسوس اس زمانہ کے لوگ سیرت سرورِ عالمؐ سے بے اعتنائی کر رہے ہیں۔ زیب و زینت اور دنیاوی آرائش و سامانِ زیبائش کو ترک کر کے سرورِ عالمؐ کے احکام کی پیروی لازمی ہے۔ ایک جانب رسُول اکرمؐ کی پیروی و عشق کی آواز میں لگانا اور دوسری طرف عملی طور پر سنت نبویؐ کی خلاف ورزی کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔

مسلمان وہی ہے جو ہر اعتبار سے رسولِ اکرمؐ کے احکام و سیرت کی پیروی کرے۔ اور تعمیل احکام ہی وہ صفت ہے جس کے ذریعہ غلام اپنے آقا سے سب کچھ لے لیتا ہے۔

محبّانِ اہلبیت

اہل بیت کی دو صفتیں تقویٰ و عبادت الٰہی خصوصی صفات تھیں اور جن لوگوں میں یہ دونوں صفات

بدرجۂ اتم موجود ہوں وہ آج بھی اہلبیت کے دوست اور محبّانِ اہلبیت کے زمرہ میں شامل ہیں لمعات الاسرار میں ہے کہ اہلِ بیت سے وہ حضرات بھی مراد ہیں جن میں سیرت پاک کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ اور سرورِ عالمؐ کی آل میں وہ تمام صلحاء شامل ہیں جو سُنّتِ نبوی کی کما حقہٗ تعمیل کرتے اور دوسروں سے تعمیل کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تمام نیک سیرت مسلمان محبانِ اہلبیت ہیں۔

اور حضرت بندہ نوازؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اہلِ بیت کی محبت میں حد سے زیادہ غلو نہ کیا جائے۔

افضل صحابی

بندہ نوازؒ نے اکثر مواقع پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی افضلیت بیان فرمائی، اور لوگوں کے شکوک کی بھی وضاحت کی۔ اور آخر میں کہا کہ منشاءِ خداوندی تو اللہ ہی جانتا ہے۔ البتہ جمہور مسلمانوں کا اعتقاد کامل اور میرا پختہ یقین یہی ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور ان سب کے متعلق قوت القلوب میں یوں درج ہے۔

اصدقکم ابوبکر، واعدلکم	تم میں سب سے زیادہ سچے ابوبکرؓ اور عدالت
فی دین اللہ عمر بن الخطاب	وامور مذہبی میں عمرؓ بن خطاب،
واحلمکم عثمان، واقرأکم	بردباری میں عثمان غنیؓ اور قرأت میں
اُبیّ، واعلمکم بالحلال	اُبیؓ اور حلال و حرام کے مسائل جاننے
والحرام معاذ بن جبل،	میں معاذ بن جبلؓ۔

واقضاء کم علیؓ — اور فیصلہ دینے میں علیؓ ہیں اور یہ حضرات سب اعلیٰ

وھذٰہ خصلۃ جامع الخصائل — ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی فضیلت خصوصی

وھو المقام المحبوب المراد — جامع صفات ہے اور یہی مقام محبوب مراد ہے

اس کے علاوہ بندہ نواز نے کئی مرتبہ فرمایا ہے۔

افضل النّاس بعد الانبیاء الصدّیق

(انبیاء کے بعد تمام لوگوں میں افضل تر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں[۱])

جزائے اعمال

بندہ نوازؒ نے فرمایا ہر عمل کا بدلہ ملتا ہے۔ اچھے کام کے بدلہ کو جزا اور بُرے کام کے بدلہ کو سزا کہتے ہیں اچھے لوگوں کا طور طریقہ اچھے کام کرنا ہیں۔ اور اچھے کاموں ہی کو اعمال حسنہ یا اعمال خیر کہتے ہیں۔ رسول اکرمؐ کے عہد نبوت میں جو لوگ اعمال حسنہ کرتے تھے اکثر اوقات ان کی شان میں آیات الٰہی نازل ہوتی تھیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؓ بیمار ہوئے جن کی عیادت کے لئے رسول اکرمؐ تشریف لائے اور آپؐ کے والدین سے فرمایا ان کی صحت کی دعا کرو نیز صحت یابی کے لئے تم روزے رکھو۔ جب حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ نے روزے رکھنا شروع

---

[۱] حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جبکہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہمارا امام نماز میں بنایا تو اب آپ کی خلافت کے موقع پر ہم آپ کو دنیاوی معاملات کا بھی امام مانتے ہیں۔ یہ کہکر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کی۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ بخوبی جانتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو امام و افضل بنا دیں وہ یقیناً ہر حیثیت سے امام اور فضیلت کا علمدار ہے۔ نیز حضرت علیؓ اسلام کی مرکزیت و اتحاد کے قائل و عامل تھے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھ کر آپ کو امام افضل تسلیم کیا۔ اور پھر آپؓ کی خلافت کو بھی افضلیت حاصل رہی۔ لاکھوں مسلمانوں حضرت ابوبکر صدیقؓ پر جو افضل الناس تھے۔

گئے۔ پہلے روزہ کے افطار کے لئے حضرت علیؓ کہیں سے نصف صاع (یعنی ساڑھے تین سیر انگریزی کا نصف پونے دو سیر) جَو لائے اور اس سے روٹیاں پکوائیں۔ ان میں کی ایک روٹی پہلے ہی اللہ کی راہ میں دے دی۔ باقی دو روٹیاں باہم تقسیم کرلیں۔ حضرت علیؓ اپنی روٹی کے پہلے لقمہ سے روزہ افطار کر رہے تھے کہ کسی سائل نے صدا لگائی "اس وقت جو کوئی مسکین کو روٹی دے گا وہ مستحق رحمتِ الٰہی ہوا"۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؓ نے اپنے حصہ کی روٹی سائل کو دیدی۔ اور حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنے حصہ کی روٹی فقیر کو تھما دی۔ دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور دوسرے تیسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا۔ چوتھے دن حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سرورِ عالمؐ نے حضرت فاطمہؓ کی ناطاقتی کا حال دریافت فرمایا اس پر حضرت علیؓ نے گذشتہ تین دن کا ماجرا کہہ سنایا۔ جس کے جواب میں سرورِ عالمؐ نے فرمایا مبارک ہو جبرئیل امینؑ ابھی ابھی یہ حکم لائے ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝

(ترجمہ:۔ اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اللہ کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔)

سبحان اللہ! رسول اکرمؐ کے عہدِ پرنور میں اعمالِ حسنہ کرنے والوں کو فوراً جزائے خیر کی خوش خبری ملتی تھی۔ اور اب جو شخص اچھا کام کرے اس کو اچھا بدلہ یعنی جزا ملے گی۔[لہ]

لہ اچھے کام کا بدلہ یعنی جزا ملنے کے لئے حکم الٰہی موجود ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غرضکہ اعمال حسنہ و کار خیر کی جزا ازل سے ملتی رہی اور ابد تک ملتی رہے گی۔

جہنّم میں عذاب

بندہ نواز کے پاس ایک مرتبہ دوسرے لوگوں کے ساتھ دو چار قلندر و صوفی (صفاچٹ) بیٹھے رمز و اشارہ میں دوزخ کے مزے لے رہے تھے۔ کہ آپؒ نے ان کی طرف بطور خاص متوجہ ہو کر فرمایا آپ لوگ اب تو ذرا صاف صاف کہیں اگرچہ ہمیشہ رمز و کنایہ میں باتیں کرتے ہیں۔ اس پر ایک لعل (لال بجھکڑ) نے تن کر کہا ہم صوفیوں (صفاچٹ اور جاہلوں) کے نزدیک عذاب دوزخ وہ آب شیریں ہے جو خوشگوار اور مزیدار ہے۔ اور ہمیں تمہاری نامزد کردہ جہنّم میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی بلکہ ہر طرح آرام ہی آرام ہوگا۔ دوسرے نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ ہم مورد قہر الٰہی ہو کر آتش و آگ کا سا مزاج بن گئے ہیں۔ تیسرے نے کہا ہم لوگ آپ کی نامزد کردہ جہنّم میں ایک بڑے سمندر کی حیثیت کے مالک ہیں۔ چوتھے نے کہا آتش جہنم چونکہ تمہاری کا مظہر ہے اس لئے دوزخی کو جہنّم میں سمندر والے کی طرح سمندر میں راحت ہی راحت ہوگی۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا عذاب کے معنی عَذوبہ اور آب شیریں کے ہیں اسی لئے ہمیں اس آب شیریں اور اس آب خوشگوار (بھنگ) کی خواہش

لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت۔ اچھے کام کرنے والے کو جزا ملیگی اور بُرے کام کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ جزاء عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں بدلہ۔ اور بدلہ دو قسم کا ہوتا ہے اچھا اور بُرا۔ بُرے بدلہ کو سزا کہتے ہیں جو فارسی زبان کا لفظ ہے اور اچھے بدلہ بہتر صلہ کو جزا کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف ایمان کش عقائد والے اس کو خودساختہ نتیجہ قرار دے رہے ہیں حالانکہ نہ وہ اہل زبان ہیں اور نہ صاحب علم۔ قرآن کریم کے الفاظ جزاء سیئة سیئة بدی کا بدلہ بُرائی کے اور کوئی دوسرے معنی صحیح نہیں ہوسکتے۔ جزاءً اوفیٰ یہ قرآن کریم کا لفظ ہے اور عربوں کا محاورہ ہے اس کے معنی ہیں پورا بدلہ۔ عربی زبان میں اسی جزاء کا صلہ جب عَن سے آتا ہے تو اس کے معنی قائم مقام اور بدلہ ہونا آتے ہیں۔ اور جزاء (جیم کے زیر سے) کے معنی ہیں بدلہ دینا جزاء کا ترجمہ انگریزی زبان میں پنشمنٹ غلط ترجمہ ہے۔ اور قانون مکافات (بدلہ دہی) ازل سے ابتک جاری ہے۔

رہتی ہے۔ ان چاروں قلندروں کی یہ باتیں سُن کر بندہ نواز کو ایک مرتبہ طیش آیا مگر فوراً ہی خندہ پیشانی سے کہا بھائیو! آپ کی باتیں عقل واحادیث کے خلاف ہیں اور آپ کی معنوی تاویلیں بھی خودساختہ ہیں۔ عَزوبة نہیں بلکہ صحیح لفظ عُزوبه (عین کے پیش سے) ہے جس کے معنی مٹھاس اور شیرینی کے ہیں۔ اور عذاب کے معنی الم وغم رنج اور دُکھ کے ہیں اور دونوں کے معانی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور دونوں کا مادّہ (روٹ) بھی الگ ہے اور یہ ایک علمی معاملہ ہے جس سے عالم ہی حظ حاصل کرتے اور مستفید ہوتے ہیں۔

قلندر چیخنے چلانے لگے تو فرمایا آپ کا سب انتظام ہوجائے گا پہلے سُن لو کہ سب لوگ اربعہ عناصر سے بنے ہیں۔ جو اپنا مزاج بدلنے کی سکت نہیں رکھتے اور کوئی انسان قہرِالٰہی کے سبب آگ و آتش نہیں بن سکتا البتہ جو لوگ اپنے اعمال کے سبب مستحق دوزخ ہیں ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور دوزخ کی آگ کی شدت الاماں والحفیظ۔ جس سے ہر چیز جل جائے گی اور جلتے جلتے عذاب، دکھ اور الم نصیب رہے گا۔ اور کسی دوزخی کا جسم سمندر کی طرح بسیط و فراخ نہیں جو اپنے جزو واحد میں رہ کر کچھ بھی آرام کر سکے۔ ہاں آتش دوزخ سمندر کی مانند سب پر محیط رہے گی اور دوزخ ان لوگوں کو سزا دینے کا مقام ہے جو اللہ کی شان قہاریت سے خوف نہیں کرتے ہیں۔ اور چونکہ انسان مرکب ہے آب و آتش اور خاک و ہوا سے اور جس کا جسم مرکب و اعتدال پسند ہے اس لئے بھی دوزخی جہنم میں افراطِ حرارتِ دوزخ کے سبب سے ہر طرح عذاب ہی عذاب میں گرفتار رہے گا۔ ہاں آرام اُن کو ملے گا جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ؐ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ جنّت ہے۔

مکرر کہتا ہوں کہ اسلام کے احکام سے روگردانی کرنے والوں اور احکامِ

اسلامی کا قولاً و عملاً مذاق[له] اڑانے والوں کو جہنم میں عذاب دکھ اور الم ہی ملیگا اور دعا ہے کہ اللہ نیک توفیق دے اور ہم کو احکام اسلامی کی تعمیل پر کاربند و ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

حق و باطل کے نتائج

ایک دن بندہ نواز نے فرمایا موجودہ زمانہ میں حق پر عمل کرنے کا رواج اٹھ گیا ہے اور اکثر لوگ حق کہتے ہوئے بھی کتراتے ہیں۔ اس لئے باطل نے زور پکڑا ہے نیز لپاڑیوں، باطل پرستوں، مکاروں اور دھوکہ بازوں نے شیطانی امور کو احکام الہٰی کہنا شروع کردیا ہے اس لئے بھی مملکت میں بدنظمی اور دنیاوی

[له] مسلمان کا کام یہ ہے کہ احکام شریعت کی تصدیق کرے اور اس کے الفاظ کے دقیق معانی اور اسرار کو اہل معرفت کے سپرد کردیں جیساکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ گذشتہ اقوام صرف احکام الہٰی کے معانی میں نزاع و تناقص کرنے کے سبب تباہ ہوگئیں۔ یہ لوگ ایک آیت کو دوسری کے مخالف جانتے اور ایک معنی کو دوسرے معنی میں خلط ملط کر دیتے تھے۔ ان ہلاک ہونے والوں نے محکم و متشابہ آیات میں تمیز نہیں کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت کے ذریعہ دوسری آیت کی تصدیق کی ہے یعنی ظاہری و باطنی معنوں میں مطابقت پیدا کی ہے اور متشابہ آیات کو مزید محکم کیا ہے اس لئے آیت کے ظاہری معنی کے باطنی معنی نہ لو اور متشابہ و مخصوص آیات کے عمومی معنی نہ بناؤ۔ بلکہ اللہ نے جو کچھ کہا ہے اس پر ایمان لاؤ، جو کچھ جانتے اور سمجھتے ہو اسے بیان کرو اور جس چیز کے معنی نہ سمجھ سکتے ہو اس کے معانی و مطالب علماء و عرفا سے معلوم کرو۔ اس حدیث شریفت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ جو اسرار کلام الہٰی یا الفاظ کلام الہٰی خود کی سمجھ میں نہ آئیں ان کا انکار نہ کرو بلکہ اپنے فہم و شعور کے قصور کا اعتراف کرو۔ اور علماء، عرفا جو معنی بتائیں اس پر اعتماد و بھروسہ کرو کیونکہ کوئی مسلم عالم کسی آیت کے غلط معنی نہیں بتاسکتا وہ ہروقت عذاب الہٰی سے خائف رہتا ہے اور خاتم النبیین کی امت کے عالم انبیاء بنی اسرائیل کی مانند صداقت شعار ہیں۔ اور احکام رسالت مآب کی تذلیل کرنے والا یا پس پشت ڈال دینے والا دوزخ میں دردناک عذاب پائے گا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حجتہ اللہ الودود)

کاموں میں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور ہر کام خلل پذیر ادھورا نظر آ رہا ہے۔ اگر باطل پرست اپنے ظنی وہمی اور خود ساختہ خیالات سے توبہ کر کے۔ ناکارہ قول و عمل کو ترک کر دیں اور اللہ کے حضور حق و صحیح کی تلاش کی جستجو کریں تو ان پر ان کی باطل پرستیاں واضح ہو جائیں اور انھیں بخوبی معلوم ہو جائے کہ ان کے ناکارہ اعمال کے سبب ہی سے روزگار عالم تباہ و برباد ہو رہا ہے جس میں یہ اور ان کی اولاد بُری طرح تباہ ہو کر صفحۂ عالم سے مٹ جائے گی کاش سب مسلمان حق و صداقت کو رواج دینے کی کوشش کریں تاکہ موجودہ معاملات سب کے سب درست ہو جائیں اور کسی طرح کی کوئی گندگی و خرابی باقی نہ رہے مملکت آباد اور ملک والے شاداں و فرحاں رہیں اس کے بعد کہا روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ایک گورنر اپنے علاقہ کی آمدنی اور دیگر تحفے تحائف لے کر دربار خلافت میں آیا علاقہ کی آمدنی تو آپ نے بیت المال میں داخل کرادی اور تحائف دیکھ کر فرمایا یہ کیوں اور کہاں سے لائے ہو؟ یہ رشوت ظاہر ہوتی ہے۔ کسی ظلم کے طریقے سے یہ تحائف لائے گئے ہیں تم بدعمل ہو اس لئے تمہیں خدمت گورنری سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کو خوش کرتے اور ان کا غصہ فرو کرنے کے لئے اس گورنر نے کہا سیدی! جہان کا قیام دو چیزوں پر ہے ایک حق دوسرا باطل اور شیطان ہماری تاک میں لگا ہوا ہے۔ اس لئے اس شیطان کو پکڑ لایا ہوں اجازت ہو تو اپنے ساتھ گھر لیجا کر اسے بند کر دوں۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ مسکرائے اور فرمایا مال باطل باطل کیا جاتا ہے پھر ان تمام تحائف کو فوراً غربائے اُمّت پر تقسیم کر دیا اور فرمایا تمہارے اچھے اور بُرے کاموں کا یار تم پر ہے۔ تم مسلمانوں میں باطل پرستی سے ابتری ڈالنا چاہتے ہو اور اللہ مسلمانوں کو اچھے قول و فعل کے ذریعہ حق کا

علمدار بناتا ہے۔ حق ہمیشہ سربلند ہوتا اور باطل ہمیشہ سرنگوں و برباد ہوتا ہے۔ حق و صداقت شعاری کے نتیجہ میں اللہ اپنے بندوں کو سربلند و ممتاز کرتا ہے۔ دین و دنیا میں عزت و افتخار کی دولت سے مالا مال کرتا اور دولت دنیاوی سے غنی کرتا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی جنت میں بڑے بڑے مقامات عنایت کرتا ہے۔ حق پرستوں کا ہمیشہ بول بالا رہتا ہے۔ اور باطل پرست اپنے ناکارہ اقوال و اعمال کے ذریعہ دنیا میں رسوا و ذلیل ہوتے۔ ان کے متعلقہ کام ادھورے اور بے نتیجہ ہوتے۔ ان کے دل غیر مطمئن ہوتے ہیں اور آخرت میں باطل کام کرنے والوں کا بُرا انجام ہے۔

اور چونکہ ہر کام کا ایک نتیجہ نکلتا ہے اس لئے باطل کا انجام بُرا اور حق کا دین و دنیا دونوں جگہ بول بالا رہتا ہے۔

ترکِ دنیا

ایک مرتبہ چند صوفی منش فقراء سے فرمایا۔ ترک دنیا مسلمانوں کا کام نہیں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے۔ دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو یعنی دنیا کی طلب نہ کرو بلکہ دنیا کے تمام کام کاج کرتے ہوئے دولت دنیاوی سے اس طرح الگ رہو جیسے کوئی مسافر اپنے سفر میں لگا ہوا ہے اور اسے منزل پر پہونچنا ہے۔ ترک دنیا کرنا ہندوؤں کا کام ہے اور مسلمانوں کا کام اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے دلچسپی نہ رکھنا ہے اگر دنیا چھوڑنے کا حکم ہوتا تو اللہ تعالیٰ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہ دیتا اور دوسرے فدیے رسول اکرمؐ وصول نہ فرماتے۔ اس لئے احکام شریعت کی تعمیل کرتے ہوئے دنیا میں رہنا اور فرائض کی تکمیل کرنا ضروری ہے۔

اور ترک دنیا جو محاورہ مسلمانوں میں مروّج ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ لذائذ دنیا اور دنیاوی مخمصوں کے چھوڑ دینے ہی میں لطفِ حیات ہے

اور دنیائے دنی کے باطل کاموں میں اُلجھے رہنے سے تعلق مع اللہ میں فرق آتا ہے اور اس قسم کے دنیاوی تعلقات باقی نہ رکھنے چاہیئے جس سے احکام شریعت کی تعمیل میں فرق پڑتا ہو۔

حضرت سعدیؒ نے بالکل سچ کہا ہے دنیا داری نام ہے اللہ سے غافل ہو جانے کا۔ ضروریات زندگی اور بال بچوں کی پرورش کرنا دنیاداری نہیں ہے۔

دنیاداروں کا ظاہر وباطن

ایک مرتبہ بندہ نوازؒ نے جواباً فرمایا دنیا داروں پر افسوس ہے کہ ان کے افعال ان کے اقوال سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ دنیا چاہیئے یا آخرت؟ تو کہنے کو یہی کہیں گے کہ آخرت درکار ہے مگر عملاً یہ حالت ہے کہ دوسروں کے چار پیسے کسی نہ کسی صورت سے حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور حصولِ زر کے ناجائز طریقہ اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں کرتے۔ اگر ان کے خود دو پیسے کہیں چلے جائیں تو ان کی صورت قابل دید ہوتی ہے آنکھیں گرجاتی ہیں اور چہرہ پر ہوائیاں اُڑتی ہیں۔ اس کے برخلاف اگر نماز جاتی رہے تو کبھی کبھار ایک دو مرتبہ زبان سے کلمہ استغفار پڑھ کر خاموش ہو جاتے ہیں انھیں کوئی خاص افسوس نہیں ہوتا۔ ان مثالوں سے بھی ثابت ہے کہ دنیا دار جو اللہ سے غافل رہتے ہیں انھیں اللہ کا بالکل خوف نہیں۔ یہ صرف سرسری طور پر زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل کے اندر نہیں ہے اور بعض لوگ تو دنیا داری میں اس بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ انھیں ممنوعہ اشیاء سے بھی پرہیز کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اگر سور و شراب کے کھاتے پینے کے موقع پہ ان کی

طبیعت کراہت کرجائے تو اور بات ہے ورنہ وہ حرام چیزوں کے استعمال سے بخوف الٰہی علیحدہ اور دُور نہیں رہتے۔ دنیاداری میں ایسے مشغول رہنے والے لوگوں پر جو اللہ سے خوف نہیں کرتے افسوس اور ہزار بار افسوس۔

مسلمانو! دنیا میں رہ کر اپنے متعلقین کی ضروریات زندگی پوری کرتے رہو اور رسُولِ اکرمؐ کی متابعت و پیروی میں زندگی بسر کرو تاکہ تمہیں کوئی منافقِ قول وعمل نہ کہے اور تم دنیا کی نظر میں ذلیل نہ ہو بلکہ ہر آن اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھکر عزّت وشان کی زندگی بسر کرو۔

غفلت کے نقصانات

ایک مرتبہ چند دانشمندوں کی موجودگی میں ان کے استفسار پر فرمایا انسانی حالات کی تین قسمیں ہیں حازم، جازم اور غافل۔ پھر ہر ایک کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا یہ دنیا حوادثات کی آماجگاہ ہے جو شخص کسی حادثہ سے پہلے ہی باخبر ہوگیا ایسے شخص کو حازم کہتے ہیں۔ اور جو شخص کسی حادثہ کے وقوع کے وقت سنبھل گیا وہ جازم ہے۔ اور جو شخص کسی حادثہ سے پہلے یا کسی حادثہ کے وقت بھی اپنے بچاؤ کی تدبیر نہ کرسکا اسے غافل کہتے ہیں اور یہی وہ تینوں حالات ہیں جنھیں اکثر انسانوں نے اپنی عادت بنا لیا ہے اور مسلمان کا سینہ اللہ نے احکام الٰہی سیکھنے اور جاننے کے لئے کشادہ کردیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ

ایسے مسلمان کے دل میں اللہ نورانی روشنی بھر دیتا ہے جس کے ذریعہ یہ آیندہ حادثات سے باخبر ہوجاتا ہے پھر اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دنیائے غرور وتکبّر سے بالکل دُور رہ کر ہر آن ہمیشگی کی دنیا کی طرف متوجہ رہ کر توبہ کرتا رہتا ہے اور موت جو مقررہ وقت پر آنے والی ہے اُس کے استقبال کے لئے ہر وقت مستعد

تیار رہتا ہے۔ اور توبہ واستغفار سے غفلت نہیں کرتا بلکہ ہر آن عذاب الہٰی سے بچنے کی تدابیر کرتا رہتا ہے یہ وہ مسلمان ہیں جو غافل رہنے والوں سے بالکل علیحدہ اور سر بلند ہیں اور ان کو غفلت کرنے والوں سے کوئی نسبت نہیں دیجا سکتی۔

اس لئے جو شخص حازم و جازم کی صفات نہ رکھتا ہو بلکہ غفلت کے بھنور میں سے نکلنے کی کوشش ہی نہ کرے تو نقصان در نقصان پاتا اور اپنے متعلقین کو بھی عذاب الہٰی میں گرفتار کرانے کا مجرم ہے۔ اس کے علاوہ بھی دنیا میں جس مقررہ کام کی انجام دہی سے غفلت برتی جاتی ہے وہ پورا نہیں ہوتا اور غافل کو ہمیشہ ہمیشہ شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ غفلت سے دُور رہے، غافل نہ بنے اور اپنے ہاتھوں اپنا خود نقصان نہ کرے۔

گناہوں سے پرہیز گناہوں کی لذتوں سے پرہیز کرتے رہنے کی بندہ نواز ہمیشہ تلقین کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا

دنیا کے دَم بھر کے مزہ کی خاطر گناہوں میں مبتلا ہونا عقل وشعور کے منافی ہے

عاقل ندہد سرّ الہٰی بہ ملاہی

(اللہ کے انعامات کو کوئی عقلمند کھیل کود میں ضائع نہیں کرتا)

اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے تو دین دنیا میں مزے ہی مزے ہیں۔

ایک روایت ہے کہ ایک بزرگ خواجہ مشکی جنکے جسم سے مشک کی خوشبو پھوٹنے پڑتی تھی۔ لوگوں نے پوچھا اے خواجہ! آپ کے پاس اتنا مشک کہاں سے آتا ہے جو روزانہ جسم پر ملتے ہیں؟ جواب دیا

میں اپنے جسم پر مشک ملتا نہیں بلکہ میرے جسم سے مشک کی خوشبو خود بخود نکلتی ہے۔ لوگوں کے اصرار پر کہا واقعہ یہ ہے کہ چلتے چلتے مجھے پیاس نے بہت ستایا۔ پانی پینے کے لئے میں ایک ڈیوڑھی پر گیا اور پینے کا پانی مانگا اندر سے ایک لونڈی پانی کا گلاس لائی اور مجھے برابر والے کمرہ میں بٹھا کر پانی دے کر جھپٹ کر اس نے کمرہ کا بیرونی دروازہ بند کر دیا۔ اتنے میں اندر سے بیگم صاحبہ بھی آگئیں اور مجھ سے ہم آغوشی کی بات کرنے لگیں جب میں نے انکار کیا تو دونوں نے مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دیں۔ اور قتل کر دینے کا ارادہ کیا لیکن مجھ پر خوف الٰہی طاری رہا۔ میں نے فوراً ہی کچھ سوچکر کہا اچھا بی بی پہلے بتایئے قدمچہ کہاں ہے؟ ان کے بتانے پر میں نے پائخانہ میں پہونچ کر اندر سے دروازہ بند کیا پھر قدمچہ میں کی پڑی ہوئی غلاظت ونجاست کو خوب اپنے جسم پر لگایا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ بیگم صاحبہ نے سر سے پاؤں تک مجھے غلاظت میں لتھڑا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ کیا؟ میں نے جواب دیا اس میں بڑا مزہ ہے ذرا کھا کر دیکھئے میں نے آج جی بھر کر کھایا اور باقی لگا لیا ہے کہ اب پھر لیٹ کر کھاؤں گا۔ بیگم صاحبہ کو میری صورت حال سے گھن آئی اور لونڈی سے کہکر مجھے ڈیوڑھی سے نکال دیا۔ اس ترکیب پر میں شاداں وفرحاں دریا کے کنارہ پہونچا اور خوب نہایا۔ اس دن کے بعد سے اب تک یہی کیفیت ہے کہ ہمیشہ جسم سے مشک کی خوشبو آتی ہے اور ذرا سا پانی جسم سے لگنے سے اور زیادہ مشک کی خوشبو پھوٹ پڑتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رہا۔

اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے کہ ایک امیر زادہ نے ایک عصمت مآب

کو تنہائی میں بیجا کر بھی اس کے خوف الٰہی کے اظہار پر اس سے کالا منہ نہیں کیا جس کے صلہ میں وہ ایک مرتبہ ایک پہاڑ میں سے جس کا دروازہ پتھروں سے بند ہو گیا تھا جاں بر ہوا۔

پھر ان روایتوں کے بعد فرمایا مسلمان وہی ہے جو ہمیشہ ہر قسم کے جرم و گناہ سے پرہیز کرے۔ اور جو لوگ گناہوں کی عارضی، موقتی اور ذرا سی دیر کی لذتوں میں پھنس کر احکام الٰہی کی تعمیل نہیں کرتے وہ ہمیشہ خسارہ میں رہتے ہیں۔ گنہ گاروں کا رزق کم کر دیا جاتا ہے اور حقیقی چین وسکون ان کے دل سے اللہ تعالیٰ چھین لیتا ہے۔ اور پھر آخرت میں بھی گنہ گاروں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اس لئے اس دنیا میں رہتے ہوئے ہر قسم کے جرم اور ہر ایک گناہ سے پرہیز کرو تاکہ اللہ تعالیٰ راضی رہے۔ اور اللہ کی رضامندی بہت بڑی چیز ہے۔

نفس کی شرارتیں

نفس موذی اور وسوسہ شیطانی نہایت ہی مہلک شیطان ہے اتنا کہنے کے بعد فرمایا بڑے بڑے بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ بھی ہر وقت نفس موذی کے شر و فساد انگیزی سے دور رہنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ کہیں باہر سے آئے اور چونکہ صرف جوان بیٹی ہی گھر میں تھی اور باقی سب لوگ کہیں اور گئے ہوئے تھے کہ آپ گھر کے باہر ہی بیٹھ گئے۔ سخت تیز گرم ہوا چل رہی تھی لوگوں نے کہا حضور اندر تشریف لے جائیں فرمایا۔ گھر میں اس وقت صرف لڑکی ہے اور ان کی والدہ وغیرہ باہر گئی ہوئی ہیں۔ اس لئے میں اکیلے گھر میں جانا پسند نہیں کرتا اللہ نفس موذی کے شر سے ہر آن اپنی پناہ میں رکھے۔

اس کے علاوہ ہمارے بزرگوں کا دستور رہا کہ حقیقی بہن بھائی بھی ایک اکیلے گھر میں نہیں رہتے تھے۔ اور چچازاد ماموں زاد بھائی بہنوں سے تو پردہ جیسی کیفیت تھی کہ سب کے سامنے خیریت خیر صلا پوچھی اور اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ کیا مجال کہ ہنس کے بات بھی کرلیں۔ اب تو زمانہ کا چلن ہی بدل گیا ہے لہٰذا عام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ ہر وقت جلوت وخلوت دونوں موقعوں پر احتیاط کریں اور نفس[1] سے بے خوف نہ رہیں یہ ملعون نفس ہر وقت داؤ گھات میں لگا ہوا ہے۔ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں سے ان کا اسلام وایمان اغوا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ رفتار گفتار نشست وبرخاست اور کھانے پینے تک میں پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بارگاہ الٰہی میں نفس کی شرارتوں سے دور رہنے کی ہر وقت استدعا کی جاتی رہے۔

پختہ ارادہ

بندہ نواز ؒ نے فرمایا پختہ ارادہ کے بغیر کوئی کام مکمل نہیں ہوسکتا۔ ارادہ ہی وہ چیز ہے کہ اگر مستحکم ہو تو پھر ہر چیز اپنی جگہ سے اس ارادہ کرنے والے کی وجہ ٹل جاتی ہے۔ اسی کو عزم محکم کہتے ہیں۔ اور جس شخص میں ارادہ کی قوت نہ ہو وہ کمتر جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ اسی پختہ اردہ کو دانشمندوں نے پختہ اعتقاد کے نام سے موسوم کیا ہے۔

---

[1] نفس کی تینوں قسموں نفس مطمئنہ، نفس لوامہ اور نفس امارہ میں سے یہ نفس امارہ ہی وہ موذی نفس ہے جو انسان کے افعال وکردار میں خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ اور مسلمان کو اس کے ایمان سے خارج کرانے کی سعی مسلسل میں لگا رہتا ہے۔ اس سے ہر حالت میں مکمل احتیاط کرنا ضروری ہیں۔ (از حجتہ اللہ الودود مؤلفہ علامہ صفدر حسین)

پختہ اعتقادی کی مثال میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ ایک دانشمند نے حضرت شیخ شبلیؒ سے مرید ہونے کی خواہش کی۔ شیخ نے کہا تم ہمارے مرید بننا چاہتے ہو تو بتاؤ ہم جو کچھ کہیں گے وہ کرو گے؟ دانشمند نے عرض کیا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ حضور جو کچھ فرمائیں گے وہ کروں گا اور اس سے سر مو انحراف نہیں کروں گا۔ شیخ نے کہا پختہ اعتقادی شرط ہے اگر پورے اترے تو مرید کر لیں گے۔ پھر ایک کمرہ کی جانب اشارہ کر کے کہا اس کمرہ میں جاؤ اور چالیس دن تک یہ وظیفہ زور زور سے پڑھو۔ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ شِبلی رسول اللّٰہ۔ اس دانشمند پختہ ارادہ رکھنے والے نے پورے اعتقاد کے ساتھ یہی عمل کیا۔ پھر اکتالیسویں دن شیخ نے کہا ہم نے تمہارے اعتقاد کا امتحان لیا تھا۔ جو کچھ تم نے پڑھا یہ کوئی عمل اور وظیفہ نہ تھا بلکہ مکمل اور واضح شرک کا جملہ تھا لیکن معلوم ہوا کہ تم واقعی عقیدتمند ہو۔ پھر کلمہ استغفار پڑھا کر کلمہ توحید پڑھایا اور کہا اب اپنا مطلب بیان کرو۔ دانشمند نے پھر وہی کہا کہ میں حضور سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ شیخ نے اس سے بیعت لی اور تلقین و تعلیم سے بہرہ یاب کیا۔ طلبگار کو چاہیئے کہ اس مثال کی طرح اپنے ارادہ و اعتقاد میں پختہ رہے تاکہ اُسے منزل مقصود ہاتھ آجائے[1]۔

---

[1] یہی حکایت الفاظ کے تھوڑے تغیر کے ساتھ تذکرۃ الاولیاء میں تحریر ہے اور حکایات الصالحین میں بھی ایک حق پرست کے نام سے مذکور ہے۔ علاوہ ازیں مُعلّم الادب میں تقریباً یہی حکایت مرقوم ہے (محمد اللہ اور ودمرتبہ اقبال الدین احمد)

چوٹی کی ممانعت

بندہ نوازؒ نے ایک دن فرمایا پرانے زمانے[1] میں دِلّی والوں میں چوٹی کی طرح بالوں کو گوندھ کر پیچھے ڈالے رکھنے کی رسم جاری تھی۔ پھر کسی کے استفسار پر فرمایا یہ رسم دِلّی والوں میں اس وقت سے پیدا ہوئی جبکہ دلّی پر ترکوں نے قبضہ کیا تھا۔ پھر کسی کے استفسار پر سید جی نے بیٹھ کر فرمایا یہ طریقہ مسلمانوں کا نہیں ہے۔ کیونکہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے۔

مَن استرسل شعرہ فی قفاہٗ حشرلہ یوم القیامۃ مع المخنّثین۔

جس مرد نے اپنے سر کے بال پیٹھ کی طرف لٹکاتے ہوئے چھوڑے تو روزِ محشر اس کا حشر مُخنثوں (زنانوں) کے جیسا ہوگا۔

اس حدیث کی صحت کے بارے میں شیخ الاسلام محبوب سُبحانیؒ کا بیان ہے کہ اس حدیث کی خوب اشاعت کرو اور میں اس حدیث کی صحت کا ضامن و ذمہ دار ہوں۔ کیونکہ رسُولِ اکرمؐ سے یہ حدیث شریف بغیر کسی واسطہ کے

---

[1] پرانے زمانہ سے مراد ہے سلطان محمد شاہ بہمنی کا زمانہ جو ۷۴۸ھ سے پہلے تک دکن میں حکومت کا ہے یا پھر اسی سے مراد علاؤالدین خلجی کے ۷۰۶ھ میں دکن پر حملہ کے بعد سے ہو یا پھر سلطان محمد شاہ تغلق بہمنی کا دور جو جس نے ۷۳۰ھ سے پہلے دہلی کے شرفاؔ امراء وغیرہ کو دیوگڑھی یعنی دولت آباد دکن روانہ کیا تھا غرضکہ یہ پرانا زمانہ ۷۲۰ھ سے پہلے کا ہے کیونکہ بندہ نوازؒ خواجہ اولیا رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۵ھ میں دلی میں پیدا ہوئے۔ اور یہ رسم شاید بنارس کے پانڈوؤں یا مدراس کے ہندوؤں کے رسم و رواج سے حاصل کی گئی۔ کیونکہ اگر ان کو فعل سرورِ عالمؐ سے مطابقت کرنا ہوتا تو صرف لڑکوں تک مخصوص نہ رکھتے بلکہ زیادہ عمر کے لوگوں کو بھی بالعموم زلفیں رکھنا چاہیئے تھا۔

بندہ ایں جا نب کو پہونچی ہے ۔

اس ارشاد کے تحت ترقیم ہے کہ خواتین کی مانند نوجوان لڑکوں کا چوٹی رکھکر خوبصورت بننا مسلمان کے شایان شان نہیں ۔ ایرانی مذاق یا زنانہ پن کا اظہار کسی مسلمان کو زیب دینا تو کجا یہ احکام شریعت کے بالکل منافی ہے ۔

ذو معانی جملے ایک مرتبہ آپ کے بھتیجے سید احمد اور ابوالمعانی وغیرہ اکثر اشخاص کی موجودگی میں بندہ نوازنے فرمایا ایسے ذو معانی جملے جن کے کم از کم دو معنی نکلتے ہوں ہرگز ہرگز گفتگو میں نہ لائے جائیں کیونکہ انھیں سن کر ہر ایک اپنے اپنے مزاج ومطلب کے موافق معنی مراد لیتا ہے جس سے فتنہ وفساد رونما ہوتا ہے لوگوں نے پوچھا ذو معانی جملے کیسے ہوتے ہیں فرمایا مثلاً یہ جملہ غارالغاران غار ذوالغیران ۔ آپ ہی اس کے معنی بتایئے جس پر سید احمدؒ نے کہا اجازت ہو تو عرض کردں اس کے معنی غیر مہذب ہیں ۔ فرمایا ہاں بیان کرو ۔ چنانچہ سید احمد نے کہا اس کے معنی ہیں کہ ذوالغیراں یعنی دولتمندوں کو غاران یعنی دو غاروں شکم وفرج نے غارت کردیا ۔ فرمایا یہ بالکل صحیح معنی ہیں لیکن بعض جاہل اور پڑھے لکھے اس کے معنی یوں کرتے ہیں کہ یار غاروں کی نشست ایک دن دو پہاڑوں کے درمیان کا غار بن جاتی ہے یعنی لوگوں کو باہمی طور پر مل جل کر نہ بیٹھنا چاہیئے اور یہ معنی رسول اکرمؐ کی اس حدیث کے مخالف ہیں کہ باہمی تحفہ تحائف دیتے لیتے رہو تاکہ محبت والفت میں اضافہ ہو ۔ پھر اس معنی کے مدنظر تمدن اسلامی پر ضرب کاری پڑتی ہے ۔ اور اسلامی مجلسوں میں مسلمانوں کی نشست کا حکم بالائے طاق ہوجاتا ہے ۔ اور اس قسم کے دیگر جملے بھی ہیں ان تمام ذوالمعانی جملوں کی ادائیگی سے ہر انسان اور خصوصاً مسلمانوں کو ہرگز نہ

پرہیز کرنا چاہئے تاکہ مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف رونما نہ ہونے پائے۔

خوش مزاجی

ایک مرتبہ فرمایا شیخ کو ہمیشہ ہر مجلس میں ہر اک کے ساتھ خشک، سادہ، فلسفیانہ انداز کی باتیں کرنا لازم نہیں بوقت ضرورت کبھی کبھی مزاح بھی کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ مذاق کی بات کسی کی دل آزاری کا سبب نہ ہو نیز احکام شریعت پر اس کے کسی گوشہ سے کوئی حرف نہ آتا ہو۔ جیسے ایک مرتبہ پیرومرشد شیخ الشیوخ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے ایک تازہ ولایت مسافر سے پوچھا۔ یہ تو بتاؤ کہ تم سے دوران سفر میں فقیروں اور درویشوں نے کیا کیا سلوک کئے؟ مسافر نے کہا سرکار! دوران سفر میں اکثر فقرا سے میری ملاقات رہی۔ کسی نے چادر، کسی نے خلعت، کسی نے جبہ اور کسی نے لباس عنایت کیا مگر افسوس ان میں سے اب کوئی موجود نہیں کیونکہ سب سرمایہ چوری ہوگیا سرکار اپنا پیراہن عنایت فرماویں تو سب کا نعم البدل ہو جائے گا۔ چنانچہ پیرومرشد نے فوراً اسی وقت پیراہن اتار کر مرحمت فرمایا اور ازروئے مزاح فرمایا چوروں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا اس سے کم تم نے ہم سے سلوک نہیں کیا۔ یہ جملہ سنتے ہی تمام اہل مجلس ہنسنے لگے۔

یہ روایت بیان کرکے پھر بندہ نوازؒ نے فرمایا اس قسم کا مزاح گاہے گاہے حسب موقع روا ہے اور اس طرح کی خوش مزاجی کو طریقت میں بھی معیوب نہیں کہا جاتا، ہاں ہر وقت ایسی باتیں کرنا شیخ کے لئے ناز یبا اور ارادت مندوں کے حق میں سم قاتل و زہر ہلاہل ہیں۔

خوش اخلاقی

ایک مرتبہ بندہ نوازؒ نے یہ روایت بیان فرمائی کہ حضرت علیؓ نے ایک دن اپنے غلام کو کئی مرتبہ

آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر آپؒ نے دوسرے لوگوں کی جانب توجہ کرتے ہوئے فرمایا آقا کی خوش اخلاقی سے غلام بداخلاق بن جاتے ہیں یعنی جب آقا بے انتہا مراعات کرتا رہتا ہے تو غلاموں کو اپنے آقا کے سامنے حاضر رہنے کی فکر نہیں رہتی۔

اس کے بعد فرمایا۔ غلام کی بداخلاقی سے آقا کی خوش اخلاقی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ آقا اور شیخ کو ہمیشہ خوش اخلاق اور بامروت رہنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس کے پاس آتے اور فیض یاب ہوتے رہیں۔ اور خوش اخلاقی وہ عمدہ صفت ہے جس سے رسول اکرمؐ خود موصوف تھے آپؐ نے تمام مسلمانوں کو خوش اخلاق بننے کی عملی تعلیم دی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ تمام شیوخ خوش اخلاق تھے۔ اور ان کے ارادتمند بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اسی خوش اخلاقی کی وجہ اغیار ہمارے کردار کے مدنظر اپنے اعمال و عقائد بد سے توبہ کر کے مشرف اسلام ہوتے آئے ہیں اور اس صفت سے موصوف کی ہر ایک عزت کرتا ہے۔

زندگی بہتر یا موت

ایک مرتبہ بندہ نوازؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کا باہمی اختلاف رائے ہے۔ بعض زندگی کو اور بعض موت کو بہتر کہتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک تو سرور عالمؐ کے ایام حیات ظاہری میں زندگی پُر رونق و بہترین تھی اور اب مرنے سے پہلے مرجانا بہتر ہے۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا اس دنیا میں اسلامی تبلیغ کی اشاعت کے لئے جینا ضروری ہے۔ تاکہ قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے بعد جو موت طاری ہوجاتی ہے وہ نہ آسکے اور مومن ہمیشہ زندہ رہے۔

عبادت الٰہی

بندہ نوازؒ نے ایک مرتبہ بطور خاص فرمایا اللہ نے انسان

و جنات کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ عبادت کرنے سے بندہ کو بے انتہا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ بندہ جو عبادت کرتا ہے یہ درحقیقت اللہ کے حکم کی تعمیل ہے۔ عبادت اس غرض سے نہیں کی جاتی کہ اللہ رزاق ہم کو زیادہ رزق دے اور عبادت سے یہ لالچ بھی نہیں ہوتی کہ جنت ملے گی اور عبادت اس خوف سے بھی نہیں کی جاتی کہ دوزخ درپیش ہے۔ اگر جنت و دوزخ کا وجود بھی نہ ہوتا تو کیا بندے عبادت نہ کرتے ؟ نہیں نہیں۔ بندہ کو چاہیئے کہ کسی ضرورت، کسی مصلحت اور کسی نفع و نقصان کا خیال کئے بغیر اللہ کی عبادت کرتا رہے۔ کھر یہ شعر پڑھا

ملک دو عالم نخواہد آنکہ خواہد یار را ‌‌‌‌ در نظر جنت نیاید عاشق دیدار را

(یعنی یار (پروردگار) کا طالب کونین کی مملکت کے حصول کی خواہش نہیں رکھتا اور دیدار الٰہی کے عاشق کی نظر میں جنت جیسی چیز بھی ہیچ ہے)

غرض کہ بندہ کو چاہیئے کہ وہ بہ تعمیل حکم الٰہی اللہ کی خواہش میں اللہ اور صرف اللہ کی عبادت کرے[1]

عبادت الٰہی سے سب سے بڑا فائدہ یہ کہ بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہ کر اپنے حالات کہتا اور اس کے احکامات سنتا ہے۔ اور

---

[1] علامہ صفدر حسین نے لکھا ہے کہ عبادت شرعی کی دو حالتیں متعلق ہیں ایک یہ کہ عابد اپنی ہر عبادت کے وقت بعین الیقین دیکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور عبادت کی یہ ابتدائی حالت اپنے خشوع و خضوع کے اندر وہ شان رکھتی ہے کہ یہ عبادت رنگ حقیقت اختیار کر لیتی ہے اور عبادت کی دوسری قسم وہ عبادت الٰہی ہے جس کی انتہائی حالت میں حضور و شہود کی کیفیت اس عبادت گزار پر طاری ہو جاتی ہے جس کے لئے سرور عالم نے فرمایا ہے کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (نماز میں آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں) اور یہی وہ راہِ بصیرت ہے جس کی دعوت آپ کی رسالت کی شاہد ہے۔
اسی لئے رسول اکرم ؐ نے فرمایا ہے اللہ کی عبادت کرو اور اس طرح عبادت کرو گویا

(بقیہ صفحہ آئندہ)

اور جب بندہ کی اللہ تک رسائی ہوگئی تو پھر کائنات کی ہر چیز جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے ان تمام اشیاء پر عبادت گذار بندہ کا قبضہ اختیار ہوتا ہے۔ وہ جس چیز کو جب اور جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے خدانخواستہ اگر عبادت میں کسی دوسری چیز کی رغبت رہی تو ایسی محنت و مشقت، عبادت الٰہی نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ تمسخر ہے اور ہلاکتیں مول لینے کا پیش خیمہ ہے۔

انسانی قوت

بندہ نوازؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ شیاطین و طاغوت و دیو کی قوتیں مسلمان کی قوت کا کبھی بھی مقابلہ نہیں کرسکتیں اور ہر قسم کی قوت، بیکار و باطل اور کمزور پڑجاتی ہے۔ اکثر و بیشتر مواقع پر حضرت علیؓ نے بڑے بڑے طواغیت اور دیووں کی قوت کو پست و زیر کیا ہے حضرت حمزہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک دن حضرت سلیمان پیغمبرؑ کے ایک قید کردہ دیو کو آزاد کیا تو یہ کمبخت دیو آپؓ ہی سے اُلجھ پڑا اور آپ (حضرت علی) نے اُسے پچھاڑ کر مار ڈالا۔

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ پُرانی دلی کے بالائی حصار پر جو دیو رہا کرتا تھا جب اس نے لوگوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو ایک مقامی بزرگ نے اس سے کہا میں تجھے ہلاک کردوں گا اور پھر اس دیو کے مارنے کی کوشش کی ہی تھی کہ یہ دیو موت سے پیچھا چھڑا کر بھاگ گیا۔ اب اس بالائی حصار[۱] پر کوئی دیو نہیں ہے۔

تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم میں اس دید کی سکت نہیں تو عبادت الٰہی اس طرح کرو گویا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اس کے حضور باادب خشوع و خضوع سے اس کی تعریف کے گن گا رہے ہو۔ (حجتہ اللہ الودود ص۶۰)

[۱] پرانی دلی سے بندہ نواز کی مراد وہ پر رونق دہلی ہے جہاں قلعہ ہے اور نئی دہلی بندہ نواز

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

فقراء کا غصّہ ایک مرتبہ فرمایا فقیروں کا غیظ و غضب بہت زیادہ سخت معاملہ ہے۔ شیخ اوحدی کرمانی رح کا واقعہ ہے کہ ایک ترکی نے آپ کو یہ سُن کر قتل کرنا چاہا تھا کہ آپ کو خوبصورت لڑکوں کی طرف لگاؤ ہے۔ چنانچہ ایک قد آور مضبوط جسم خوبصورت نوجوان ترکی ایک دن آپ کا کام تمام کرنے کے لئے خنجر لئے اُچھل کر آگے آیا اور آپ نے طیش میں آکر یہ رُباعی پڑھی:۔

سہل است مرا بزیر خنجر بودن ۔۔۔ در بہر رضائے دوست بے سر بودن[ن]
تو آمدۂ کہ محسدے را بکشی ۔۔۔ غازی چو توئی رواست کافر بودن

(ترجمہ:۔ خنجر(جنبیہ) سے مجھے قتل ہونا آسان معلوم ہوتا ہے تاکہ اللہ کی رضامندی کے مدنظر اپنی جان پیش کردوں۔ اور اے نوجوان تو اس شخص کو قتل کرنا چاہ رہا ہے جس پر دوسرے لوگ حسد کرتے ہیں اور اگر اس طرح تیرا غازی بن کر مجھے قتل کرنا تیرے نزدیک درست ہے تو مجھے خوشنودی الٰہی کے پیش نظر اپنے خیال کے موافق کافر سمجھ کر قتل کر سکتا ہے:)

یہ سننا تھا کہ اس قد آور مضبوط ترکی جوان کے ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا اور جہاں کھڑا تھا وہاں بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر بعد جب لوگوں نے اس کا قصور معاف کرا دیا اور واقعہ دریافت کیا تو اس ترکی جوان نے کہا حاسدوں نے مجھے آپ کے قتل پر آمادہ کیا اور جب میں آپ

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) کے زمانہ میں اس دلی کو کہتے تھے جو فیروز شاہ نے آباد کی تھی۔ اب ان[ن] تو شہر دہلی سے تقریباً آٹھ نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ بندہ نواز کے زمانہ میں موجودہ شہر دہلی کو پرانی دلی اور فیروز شاہ کی آباد کی ہوئی بستی کو نئی دلی کہتے تھے۔ انقلاب ۱۹۴۷ء کے کچھ پہلے سے یہ پر رونق نہیں رہی۔ اور اسی بے رونقی کی وجہ سے یہ پرانی دلی کہلاتی ہے۔

پرواز کرنے والا ہی تھا کہ آپ کے استغار سن کر زمین نے اس طرح مجھے پکڑ لیا گویا کسی درخت میں باندھ دیا ہے میرا ہاتھ اور پورا جسم بے حس و حرکت ہو گیا اور میرا جوڑ جوڑ لرزنے لگا۔

اسی طرح اکثر فقیروں کے واقعات ہیں کہ وہ طیش میں جو کچھ کہہ دیتے ہیں فوراً ویسا ہی اثر ہوتا ہے۔ انسان جلنے لگتے ہیں اور پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہیں۔ اس لئے فقیروں کو طیش میں لانے کی کوئی بات نہ کی جائے اور ان کے غصہ کی حالت میں ان کو ٹھنڈا کرنے کی تدابیر خوش اسلوبی سے انجام دی جائیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس وہ قوتِ الہٰی موجود ہوتی ہے جس کا کوئی طاقت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

شریعت و حقیقت

بندہ نوازؒ کی ایک تصنیف کا نام "خزینۃ الامثال" ہے اس میں آپ نے لکھا ہے کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ تمام دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ "حقیقت" اسرار و رموز کا نام ہے لیکن میں سید محمد گیسو دراز کہتا ہوں کہ "شریعت" دراصل ایک راز ہے۔ اور حقیقت کے حالات و اسرار وغیر قلندروں، ملحدوں، زندیقوں اور شیعوں وغیرہ کی زبانی میں نے سنے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جوگیوں اور برہمنوں نے بھی مجھے سنائے ہیں۔ اس کے برخلاف "شریعت" ایک راز ہی راز ہے جسے غیر مسلم اب تک معلوم نہ کر سکا۔

علاوہ ازیں آپؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ رسول اکرمؐ کے احکام کی مکمل تعمیل کرنا شریعت کے احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ اور شریعت سے مراد یہی معنی رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں آپؐ کے اسرار رسالت اور آپؐ کی رحمتوں کی وسعت کے اسرار معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

پھر ایک مرتبہ بیان فرمایا احکام رسالتمآبؐ کی مکمل پیروی کرنا شریعت اسلامی کی تعمیل ہے۔ اور جب شریعت اسلامیہ کے احکام مسلسل پوری تندہی اور خلوص سے انجام دئے جاتے رہیں تب کہیں طریقت سے واقفیت کا محل آتا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا شریعت و طریقت دو متضاد صورتیں نہیں بلکہ شریعت پہلا امتحان ہے جس کے احکام پر تعمیل کرتے ہوئے طریقت کے امتحان دئے جا سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے لوگوں کو چاہیئے کہ احکام شریعت کی پوری پابندی سے تعمیل کریں تاکہ راہ طریقت جلد طے ہو جائے۔

مزاروں پر فاتحہ خوانی

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا پرانے زمانہ میں دلّی میں اکثر بزرگوں کے مزار تھے۔ جہاں ہم نے فاتحہ خوانی کی ہے۔ مگر سلطان تغلق کے فتنہ و فساد انگیزی کے بعد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء اور چند بزرگوں کے مزار عیدگاہ کی پشت وغیرہ پر باقی رہ گئے۔ ان کے سوائے دیگر بزرگوں کے مزار مفقود ہو گئے ہیں۔ مزاروں پر فاتحہ خوانی اول تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک ہے کہ آپؐ نے لوگوں کے مزاروں پر دعاء مغفرت کی تھی۔ اور اب ہم لوگ اس لئے فاتحہ خوانی کرتے ہیں کہ اہل مزار اپنے مزار میں خود عبادت الٰہی کر کے ثواب حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم ان پر اللہ کے احسان و اکرام کی مزید بارانِ رحمت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں اپنے لئے بھی دعائے مغفرت کرتے اور صاحبان مزار کے مزار

پر جا کر عبرت بھی حاصل کرتے ہیں کہ جب اتنے بڑے بڑے بزرگ نہ رہے تو ہماری کیا حیثیت ہے۔ اس لئے جو کچھ اللہ سے مانگنا ہے اور عبادت کرنا ہے وہ جلد تر کریں اور ہر لحہ موت کی آمد کے استقبال میں کمربستہ رہیں۔ اور پھر فاتحہ خوانی کرنے والا خود اللہ کے احسان و اکرام حاصل کرتا ہے۔

عظمت مزار بختیار کاکیؒ

مزاروں پر فاتحہ خوانی کے سلسلہ میں بندہ نواز نے فرمایا دلی میں خواجہ بختیار الدین کاکی اوشیؒ کے مزار کی حالت یہ ہے کہ ہر لحہ یہاں انوار و تجلیات الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور ساتھ ہی ارواح مقدسہ کی بکثرت آمد و رفت رہتی ہے۔ یہاں حاضری پر جلال و ہیبت خداوندی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ برہا برس ہم نے بھی خود یہاں شب بیداری کر کے استفادہ کیا ہے۔ اگر اب بھی کسی کو یہاں قیام کی توفیق عنایت ہو تو وہ یقینی طور پر دولت سرمدی سے خالی ہاتھ واپس نہ ہوگا۔

یہاں عبادت میں جو لطف آتا ہے وہ زبان سے ادا نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ قال و حال میں بہت بڑا فرق ہے۔

تحقیق مقبرہ شیخ صلاح الدینؒ

مزاروں پر فاتحہ خوانی کے سلسلہ میں فرمایا کہ شیخ صلاح الدینؒ کا مزار ایک ایسے چبوترہ پر تھا جس پر کوئی گنبد نہ تھا بعد میں شیخ کے ایک مرید یعقوب خواجہ سرا نے بصرف زر کثیر مقبرہ وغیرہ بنوایا جو اب ہمارے زمانہ میں قابل دید ہے۔ اور شیخ میں پرواز کی اتنی قوت تھی کہ جب جہاں چاہتے فوراً پہونچ جاتے تھے۔

پرواز و سیر

ایک مرتبہ بندہ نوازؒ نے قرآن کریم کی آیتہ
وسخرنا لسلیمان الریح غدوھا
شھر و رواحھا شھر (ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہوا مسخر و تابعدار کر دی تھی جس کے ذریعہ مہینوں کی مسافت گھڑیوں میں طے کر لیا کرتے تھے) کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا میں پرواز کرتا تھا۔ اور اسی طرح کی پرواز کی قوت اللہ نے اپنے عاشقوں کو عنایت فرمائی ہے کہ وہ غلبہ شوق میں فرش زمین سے عرش معلیٰ تک آناً فاناً پرواز کرتے اور آمد و شد کرتے ہیں اور دنیا میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک آمد و رفت کرنا ان کے لئے معمولی بات ہے عروج و نزولی کیفیت کے وہ حامل ہوتے ہیں۔ پیر تو پیر اکثر مریدوں کی بہ نظر کرم یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مرشد کی خدمت میں پرواز کرتے رہتے ہیں۔

علاوہ ازیں ایک دن ہمارے پیرو مرشد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے فرمایا تھا کہ ہمارے شیخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ نے ایک مرتبہ امیر خسروؒ سے یوں ارشاد کیا۔ خسرو! آج چند مرتبہ ہماری آنکھ جھپکی اور ہر مرتبہ ہم عرش بریں کی سیر کر آئے۔

دیکھی آپ لوگوں نے قوت پرواز۔ عابدوں اور ارادت مندوں کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ریاضت کر کے سیر کی قوت پیدا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے قوتِ پرواز بھی دے دے۔ عبادت کے زمانہ میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ اس کو خود اپنی خبر نہ رہے اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دے یہاں تک کہ جس چیز کی ضرورت ہو وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ اور تمام حقوق ادا کرتے ہوئے اللہ سے لو لگالے۔ تو بارگاہ صمدیت کی حضوری کی وجہ وہ دنیا سے بے نیاز ہو جائیگا۔

تقرّبِ الٰہی

ایک مرتبہ بندہ نوازؒ نے ذیل کی حدیث قدسی بیان فرمائی۔

مازال عبدی یتقرب الی النوافل	جب میرا بندہ میری محبت کی خاطر نوافل پڑھتا ہے تو میں اس سے قریب ہو جاتا ہوں
حتیٰ احببتہ	یہاں تک کہ اسے دوست رکھنے لگتا ہوں۔
فکنت سمعہ الذی یسمع بہ	میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔
وبصرہ الذی یبصر بہ	میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔
ویدہ الذی یبطش بہ	میں اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ گرفت کرتا ہے
ورجلہ الذی یمشی بھا	میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے
ولئن سألنی لاعطینہ	اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یقیناً اس کی طلب پوری کرتا ہوں۔
وان استعاذنی لاعذینہ	اور اگر دوسری چیزوں سے میری پناہ میں آتا ہے تو میں فوراً اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔

پھر تشریح کرتے ہوئے فرمایا نوافل پڑھنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ دیدارِ الٰہی جو سب سے زیادہ بڑی دولت ہے ہاتھ آتی ہے۔ اور اسی حدیث کی تشریح ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

(ترجمہ) میری آنکھوں میں دوست کا نقشہ کھنچا ہوا ہے اور چونکہ ان میں دوست کا نقشہ ہے اسی لئے یہ آنکھیں مجھے بیحد پسند ہیں ۔۔ دوست کی آنکھوں سے آنکھیں پھیر لینا مناسب و زیبا نہیں اور یہاں یہ کیفیت ہے کہ آنکھ کے بجائے وہ خود موجود ہے، پھر یہ آنکھیں در اصل دوست کا مجسمہ پیکر بن گئی ہیں۔

تجلیات

بندہ نوازؒ کا بیان ہے کہ ہم جب اجودھن میں شیخ الاسلام شیخ فرید الدین مسعودؒ کی زیارت کے لئے گئے تو آپ کے نواسہ شیخ منور نے ہمارا استقبال کر کے ہمیں روضہ ہی میں ٹھہرایا۔ ایک دن ہم ذکر و شغل میں تھے کہ شیخ منور کے ایک نوکر نے ہمارا سر دھڑ، ہاتھ پاؤں وغیرہ کٹے ہوئے الگ الگ پڑے دیکھے اور یہ منظر دیکھکر وہ چلانے لگا دوڑو قتل ہوگیا۔ اس پر دوسرے نوکروں چاکروں نے ہمارے اعضا الگ الگ پڑے دیکھے اتنے میں شیخ منور بھی آئے اور انھوں نے ہمیں صحیح و سالم قبلہ رو بیٹھے دیکھا پھر سب لوگ بالکل چپکے ہوگئے پھر ہم جب اجودھن سے رخصت ہونے لگے تو شیخ منور نے ہمارے روانہ ہوتے وقت اس واقعہ دریافت کیا ہم نے ان کے اصرار پر کہا۔ احکامِ الٰہی

وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شُبِّہَ لھم

لوگوں نے انھیں قتل کیا اور نہ پھانسی دی بلکہ یہ سب لوگ شبہ میں پڑ گئے۔

کی عجیب عجیب تجلیات ہیں اور اسی شان کو تجلی کہتے ہیں جس میں صرف آنکھیں اور دل و دماغ ہی نورانی نہیں ہوتیں بلکہ ہر جسم کا جوڑ جوڑ شانِ تجلیات الٰہی کی تاب نہ لاکر الگ الگ ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک مرتبہ فرمایا کہ روز محشر تمام مسلمانوں کو تجلّی ہوگی لیکن اس دنیا میں بھی بندہ اپنے مالک و آقائے کل کو بچشم خود دیکھتا ہے اور پروردگار عالم کی شان تجلی بھی یہی متقاضی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو تجلیات سے نوازتا رہتا ہے۔

پروردگار کی تجلی سے مستفیض ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے مشکل تو یہ ہے کہ نور نبوت سے مستنیر و درخشاں ہونے میں بڑی ہی مشکلات کا سامنا

کرنا پڑتا ہے اور جسے سرور عالم اپنے نور نبوت سے تابان فرما دیتے ہیں وہ جب چاہتا ہے تجلی الٰہی کر لیتا ہے۔

اسی لئے اصل جڑ کو پکڑنا اور احکام رسالت مآبؐ کی کما حقہٗ تعمیل کرنا لازمی ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ

اللہ تعالیٰ ہر لحظہ اپنی عجیب دعجیب شان بان دکھاتا رہتا ہے لفظ شان کے معنی اب تک ہماری آپ کی دکھنی زبان میں شان بان ہی کے رائج ہیں اور یہی معنی مشہور ومتعارف ہیں۔ اور عام لوگوں کو اس کی مخلوقات دیکھ کر اس کی بلند شان نظر آتی ہے۔ پھر فرمایا اسی لفظ شان کے معنی ایک بادشاہ نے اپنے دانشمند وزیر سے پوچھے اور کہا " كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ کے وہ شگفتہ معنی بیان کرو جس سے ما بدولت از بس محظوظ ہوں" دانشمند وزیر نے کچھ سوچ کر فوراً دست بستہ عرض کیا۔ شاہ عالیجاہ! شگفتہ و دلچسپ معنی بیان کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت دی جائے۔ شاہ نے مہلت یک روزہ منظور فرمائی۔ لیکن وزیر سخت پریشان تھا کہ اس کے شگفتہ معنی کیا بیان کرے۔ اسی تردد میں تھا کہ وزیر کے چہرہ بشرہ سے ایک منہ چڑھے حبشی غلام نے تفکرات کے آثار معلوم کرکے سبب پریشانی پوچھا۔ وزیر نے ماجرا کہا۔ حبشی غلام نے کہا بادشاہ سلامت جس ڈھب کے معنی پوچھنا چاہتا ہے میں بیان کرسکتا ہوں۔
وزیر نے کہا بتاؤ۔ غلام نے کہا یہاں نہیں بادشاہ کے حضور میں بیان کروں گا۔ چنانچہ وزیر اپنے اس سرکاری حبشی غلام کو ساتھ لیکر بادشاہ کے پاس پہونچا۔ پھر بادشاہ سلامت سے اجازت لیکر پیشی میں پیش کیا بادشاہ نے کہا كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ کے پُر ذوق معنی بیان کرو؟

غلام نے زمین بوس ہو کر کہا شاہ عالیجاہ! اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے اس کی رنگا رنگ شان و قدرت کو دریافت کرنے کے لئے اگر آپ کا دل بے قرار اور طبیعت بے چین ہے تو یہ سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ دم بھر میں ذلت سے عزت، شان و شوکت سے کس مپرسی، مرض سے صحت، بیماری سے تندرستی، سرمایہ داری سے مفلسی اور فقیری سے دولتمندی کی طرف پھیر دیتا ہے اسی حالت کو "کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ" کہتے ہیں یہ جواب سن کر بادشاہ بہت محظوظ و مسرور ہوا۔ پھر وزیر کی جانب مخاطب ہوا کہ خلعت وزارت اسی کو پہنا دو یہ اس کا اہل ہے۔ غلام نے خلعتِ وزارت پہن کر کہا شاہ عالیجاہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان قدرت ہے۔ اور وہ یہی کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا شکر ادا کرنے والے کو اور زیادہ نوازتا ہے۔

معلوماتِ صوفیا۔

صوفیاء کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ایکدن امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے شیبان راعی صوفی کا گذر ہوا۔ امام شافعی نے کہا میں اس صوفی سے ایک مسئلہ پوچھ لیتا ہوں۔ امام احمد بن حنبل نے کہا یہ بے ڈھب جماعت کے افراد ہیں ان سے پوچھ گچھ مناسب نہیں مگر امام شافعیؒ نے شیبان راعی صوفی کو آواز دیکر بلوایا اور کہا جناب صوفی صاحب ایک شرعی مسئلہ درپیش ہے آپ جواب بتائیے اگر کسی کی ایک وقت کی نماز فوت ہو جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ کس وقت کی نماز فوت ہوئی تھی تو اس حالت میں نمازی کو کیا کرنا چاہیئے؟

صوفی صاحب نے فوراً جواب دیا ایسے غافل شخص کو چاہیئے کہ پانچوں وقت کی نماز بالترتیب پھر سے پڑھے۔ یہ جواب سن کر امام احمد ابن حنبل

بالکل خاموش ہوگئے اور امام شافعی نے خوشی کے عالم میں بیتاب ہوکر کہا جب صوفیاء میں سے شیبان راعی جیسے غیر عالم صوفی کا یہ حال ہے تو ان کے شیوخ و خواجگان کا کیا حال ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا ادب و فلسفہ اور قرآن و احادیث پڑھنے کے بعد علم تصوّف پڑھ کر صوفی بنا جاتا ہے۔ اور جو لوگ احکام شریعت پڑھے بغیر ہندو ویدانت و تصوف کا خود اظہار کر کے صوفی کہلانا چاہتے ہیں۔ یہ باطل پرست ہیں اور علم تصوّف سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

کوائف سالکان

ایک مرتبہ فرمایا گذشتہ زمانہ میں سالکوں کی کثرت کی وجہ یہ تھی کہ ہر شخص سالکان راہِ حق کی پیروی کرنا اپنا شیوہ بنائے ہوئے تھا۔ سب لوگ چاہتے تھے کہ ہم کو کوئی بُرا نہ کہے اور ہم بھی راہِ راست کے کم از کم ادنیٰ رہرو بن جائیں ہم سے کوئی غلطی سرزد نہ ہونے پائے۔ ہم راہِ حق کی پیروی میں ثابت قدم رہیں۔ مثال کے طور پر خواجہ سری سقطیؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ ساٹھ درہم میں ایک مزربہ (گرز) خرید کر دل میں کہا اسے پینسٹھ درہم سے زیادہ فروخت نہ کروں گا کیونکہ یہی منافع مناسب ہے۔ تھوڑے دن بعد ایک ضرورتمند آیا اور اس نے یہ گرز خریدنا چاہا۔ خرید و فروخت کی بات پر آپ نے اس کے (۶۵) درہم مانگے۔ خریدار نے کہا اس وقت بازار میں اس کی قیمت (۷۰) ہے۔ اگر آپ اپنی نیت کے موافق اس کے ۶۵ درہم لینا چاہتے ہیں تو میں بازار کے بھاؤ (۷۰) درہم سے کم پر خریدنے کے لئے تیار نہیں۔

چونکہ دونوں سالک تھے اور راہ حق کی پیروی سے سرمو انحراف کرنا

نہیں چاہتے تھے اس لئے خرید و فروخت نہ ہو سکی۔

علاوہ ازیں اپنی تالیف قوت القلوب کے حوالے سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ گذشتہ زمانہ میں کسی خریدار نے بازار میں پہونچکر پوچھا یہاں کس دوکاندار کا لین دین اچھا ہے؟ بازار والوں نے کہا سب ہی دکاندار نیک طینت ہیں جس سے چاہو سودا سلف خریدلو۔ پھر تھوڑے دنوں میں اس ہی خریدار نے بازار میں آکر نیک نیت دکاندار کا پتہ پوچھا تو لوگوں نے کہا فلاں فلاں کے علاوہ اور جس سے چاہو سودا سلف لے سکتے ہو۔ پھر تیسری مرتبہ ایک عرصہ کے بعد یہی خریدار بازار آیا اور خوش معاملہ و نیک نیت دکاندار کا پتہ دریافت کرنے پر اس سے لوگوں نے کہا کہ فلاں فلاں کے علاوہ کسی اور سے سودا سلف نہ خریدنا۔ لوگوں کا یہ جواب سن کر آنے والے خریدار کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا پھر تھوڑی دیر بعد اس مسافر خریدار نے کہا شاید عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ کہنے والے کہیں گے اب کسی سے کوئی معاملہ نہ کرو کیونکہ معاملہ کا کوئی سچا نہیں رہا ہے۔

یہ قصہ بیان کرنے کے بعد بندہ نوازؒ نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا آج وہ زمانہ ہے جس میں صداقت و حق پرستی کا نام تک نہیں اور حق کی پیروی کرنے والا سالک تو ہزاروں میں ایک مشکل ہی سے ملے گا۔

غرضکہ سالک یعنی راہ حق میں راست روی کرتے ہوئے لوگوں سے صحیح معاملات کرنے والا اس زمانہ میں پھر پیدا ہونے چاہیئے تاکہ احکام رسالتؐ کی مکمل پیروی کا سلسلہ جاری رہے

خاموشی ایک مرتبہ فرمایا فقراء کا طریقہ رہا ہے کہ وہ بات چیت کرتے رہنے کو پسند نہ کرتے بلکہ زیادہ تر خاموش رہتے اور خاموشی

ہی کو صفت عاشقی فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک فقیر سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواباً کہا اگر مخلوق کی بابت کوئی گفتگو کی جائے تو مخلوق اس لائق نہیں رہی ہے کہ اس کے متعلق کوئی بات چیت کی جائے اور اگر اللہ تعالیٰ کے احسانات وغیرہ کا تذکرہ کیا جائے تو اس کے احسانات و انعامات اتنے زیادہ ہیں جنھیں تمام زبانیں مل کر بھی بیان نہیں کر سکتیں

۷ اس لیئے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ اور سکوت وہ طریقہ علاج ہے جس کی وجہ سے کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی۔

افطار ایک بزرگ مولوی شیخ عمر نے ایک مرتبہ بندہ نواز ؒ سے دریافت کیا کہ نمک سے روزہ کھولنے کی سند بیان فرمایئے۔ جواب دیا یہ مسائل کتب فقہ میں بتفصیل موجود ہیں لیکن بھیئے! بلحاظ کتب فقہ مستحب یہ ہے کہ شئی آتش نادیدہ سے افطار کیا جائے۔ جیسے خرما وغیرہ اور شیخ الشیوخ محبوب الٰہیؒ و پیر و مرشد شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا دستور تھا کہ روٹی کا ٹکڑا کھا کر پانی پی لیتے تھے۔ اور یہی ہمارا طریقہ ہے۔ نمک سے افطار کی بابتہ کوئی مستند مسئلہ ہماری نظر سے نہیں گذرا اور اس کی کوئی سند ہمیں معلوم نہیں۔

نماز میں انگشت شہادت اُٹھانا ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی صاحب آپ جو یہ دریافت کر رہے ہیں کہ قعدہ نماز میں انگشت شہادت اُٹھائی جائے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بروایت حضرت عائشہؓ یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ قعدہ نماز میں التحیات کے آخر میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ پر مٹھی بند کر کے انگشت شہادت سیدھی اُٹھائی جائے اور عبدہ کا و رسولہ پہ یہ اٹھی ہوئی انگشت شہادت عقد

سبّتین پر سیدھی رکھدی جائے۔ حضرت امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ عقد ستین کے ساتھ انگشت شہادت کو حرکت دیتے رہیں۔ خواجگانِ طریقت کا معمول یہ رہا کہ کشادہ دستی کے ساتھ التحیات پڑھتے ہیں اور یہی مسلک امام اعظمؒ کا ہے۔ اور میرا بھی یہی معمول ہے کہ انگشت شہادت اٹھاتے نہیں ہیں۔

اعجازِ قرآنی

ایک دن بندہ نوازؒ نے فرمایا۔ اگرچہ شیخ علی گھنبھیری لکھے پڑھے نہ تھے مگر جب عربی فارسی اور ہندی وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ قرآنی آیات ملاکر ان کے آگے رکھی جاتیں تو وہ فوراً بتا دیتے کہ آیات قرآنی یہ ہیں اور یہ دوسرے جملے آیات قرآنی نہیں ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا آپ کو آیات قرآنی ہونے کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ جواب دیا۔ آیات قرآنی پر نظر پڑتے ہی آسمان سے زمین تک نورانی بارش ہوتی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ احکام الٰہی اور آیات قرآنی ہیں۔ اور جن جملوں پر یہ کیفیت وسماں نہیں ہوتا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آیات قرآنی نہیں ہیں۔ بلکہ لوگوں کا کلام ہے[لہ]۔

لہ من مؤلف کا تجربہ ہے کہ اعلیحضرت میر عثمان علیخاں نظام دکن جب قرآن کریم کی آیات کے ساتھ کوئی مسخ شدہ عربی عبارت یا الفاظ شامل کرکے میرے حقیقی بڑے ماموں حکیم محمود رضا خاں لکچرار طبیہ کالج بلدہ سے کہتے کہ یہاں سے قرآن کریم پڑھیے یا یہ آیت قرآن کریم میں کہاں ہے تو جواب دیتے یہ الفاظ قرآن کریم کے نہیں البتہ صحیح آیت یہ ہے۔ ان کے چند دوستوں نے سبب صحت دریافت کیا تو جواب دیا اگرچہ میں حافظ ہوں اور قرآن کریم مجھے اچھا یاد ہے مگر جہاں غلط لفظ یا عبارت مخلوط کر دی جاتی ہے تو نور نبوتؐ کے ذریعہ مجھے وہاں انوار الٰہی کا نزول نظر نہیں آتا اور یہ صرف قرآن کریم کا اعجاز ہے۔ علاوہ ازیں علامہ صفدر حسین نے بحوالہ حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ تحریر کیا ہے کہ جب تم اللہ جل جلالہٗ کو پکارتے ہو تو اللہ تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہو جاتا ہے" اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سوار سے جو اونٹ پر اس کی گردن کے قریب بیٹھا ہوا ہے گردن کی قربت کی بہ نسبت اس سوار سے بھی زیادہ قریب ہو کر جلوہ فگن ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کا یہ معجزہ ہے کہ اس کی آیات پڑھتے وقت انوار الٰہی کا نزول ہو کر قاری و پڑھنے والے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوا میں تاثیر

ایک مرتبہ فرمایا ہر چیز میں اثرات نمایاں ہوتے ہیں نمک مرچ میں تیزی نمایاں ہے۔ بو اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح نباتات وادویہ میں اثر کرنے کی قوت تو ہے مگر یہ اثر کرنے کی قوت اور تاثیر اس کی ذاتی نہیں یعنی کوئی دوا بالذات مؤثر نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ بیمار صحت یاب ہو جائے تو دوا اپنا اثر دکھاتی ہے ورنہ اللہ اللہ خیر صلّا

چنانچہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے اللہ سے تاثیر دوا کی بابت استفسار کیا تو جواب ملا ہمارے حکم کے بغیر کوئی دوا مؤثر نہیں ہوتی اور اس میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ پھر موسیٰؑ نے پوچھا طبیبوں اور معالجوں کی کیا ضرورت ہے۔ جواب ملا طبیب و معالج کو ان کا رزق اسی وسیلہ سے ہم پہونچاتے ہیں اور یہ میرے بندوں کا دل خوش کرتے رہتے ہیں

اس لئے مناسب یہ ہے ہر بیماری کا علاج اس کے ماہر سے کراتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں ہر آن صحت کی دعائیں کرنا ضروری ہے۔ تاکہ دوا اور دعا میں وہ اثر دے اور بیمار تندرست ہو جائیں۔

درازیٔ عمر کا نسخہ

ایک مرتبہ فرمایا درازیٔ عمر کی حالت میں اگرچہ مصائب کا سامنا مشکل ہوتا جاتا اور معرفت الٰہی میں افزائش ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے میں نے دعا کی تھی کہ جوانی میں میرا انتقال نہ ہو تاکہ معرفت الٰہی حاصل کر سکوں۔ اور بحمد للہ میری یہ خواہش پوری ہوئی اور معرفت الٰہی نے مجھ پر

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) کو جلوے نظر آتے ہیں۔ (۳۱) کے برعکس کسی اور نہایت ہی فصیح بلیغ جملہ کی ادائیگی پر کیفیت پیدا نہیں ہوتی ــــ (تفصیل کے لئے دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ)

جلوہ افگنی فرمائی ہے[1]

زیادہ بوجھ

بندہ نواز رحؒ نے ایک مرتبہ جواباً فرمایا کہ جانور پر کس مقدار میں بوجھ لادنا چاہیئے اس کی بابتہ آئمہ کا قول نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ کسی جانور کو تکلیف نہ دی جائے اور اس پر اس کی سکت سے زیادہ بوجھ نہ لادا جائے۔ اور قرآن کریم کے احکام بھی یہی ہیں کہ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کوئی کام سپرد نہیں کرتا۔ اس حکم الٰہی کے پیش نظر جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے ایک سواری پر دو سواری نہ کریں۔ اور کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام پر مجبور نہ کیا جائے

اور فقراء کا حال دوسرا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رح دو اونٹوں کا بوجھ ایک اونٹ پر لادے جارہے تھے لوگوں نے کہا دیکھو یہ

---

[1] من مؤلف عرض پرداز ہے کہ جو لوگ بوڑھے نظر آتے ہیں اور دنیا میں ان کی عمر زیادہ بتائی جاتی ہے ان بوڑھوں کو اللہ نے اس لئے زندہ رکھا ہے تاکہ یہ ایام جوانی کے گناہوں سے توبہ کرکے زیادہ سے زیادہ عمل خیر کریں تاکہ ان کی موجودہ دنوں کی عبادت اور ادائیگی حقوق، کفارہ معاصی وجرائم ہوسکے اور در اصل یہ بوڑھے بڑی عمر کے مالک نہیں بلکہ انھوں نے زیادہ عرصہ تک دنیاوی زندگی بسر کی ہے۔ بڑی عمر ان لوگوں کی ہے جو شب قدر میں عبادت کرتے ہیں کیونکہ شب قدر کی ایک رات کی عبادت کی زندگی ہزار مہینوں (سوا تراسی سال) کی زندگی کے برابر ہے حساب لگا کر دیکھا جائے جس نے دنیاوی زندگی کے ایک سال میں شب قدر پائی اور عبادت کی تو اس کی عمر ۸۳½ کی ہوئی اور جس نے بیس برس اس دنیاوی زندگی کے اندر شب قدر میں عبادت کی اس کی عمر (۱۶۶۰) سال سے زیادہ ہوگئی۔ حالانکہ زمانہ موجودہ میں چالیس پچاس سال کی دنیاوی زندگی بسر کرنے والے بہت ہیں، ہم سب کو چاہیئے کہ درازی عمر کا یہ نسخہ استعمال کریں اور دراز عمر حاصل کرتے ہوئے دین دنیا میں اللہ کی خوشنودی و رضامندی حاصل کریں۔

علاوہ ازیں دنیا میں زیادہ عمر پانا اللہ کی نعمت ہے جسے چاہتا ہے زیادہ دنوں تک دنیا میں رکھتا ہے تاکہ وہ اپنے علم و عمل کے ذریعہ مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدے پہونچائے۔ الخ

یہ درویش بھی کتنے ظالم ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ذرا غور سے اونٹ کی طرف دیکھ کر کہو۔ لوگوں نے اس اونٹ کو دیکھا کہ اس کے اوپر کا پورا بوجھ ہوا میں معلق ہے اور اونٹ اس بوجھ کے سایہ میں چل رہا ہے پھر دیکھنے والوں نے کہا واقعی آپ کو حق حاصل ہے آپ اس سے زیادہ بھی ایک بکری پر بھی لاد سکتے ہیں۔

پھر ایک مرتبہ فرمایا لوگوں کو اپنی گردن پر کتابوں کا زیادہ سے زیادہ بوجھ نہ اٹھانا چاہیئے بلکہ کتابوں کے مطالعہ سے عقل وشعور پیدا کر کے معرفت الٰہی حاصل کرنا ضروری ہے۔

کشف

بندہ نوازؒ نے ایک بھری مجلس میں ایک مرتبہ فرمایا کشف کسی چیز کا معلوم کرنا یہ اللہ کی بخشش و احسان ہے۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھا کہ میری بڑی ہمشیر کا انتقال ہوا۔ والدہ ماجدہ کو میری بڑی بہن سے بے انتہا الفت مادری تھی وہ اس سانحہ پر روتی پیٹتی اور پیٹ کو مارتی اور کوستی تھیں جس سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ میرے جی میں آتا کہ زور سے کہدوں اے اماں جان آپ اللہ کو بھول گئیں وہ موت وحیات کا خالق ہے مگر ہمیشہ اس لئے خاموش رہا کہ کوئی نیا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو بوقت تولد والدہ ماجدہ کے اپنے پیٹ کو مارنے کے نشانات مجھ پر نمایاں ہوئے جو اب بھی میرے جسم پر موجود ہیں اور بعض حضار مجلس نے دیکھے بھی ہیں۔

پھر فرمایا ہم تو ایک گندے بندے ہیں۔ اولیاء اللہ کا کشف ومکاشفہ برحق ہے۔ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ غزنی شہر کے ایک قاضی زادہ کو جو اپنے والد کی جگہ بلحاظ وراثت قاضی بنایا گیا تھا لوگوں کی شکایت پر بادشاہ نے

اس کے امتحان لینے کی مجلس عام میں ایک تاریخ مقرر کی۔ یہ قاضی زادہ جو بے علم تھا کوہ غزنی پر چڑھا اور بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو کر خلوص دل سے کہا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں بے علم ہوں۔ بہن بھائیوں کی پرورش اور والدہ کی خدمت کا پورا بار تو نے ہی مجھ پر عائد کیا ہے اے پروردگار مجھ ناکارہ بے یار و مددگار کا تو ہی کارساز ہے۔ اپنے حبیب پاکؐ کے صدقہ میں جاہل قاضی زادہ کی لاج رکھ لے۔ چنانچہ اسے معلوم ہوا کہ رسول اکرمؐ نے اپنا لعاب دہن اُسے چٹایا۔ وہ اس غنودگی کی کیفیت پر نہایت مسرور و شادمان نیچے آیا۔ اور پھر شاہی دربار عام میں بوقت امتحان اس کے فاضلانہ انداز تقریر اور رطب اللسان بیان سے تمام لوگ مطمئن و خوش ہوئے۔ بعض لوگ حیران و پریشان تھے کہ یہ کیا ماجرا ہو گیا۔ اسی حالت میں یکایک حکیم سنائیؒ ان حیران لوگوں کے پاس آئے اور اپنے کشف باطن کے ذریعہ کہا یہ ایک عظیم اسرارِ نبوتؐ ہے واقعہ یہ ہے کہ غزنی پہاڑ پر رسول اکرمؐ نے اس لڑکے کو اپنا لعاب دہن چٹایا۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے آپؐ کے لعاب دہن کی برکت سے یہ قاضی زادہ خاتم سخن عالم اور شیریں بیان مقرر ہو گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی ایسا عالم و شیریں بیان مقرر نہیں ہو گا۔[1]

---

[1] چونکہ تمام عالم کا نام ممکن الوجود ہے اور ہر چیز اپنے ظہور سے قبل ثبوت علمی رکھتی ہے جو حکم الٰہی کی مخاطب بن کر مرتبہ علم باطن (یعنی کشف) سے عین ظاہر میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اسی لئے جو اشیا وہیں موجود ہیں مادی آنکھوں سے بظاہر دکھائی نہیں دیتی ہیں وہ بھی بحکم الٰہی فوراً ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہیں البتہ بعض اشیاء بالذات اور بعض بتوسط بندگان خدا مظاہر ہوتی ہیں اور اسی ظہور کو کشف کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نقدا نیف علامہ صفدر حسین)

صدرالدین لقب

ایک مرتبہ بندہ نوازؒ نے خواجہ احمد دبیر و منشی قاضی راجہؒ کی دریافت پر فرمایا کہ صدر الدین میرا لقب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن پیر و مرشد شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی سے ان کے بعض کامل دعالم، عامل وصادق مریدوں نے کہا ہم پر سید محمد (بندہ نوازؒ) کو فوقیت دینے کی وجہ کیا ہے؟ پیر و مرشد نے فرمایا کل صبح آؤ جواب دیں گے۔ دوسرے دن صبح کے وقت سب کی حاضری پر سب سے پیر و مرشد نے مراقبہ کرایا جس میں میرا (بندہ نوازؒ) مرتبہ سب کے بہت ارفع و اعلیٰ نظر آیا ان سب نے دیکھا کہ میں (بندہ نواز) عرش کے کنگرل کے پاس منڈلا رہا ہوں اس مراقبہ کے بعد پیر و مرشد نے فرمایا سید محمد (بندہ نواز) کا درجہ اعلیٰ تم نے دیکھا نہیں ہے۔ پھر سب کے اظہار اشتیاقِ دید پر دکھایا کہ عرش کے اوپر ایک آراستہ پیراستہ شاندار محل کی پر تکلف شہ نشین میں ایک پر تکلف تخت پر ایک پیکر نوری موجود ہیں۔ اور اس تخت کے نیچے تمام ارواح اولیاء کرام جمع ہیں۔ اسی اثنا میں ایک فرشتہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ کے عاشق سید محمد (بندہ نواز) بھی حاضر ہیں ارشاد عالی کے موافق میں حاضر ہوا اور نور مجسم سرور عالمؐ نے مجھے بٹھایا۔ پھر تمام ارواح اولیاء اللہ نے ایستادہ ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکبادیاں دیں۔ اس وقت سے زمین و آسمان میں میرا لقب صدرالدین مشہور ہو گیا۔

قوالی میں وجد و حال کا راز

ایک مرتبہ فرمایا کہ قوالی میں صوفیاء کو وجد و حال جو آتا ہے اس کا دارو مدار آلات موسیقی پر باقاعدہ ضرب کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ صوفیا کو تو موسیقی سے کوئی علاقہ و سروکار نہیں ہے۔ البتہ مجلس قوالی میں اگر حسب حال

کچھ سنتے ہیں تو ذوق و شوق میں اضافہ ہو کر ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ مع جسم کے سب پرواز کرنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی مضمون حسب حال نہ سنا تو ان کو یہ خبر تک نہیں ہوتی کہ کونسا باجہ بج رہا ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شیخ المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں دن بھر مجلس قوالی گرم رہی مگر کسی کو حال نہ آیا۔ آخر کار حسن میمندی نے مزار شیخ کے روبرو "سو بھلا مائی سو بھلا" کے یہ ہندوستانی الفاظ پڑھنا شروع کئے تو تمام لوگوں پر وجد کی وہ کیفیت طاری ہوئی جو یادگار زمانہ ہے۔

ایک اور واقعہ ہے کہ طبقۂ اول کے شیخ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۵۱۵ھ وفات ۶۲۵ھ) کے حضور مجلس سماع میں ایک فقیر کو جاتے ہوئے جب روک دیا گیا تو اس فقیر نے کہا قاضی صاحب! میں نے ایک پاؤں جنت میں رکھدیا تھا اور دوسرا رکھنا چاہتا تھا کہ آپ کے خدام نے روک دیا شیخ قاضی حمید الدین ناگوری نے اپنے خدام سے روکنے کا سبب دریافت کیا اُنھوں نے عرض کیا پیر و مرشد نے حکم دیا تھا کہ جو شخص بغیر ساز کے آئے اُسے روک دیا جائے۔ یہ فقیر خالی ہاتھ تھا اس لئے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں اسے روک دیا۔ اس پر قاضی حمید الدین ناگوری نے تبسم کرتے ہوئے درویش سے کہا خدام کا کوئی قصور نہیں۔ بغیر ساز و سامان کے بہشت میں کون جا سکتا ہے۔

اس روایت کے بعد ارشاد فرمایا مجلس سماع میں یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص مضمون پر تمام اہل مجلس میں جوش و خروش پیدا ہو بلکہ حسب حیثیت جو چیز جس کے دل میں گھر کرتی ہے وہ اسی پر وجد کرنے لگتا ہے۔

پھر فرمایا دلّی میں ایک سماع کے اندر شیخ سعدیؒ کے سات شعروں

پر سات آدمیوں کو علیحدہ علیحدہ حال آیا۔ اس قوالی میں بعض لوگوں نے زمین کے ایک خاص حصہ پر دہکتے ہوئے انگارے بچھائے تھے اور اپنے تلوؤں پر ایک خاص دوا مل کر اس پر رقص کر رہے تھے۔ چنانچہ اس قوالی میں جن سات بزرگوں کو حال آیا تھا ان میں ہمارے ایک چچا بھی تھے۔ ان کو جو حال آیا تو وہ ان دہکتے ہوئے انگاروں پر حال کی حالت میں بیساختہ لوٹنے لگے۔ دوا لگا کر حال کھیلنے والے حیران تھے کہ ہم تو دوا لگا کر خاص ترکیب سے سنبھل سنبھل کر قدم رکھتے ہیں اور یہ شخص بے ساختہ لوٹ رہا ہے جب ان لوگوں نے ان بزرگ کو وجد و حال کے بعد دیکھا تو جسم تو جسم آپ کے لباس پر بھی آگ کا کوئی اثر نہ تھا۔

پھر فرمایا ہم نے اپنے پیرو مرشد کی زبانی سنا ہے کہ ایک بادشاہ نے جماعت صوفیاء کو اپنے شہر سے نکال دینے کا حکم دیا۔ جس پر صوفیوں نے کہا ہم کو بادشاہ سلامت کے محل کے پاس ایک مرتبہ محفل سماع منعقد کر لینے کی اجازت دی جائے تاکہ ایک دوسرے سے مل لیں۔ پھر مملکت سے خوشی خوشی چلے جائیں گے۔ بادشاہ راضی ہو گیا اور اس نے خود محفل سماع منعقد کی۔ وہ محل کے دریچے سے محفل سماع کا حال دیکھ رہا تھا کہ اس کا ایک شاہزادہ بلند کھڑکی میں سے گر کر جان بحق ہو گیا۔ اس نوبت پر ایک صوفی جن پر وجد کی معمولی سی کیفیت تھی اٹھے اور کہا اے نوجوان مردہ کیوں پڑا ہے اٹھ مجلس سماع میں شریک ہو کر وجد کی کیفیت ظاہر کر۔ یہ الفاظ سنتے ہی وہ شہزادہ جو اوپر سے گر کر مر گیا تھا اس نے آنکھیں کھولیں اور ایک دو کروٹیں لیکر کھڑا ہو گیا اور مجلس قوالی میں اس نے خوب خوب وجد کیا یہ عظیم اسرار قوالی دیکھ کر بادشاہ نے صوفیاء کو خارج البلد کرنے کے

احکام واپس لے لئے اور ان کی تعظیم کرنے لگا۔

پھر آپ نے فرمایا کتب سلوک میں مرقوم ہے کہ ایک دن خواجہ جنید بغدادیؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجلس سماع میں مشغول تھے جہاں ایک یہودی راہب آ نکلا اور یہ سب دیکھکر پوچھا تم کون لوگ ہو اور یہ کیا کر رہے ہو۔ ایک ارادتمند خواجہ نے جواب دیا۔ وہ صدر میں جو تشریف فرما ہیں یہ ہمارے پیر و مرشد شیخ جنید بغدادیؒ ہیں ہم لوگ اُمت محمدیہؐ ہیں ہمارا مذہب اسلام ہے اور یہ عمل جو کر رہے ہیں اسے قوالی اور سماع کہتے ہیں پھر اس راہب نے پوچھا سماع و قوالی کا راز کیا ہے ؟ جواب دیا "اللہ کے ساتھ خوش عیش ہونا" یہ سُن کر وہ یہودی راہب ایمان لایا اور اس نے کہا توراۃ میں حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر آخر الزماں ہونے کا تذکرہ موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی اُمت میں ایک ایسی جماعت ہوگی جو "اللہ کے ساتھ خوش عیش ہونے کی دلدادہ ہوگی۔

عقد و اولاد روایت ہے کہ بندہ نوازؒ کی عمر جب تیس سال کی ہوئی تو علماء و بزرگان وقت نے متفقہ طور پر آپ کے عقد کے مشورے کئے اور مولانا علاؤ الدینؒ نے ایک حُرّہ آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پیش کی لیکن اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر جب آپ کی عمر (۴۰) سال کی ہوگئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے مولوی سید احمد ابن جمال الدین حسینی مغربیؒ کی دختر نیک اختر بی بی رضا خاتون سے آپ کی شادی رچائی۔ جن کے بطن سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

بڑے لڑکے کا نام سید شاہ حسین محمد المعروف محمد اکبر، المشہور بڑے میاں راجا تھا جن کی شادی سلطان علاؤ الدین خلجی کے بھائی حاتم خان کے نواسہ

ملک پچھو کی بیٹی سے ہوئی جن سے ایک فرزند محمد سفیر اللہ اور ایک دختر کی ولادت ہوئی ان صاجزادی کے شوہر کا نام میاں کلمۃ اللہ الحسینی المعروف مکنو تھا۔ یعنی بندہ نواز کے بڑے پوتے کا نام محمد سفیر اللہ تھا اور آپکے دوسرے بیٹے کا نام سید یوسف المعروف سید محمد اصغر المشہور میاں لہرہ تھا۔

ان کی شادی سید علاؤ الدین سید اجل دہلوی کی دختر سے ہوئی۔ جن کی ایک لڑکی سے محمد سفیر اللہ کا عقد ہوا۔ دوسری لڑکی بی بی فاطمہ عرف ستی خاتون کا عقد سید چندا کے بیٹے ابن الرسول سے ہوا۔ تیسری لڑکی کا نام خوبجہ بتول خاتون تھا جو سید سالار لاہوری کو بیاہی گئیں، چوتھی لڑکی کا نام بی بی خوبجہ ام الدین تھا جن کا عقد میاں بعض رسول پسر سید چندا؟ سے کیا گیا۔

بندہ نواز رح کے چھوٹے بیٹے کی یہ چار لڑکیاں اور سات لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے فرزند کا نام مقبول الحضرت الٰہ میاں ید اللہ الحسینی، دوسرے کا یمین الرحمٰن تیسرے کا یمین اللہ چوتھے کا میاں للہ۔ پانچویں کا میاں باللہ۔ چھٹے کا میاں من اللہ اور ساتویں کا نام میاں صبغۃ اللہ تھا۔

بندہ نوازؒ کی شاعری

سید محمد نام، گیسو دراز، بندہ نواز اور صدر الدین لقب تھا اور شہباز تخلص فرماتے تھے آپ ۸۰۱ھ میں گلبرگہ تشریف لائے اور ۸۲۵ھ تک آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا جس میں آپ کا کلام سامعہ نواز بھی شامل ہے آپ کا کوئی دیوان اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ ڈاکٹر عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو پاکستان نے اپنی "تالیف" اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" میں آپ کی نظمیں بھی شائع کی ہیں۔

اردو زبان میں نظم و نثر کی ابتدا کے پیش نظر موجودہ تحقیقات یہ ہے کہ خواجہ بندہ نوازؒ المتوفی ۸۲۹ھ دکن کے پہلے شاعر تھے۔ آپ کے اشعار سے ثابت ہے کہ وحدت الشہود کے قائل تھے اور نور نبوت سے استفادہ کرتے رہے۔ عاشق رسولؐ تھے۔ جیسا کہ آپ کے اشعار ذیل سے واضح ہے۔

میں عاشق اس پیو کا جنّے مجھے جیو دیا — او پیو میرے جیو کا برمالیا

اُور معشوق بے مثال ہے نورِ نبی پایا
نور نبیِ رسُول کا او میرے جیو میں بھایا
پسکوں اپنے دیکھنے کیسی آرسی لایا

کل شئ محیط ہے اسے کون پہچانے
جو کوئی عاشق اس پیو کے اسی جیو میں جانے
اسی دیکھتا گم ہو رہے جیسی ہیں دیوانے

خواجہ نصیر الدین جتنے سائیاں پیو بنائی
جیو کا کٹھ کھول کر پیا مکھ آپ دکھائی
رکھے سید محمد حسینی پیو سنگھ کیا نہ جائی

بندہ نواز شہباز رح حیات النبی کے قائل تھے جیسا کہ فرماتے ہیں

مخفی ناوں معشوق دکھ ظاہر شہباز کلائے
عشق کے جیتی جبند ربند اپنی آپ دکھائے
الآن کما کان پھر آپس میں آپ سہائے

بندہ نواز شہباز رح رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی غرض یہ بیان کرتے ہیں کہ ،
"سرکار دو عالم ﷺ جلوہ الہی دکھانے کے لئے تشریف لائے اور اللہ نے آپ ﷺ کا جلوہ دکھانے کے لئے عالم کو پیدا کیا۔

اے محمدؐ ہجلو جم جم جلوہ تیرا ذات تجلی ہوئیگی سیس سپور نہ تیرا

واحد اپنی آپ تھا اپیں آپ بجھایا
پرکٹہ جلوہ کار نے الف میم ہو آیا
عشقوں دینے کر کاف نون بسایا

لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجود ہو آئے
امت رحمت بخشش ہدایت تشریف پائے

بندہ نوازؒ نے دنیا میں رہ کر دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دی ہے اور مرنے سے پہلے مرجانے کو بڑے اچھے انداز اور سلیس الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اور آیات قرآن کریم کو اپنے کلام میں سمویا ہے۔

مشکل بازی عشق کی جھوٹے جیو کو انا ۔۔۔ موتو قبل ان تموتو شاہد ہے معنی

اونچا مندر عشق کا کوئی کیوں کر پاوے
چاروں سیریاں جذبہ کر تو بنے ہارتا آوے
جی سیس دیوے پاؤں تل تو بھی نہ پاوے

بندہ نوازؒ نے دوئی کو مٹا کر یکتائی پیدا کرنے کا سبق دیا ہے فرماتے ہیں۔

دوئی دوئی تائی دور کر یکٹ واحد ہونا
چاروں کپڑے جال کر مجنوں ہو رہنا
پورا مفلس ہوئے تو اسے کیل چت لانا
سو ہے عاشق شہباز ہے دوہوں جگ کھلارا
خواجہ نصیر الدین سائیاں پنت راکھے ہمارا
لتکہ کھیل توں بند و عشق کے تھارا

علاوہ ازیں ڈاکٹر سید محی الدین زورؒ نے اپنی کتاب "تذکرہ اردو مخطوطات" میں بندہ نوازؒ کی منظوم کتاب "چکی نامہ" کا بھی تعارف کرایا ہے۔ اس چکی نامہ کی نظم میں بارہ بند ہیں۔ اور یہ مخطوطہ "کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو (جمشید روڈ) میں موجود ہے اس کے بعض غیر منتخب بند ملاحظہ ہوں۔ جس میں اعلیٰ تخیل وامر واقعہ کے اظہار کے ساتھ روانی ہی روانی ہے۔

دیکھو واجب تن کی چکّی　　　پیو چاتر ہو کے سکّی
سوکن ابلیس کھینچ کھینچ تھکی　　　کہے یا بِسمِ اللہ ہُو

★

الف اللہ کا دستا　　　میان محمد ہو کر بستا
پہنچی طلب یوں کو دستا　　　کہے یا بِسمِ اللہ ہُو ھُوَ اللہ

★

دانے ہی سو چن چن لانا　　　شاید ہاتوں سے لے کر بھاؤ
شریعت سے چکمکی یہی　　　کہے یا بِسمِ اللہ ہُو ھُوَ اللہ

★

لام وجود باسن ہونا　　　اسی تو یہ ستی دھونا
ذات کی پانے سوالی کو ہنا　　　کہے بِسمِ اللہ ہُو ھُوَ اللہ

آپ کا فارسی کلام بھی موجود ہے جس کی زبان نہایت شستہ و سلیس ہے۔

مکتوبات

بندہ نوازؒ کے مکتوبات کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف سے آج سے بائیس سال پہلے ۱۳۶۱ھ میں طبع ہوئے تھے باوجود تلاش یہاں کراچی میں نہ ملے لیکن بہ مشیت ایزدی کام ہونا تھا اس لئے مکتوبات کا ایک قدیم مخطوطہ ہمدست ہوا جس میں سے چند خطوط کا آزاد ترجمہ پیش ہے جن سے بندہ نوازؒ کی شخصیت علمی، محبت خداوندی اور تعلیم رشد و ہدایت واضح ہوتی ہے۔

(مکتوب) بجانب مولانا نظام الدین محققؒ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحیح حدیث ہے:

ان اللہ یحب المعالی الامور ویکرہ سفسافھا

(اللہ تعالیٰ نیک عمل والوں کے بلند ارادوں کو پسند کرتا ہے اور کوتاہ ہمتوں کو ناپسند کرتا ہے۔)

اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی شان و شوکت اور مال و متاع کا پیش و ربیش حصول کوتاہ ہمتی کی دلیل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیاوی سرمایہ اور شان و شوکت بجلی کی چمک اور بادل کی گرج و رفتار کی مانند ہے اور یہ چیزیں قابل اعتماد نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ وہی وطنی چیزوں سے لوگانا ظن و تخمین ہے۔ اس دنیاوی زمین کی مٹی نمکین اور

سراسر شور ہے اس میں عمدہ تخم ریزی سراسر نقصان ہے اور یہ پوری دنیا سطح بر آب ہے اس پر کوئی نقش نہیں کیا جا سکتا۔

غرض کہ اس زمین شور اور سطح آب سے بھلائی اور کامیابی کی کوئی اُمید نہیں۔ تاہم اس دنیا کو لکڑی کا گھوڑا سمجھ کر اس کے دونوں طرف مضبوطی سے قدم رکھو اور خود کو بے دست و پا نہ سمجھ کر عاجزی کے ساتھ تیز روی کر منزل پر پہونچنے کی فکر کرو۔

افسوس صد افسوس! لوگوں نے عمل کیوں ترک کر دیا ہے۔ شعر

رخت بردار ازیں سرائے کہ ہست ۔۔۔ بام سوراخ و ابر طوفاں بار

اس دنیاوی مکان کی چھت میں سوراخ ہیں اور دھواں دھار بارش ہونے والے سیاہ بادل چھا رہے ہیں اس لئے یہاں سے اپنا سامان اُٹھالو۔ یعنی یہاں عیش و آرام کی نہ سوچو۔ یہ دنیا اگرچہ دو روزہ ہے تاہم قیام عارضی کو غنیمت جانو اور نفس کی آمد و شد کو نعمت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کی ہر آن عبادت کرتے رہو۔ اور اسی کی طرف لو لگائے رہو۔ اللہ کے سوائے کسی دوسرے کو حاجت روا نہ سمجھو۔ اس دنیا کے تمام کاموں کا کفیل صرف اللہ تعالیٰ کو جانو اگر ایک دم مکمل پاکیزگی کے ساتھ ایسا نصیب ہو جائے جس میں تمام شروط کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو سکو تو اس نعمت پر ہزار در ہزار سجدہ شکر ادا کرو۔ جب اللہ سے لو لگ جائے اور نفس میں پاکیزگی آجائے تو دنیا میں اسی طرح رہو کہ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی سانس اللہ سے غفلت نہ کرے پھر اس دنیا میں خوش حالی تمہاری پا بوس ہو گی اور تم مستغنی رہو گے۔ شعر

نصیحت ہمیں است جانِ برادر ۔۔۔ کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

(بھتیجہ! تضیع اوقات نہ کرو اور جہاں تک ہو سکے دیدار و عرفان الٰہی کے

حصول میں ہمہ تن کوشش کرتے رہو)

فرزند سعادت آثار کی درخواست حصول بیعت تمہاری مرسلہ وصول ہوئی ان کے لئے اپنی مستعملہ ٹوپی مرسل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قلب عارف اور نفس حق پرست عطا کرے۔ میں تمہیں اپنا وکیل بناتا ہوں ذیل کی باتیں تم بحیثیت وکیل فرزند ہوشمند سے کہنا اور وہ سمجھ لیں کہ مولانا نظام الدین کے ہاتھ کو ہمارا ہاتھ اور ان کی زبان کو ہماری زبان یقین کریں۔ اور جو تلقین و تعلیم لکھ رہا ہوں اسے ان کی زبانی سن کر یقین کریں گویا میری زبانی سُن رہے ہیں علاوہ ازیں فرزند ہوشمند کو چاہیئے کہ وہ مولانا کو صدر میں بٹھا کر ان کی طرف مُنہ کر کے تین مرتبہ زمین پر سر رکھیں اور خیال کریں کہ ان کا منہ ہماری طرف ہے پھر مولانا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھیں اور جو کچھ مولانا کہیں اس پر قول و قرار کریں اور اس پوری بیعت کے موقع پر ہمارا اور ہمارے پیر و مرشد اور شیخ الشیوخ محبوب الٰہیؒ اور ان کے شیخ اور سلسلہ کے تمام شیوخ کا خیال باندھیں۔

اور تلقین کر رہا ہوں کہ آنکھ و زبان کی حفاظت کرنا' جادۂ شریعت سے سرمو انحراف نہ کرنا۔ مولانا کے قول کو قبول کرنا پھر مولانا الحمد للہ کہنے کے بعد قینچی لے کر تمہارے سر کے دونوں طرف کے تھوڑے تھوڑے بال کاٹ دیں گے اور تکبیر پڑھتے جائیں گے۔ پھر میری بھیجی ہوئی ٹوپی تمہیں پہنائیں گے اس وقت بھی تکبیر کہیں گے پھر دو رکعت نماز پڑھنے کی ہدایت دیں گے۔ بعد فراغت نماز مولانا کے روبرو اس طرح پیش ہونا گویا پیر و مرشد کے حضور حاضر ہو۔ پھر کچھ نذر پیش کرنا اور جو کچھ ہو سکے ہمارے پاس بھیج دینا ورنہ وہیں مقامی طور پر راہ الٰہی میں تقسیم کر دینا۔ پھر مولانا جب یہ کہیں تم نے اس ضعیف سے عہد کیا

تو اس لفظ "ضعیف" سے ہم کو سمجھنا۔ اور مولانا جو کچھ فرمائیں اسے ہمارا قول تصور کرنا۔

اور تلقین کرتا ہوں کہ باجماعت پنج وقتہ نماز پڑھتے رہنا، جمعہ کا غسل و نماز کسی صورت میں ناغہ نہ ہو، علاوہ ازیں روزانہ مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات، دو دو رکعت کے اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا۔ پھر یہ چھ رکعت پڑھ کر مزید دو رکعات نماز سلامتی ایمان کے لئے پڑھتے رہو اس کی ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سات مرتبہ سورۂ اخلاص پھر ایک ایک مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھنا اور سلام پھیر کر سجدہ میں جاکر تین مرتبہ بطور دعا یہ الفاظ ادا کرنا یا حیّ یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ پھر عشا کی نماز کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھنا کہ ہر رکعت میں دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا اور سلام پھیرنے کے بعد ستّر مرتبہ یا وھّاب اس طرح پڑھنا کہ مشدد "ھ" کی ادائیگی سینہ کے اندر سے ہو۔

علاوہ ازیں تلقین کرتا ہوں کہ ایام بیض یعنی ہر ماہ چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزے رکھنا۔ اگر یہ روزے کسی وجہ سے ناغہ ہو جائیں تو اسی مہینہ کے اندر کسی اور دن لازمی طور پر رکھ لینا۔[1] والسلام

---

[1] اس خط کی طرز تحریر سے ایک چیز معلوم ہوئی کہ جس شخص کے ہاتھ پر مرید کو بیعت کرا رہے ہیں اس کو ایک تو اپنی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ تم ہمارے ہی مرید ہو رہے ہو اور غائبانہ بیعت درست ہے دوسری طرف بیعت لینے والے کو بیعت لینے کی ترکیب اس طرح سکھائی جس سے مولانا کو کوئی برا بھی نہیں لگا۔ یہ شان ہے بندہ نواز کے تعلیمی خطوط کی فیض رسانی کی۔

چند مکتوب اجتماعی طور پر :-

بجانب مولانا علاء الدین کوالیری۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

فرمانِ الٰہی ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا بناؤں گا)

بھائی بالامت کی عظیم تر ذمہ داری تم پر بھی عائد کی گئی ہے۔ اگرچہ انبیاء سابق اس عظیم ذمہ داری کے تحت دوش بدوش تھے۔ اب تم اس لازمی حق کو پوری ——— ——— ذمہ داری کے ساتھ باحسن الوجوہ انجام تک پہنچاؤ۔ اس فرض کی ادائیگی اس طرح کی جائے کہ مخلوق رب العالمین کی خیر خواہی و بھلائی اور پند و نصیحت ہر آن پیشِ نظر رہے۔ مخلوق کی نقصان دہی نہ ہو۔ اور جفا و جور پر صبر کیا جائے۔ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پروا نہ کی جائے عاجزی و خاکساری کو اپنا شیوہ بنایا جائے۔ اور جس کام میں شرعی حیثیت سے زیاں کاری نظر آئے اس سے فوراً علیحدگی کی جائے۔

اللہ نے انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد عبادت الٰہی ظاہر فرمایا ہے۔ اس عبادت الٰہی کے تحت باہمی محبت و معاشرت یا معاہدہ و معاملات کی کوئی گفتگو ایسی ہو جو رضامندی و خوشنودی رب العالمین کے لئے ہو تو یہ بات بہت ہی بہترین ہے۔ علاوہ ازیں تمہارے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ ایثار سے کام لیا جائے اور جو کچھ خرچ کیا جائے وہ صرف رضاء الٰہی میں صرف ہو۔ اپنی حاجت پر دوسروں کی ضروریات کو مقدم رکھا جائے اور آئندہ کل کے لئے کوئی روپیہ پیسہ اُٹھا رکھنے کا خیال دل میں نہ آئے۔ الفاظ کے پردوں کے ساتھ معانی و حقائق و مطالب سے دل مشغول رہے۔ دنیاوی شان و شوکت کے اظہار اور مخلوق کی زیادہ سے زیادہ آمد کی خواہش میں کوئی بھیس نہ بدلا جائے۔ ورنہ یاد رہے کہ تلبیس اور بھیس بدلنے سے اقوام و

افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور یہ قانون الٰہی ازل سے ابد تک جاری ہے کہ بھیس بدلنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔

واضح باد کہ جو کچھ پردۂ ظہور میں آئے اُسے دلجمعی سے کام فرمایا جائے شعر

فارغ چہ بود زخود گذشتیم ۔ مارا نہ غمے نہ غمگساری

(جب خودی و عزو جاہی کو چھوڑ چکے تو اب فراغت پانے کا کیا سوال؟ ہمارا تو یہ حال ہے کہ کوئی غم نہیں ہے اسی لئے کوئی غمگسار نظر نہیں آتا ہے۔)

بہر حال حوادثات زمانہ سے دائیں بائیں اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھو بلکہ منہ اُٹھائے سیدھے صراط مستقیم پر چلتے رہو۔

رباعی

در ہر دو جہاں ہرچہ شود گو شو گو ۔ وز دور زماں ہرچہ شود گو شو گو

مشغول بحق باش و بیراز دو کون ۔ وز سود و زیاں ہرچہ شود گو شو گو

بھائی! ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے سرمو انحراف روبہ عمل نہ لاؤ۔ اور ہمارے لکھے پر سختی سے پابند عمل رہو۔ اگرچہ صحبت اور نور حضوری کی وجہ سے اکثر و بیشتر خرابیاں اور برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور تم ظاہری مسافت پر خود کو دور پا رہے ہو لیکن قریب جاؤ اور ہماری بتائی ہوئی تدابیر پر عمل آوری کرو اور مداومت کرو۔ تمام معاملات میں اسلامی تعلیم پر سرسری طریقہ سے نہیں بلکہ پوری دلجمعی سے عمل پیرا رہو۔ تم کچھ زیادہ مسافت پر نہیں ہو اگر درمیان میں مشرق و مغرب کا فاصلہ بھی ہو تو کوئی فکر نہ کرنا ہر حال میں ہمارے ہم زانو ہو۔ اپنے اوقات کو اذکار الٰہی سے معمور رکھو اور ہر وقت اذکار و اعمال کے ذریعہ یاد محبوب کرتے رہو اور اس قاعدہ مقرر پر عمل آوری کرو۔ شعر

نصیحت ہمین است جان برادر ۔ کہ اوقات ضائع مکن تا توانی

علاوہ ازیں یاد رہے:

مَنْ فَاتَ وَقْتُہٗ فَقَدْ فَاتَ رَبَّہٗ

(جس نے وقت کی قدر نہ کر کے وقت کھویا تو یقینی طور پر اس نے رب العلمین کو کھو دیا)

یہ مانا کہ اشغال دنیاوی سالک کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں۔ لیکن جواں مرد طالب پروردگار کو چاہیئے کہ پاؤں میں کانٹے چبھواتے ہوئے بھی راہ الٰہی میں دوڑنے سے باز نہ رہے اور صراط مستقیم پر گامزنی کی خاطر ہر تکلیف پر مسکراتا رہے۔

واضح یاد ہر قوم کے لئے پروردگار نے ایک ہادی و رہبر مقرر فرمایا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اُمّت محمدیہ میں بحالت موجودہ پیر و مرشد ہی ہادی و رہبر ہے۔ اور اب جبکہ پیر و مرشد کا دامن تھاما ہے تو اس سے بالکل چمٹ جاؤ۔ ذکر و مراقبہ، تخلیہ اور تجلیہ میں وہ جو کچھ بتائے اس پر مکمل طور پر عمل کرو۔

سنو! تخلیہ نام ہے لَا اِلٰہَ کا یعنی تمام دیگر معبودوں سے علیحدگی کا اظہار کرنا اور اِلَّا اللّٰہ تجلیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جلوہ انگینیوں سے منور ہونا۔ مراقبہ کے وقت یا لوگوں کی موجودگی کے وقت کسی وقت بھی وہمی و ظنی باتیں دل میں نہ آنے دو۔ اور جو وسوسہ پیدا ہو اس سے فوراً انکار کرو۔ اس طریقہ عمل سے تخلیہ و تجلیہ کی کیفیتوں سے انشاءاللہ مالامال ہو جاؤ گے۔

خوشی کی بات ہے کہ ایک ہادی کی پیروی تمہیں حاصل ہو گئی یہ ایک نعمت خداوندی ہے انشاءاللہ اس کے اچھے اور نمایاں اثرات سے متمتع ہو گے۔ گلستانِ ہدایت سے تمہیں جس قدر گلہائے معرفت ملتے جائیں گے اسی نسبت سے تم زیادہ سے زیادہ نعمت الٰہی کے حقدار بنتے جاؤ گے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں راہ سلوک طے کرنے کے لئے طلب اور تزکیہ نفس کی بدرجۂ اتم ضرورت بتائی جاتی ہے۔ لیکن اسلام نے اس طلب میں عزم محکم

اور تزکیہ نفس میں کمال حضوری کی شرط لازم قرار دی ہے۔ اور اگر انہی دونوں کو تخلیہ و تجلیہ کہا جائے تو نا درست نہیں۔

مکرر تحریر ہے کہ لوگوں سے زیادہ صحبت نہ رکھو۔ کم خوری اختیار کرو۔ ذرا عشاق سے پوچھو کہ معشوق کے بغیر ان کا کیا حال ہے۔ معشوق کی یاد میں رنج وغم کھانا اور درد جگر پینا ان کی غذا ہے۔ عشاق کی حالت یہ ہے کہ یار کے سامنے ہوتے ہوئے تجلیات حسن کی برق پاشیوں سے اضطراب و تڑپ کی کیفیت رہتی ہے اور اگر درمیان میں حجاب درپردہ حائل نظر آتا ہے تو معشوق کے سامنے آنے کے لئے بیقرار و بے چین رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں کھانا پینا سونا باتیں کرنا اور دوسروں سے صحبت رکھنا عشاق کے لئے کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

باغم تو الفت و ہم خانگی　　　　از دیگراں وحشت و بیگانگی

واقعہ یہ ہے کہ عاشق صادق اپنے یار کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ اسے صرف اپنے یار کے ذکر کے کچھ اور پسند نہیں آتا۔ اس کی زبان پر ہر وقت دوست ہی کا نام رہتا ہے اس کے منہ سے صرف یار کا نام نکلتا ہے۔ ہر وقت اپنے یار کے خیال میں ڈوبا رہتا۔ اور یہ کیفیت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو گم گشتہ منزل اور بے خود ہو چکتے ہیں۔ انھیں اپنا یا دوسروں کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ اور ہر طرح ہر وقت رضائے الٰہی کے خواہش مند رہتے ہیں۔

بھائی! مخلوق خدا کے ردو قبول پر نظر کرنے والا اور احکام اسلامی سے روگردانی والا شخص دیدار دوست سے محروم نظر آتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ احکام شریعت و طریقت کی ہر طرح پیروی کرنا،

اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھنا، تضییع اوقات نہ کرنا، اور ہر لمحہ حقوق ادا کرتے ہوئے محبوب کی یاد رکھنا، نوافل و فرائض میں مشغول رہنا ہدایت یافتہ لوگوں کا طریقہ کار اور شیوہ ہے۔

آخر میں پھر تحریر ہے کہ من فات وقتہ فقد فات ربہٗ پر ہر آن نظر رہے۔ اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھو اور یاد محبوب میں ہر آن مشغول رہو۔ والسلام

مکتوب۔ بجانب امیر سلیمانؒ ملک تاج سلیمانؒ مولانا بدرالدین صاحبان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں دنیاوی دولت دی ہے جس کی وجہ تم فراغت کے ساتھ خوش عیش ہو۔ دوسرے لوگوں کے پاس آمد و رفت کرنے کی تمہیں حاجت باقی نہیں رہی ہے۔ دوست و دشمن وغیرہ کی مزاحمتوں سے بفضل الٰہی محفوظ ہو اس لئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے تم سب یاد الٰہی میں مشغول رہو۔

بہ فراغ دل زمانے نظرے بہ خوب روئے
بہ از آں کہ چتر شاہی ہمہ عمر ہائے و ہوئے

اللہ کا شکر ہے کہ تمہیں دوسروں کے پاس جانے کی ضرورت باقی نہیں پڑھنے پڑھانے کا کام بھی سر پر نہیں رہا۔ وضو، نماز، زکوٰۃ و خیرات وغیرہ کے مسائل شریعت بخوبی جانتے ہو۔ اب ضروری ہے کہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جاؤ چونکہ تم لوگوں کو کہیں جانے کی حاجت نہیں اور کسی دن اگر کوئی تمہارے پاس بھی نہ آئے تو اس دن کو اپنی معراج تصور کرو انشاء اللہ تم میں سے ہر ایک مزید نعمتوں سے سرفراز ہوگا۔

جو لوگ حمام کی تصاویر سے امید وصال یا زمین شور سے کھیتی کاٹنے کی توقع باندھتے ہیں وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ سطح آب پر نقش کاری یا بدکاروں سے عشقبازی کرکے امید وفا رکھنا خیال خام ہے۔ یار کی یاد نہ رکھنے والے دیدار یار کر ہی نہیں سکتے۔

واضح باد جس وقت دل میں اللہ کے سوائے کوئی اور خیال آئے یا ذکر الٰہی کے وقت خیال غیر ستائے تو فوراً توبہ و استغفار ضروری ہے۔ اگر دل میں کسی دوسرے کا خیال باندھ کر یا دوسرے کا ارادہ کر کے کچھ کیا جائے تو ایسا شخص بت پرست اور مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کی کبھی بخشش نہیں کرے گا۔ ماشاء اللہ تم لوگوں کو فراخی دولت و تونگری حاصل ہے۔ اس لئے شکریہ کے طور پر مزید انعامات الٰہی حاصل کرنے کے لئے یاد الٰہی کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔

ترا ممکن چنیں دولت تو از بے دولتی غافل

دولت دنیا تو حاصل ہے اس کے ساتھ دولت نقد بھی حاصل کرلو۔

والسّلام

مکتوب

بجانب ملک داؤد خان افغان مع برادران قطب خان و جمال خان افغانان

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزان من! ایک شخص سر راہے پہ کھڑا راستہ بتا رہا ہے کہ یہ دائیں جانب کا راستہ امن و امان اور راحت و فراغت کا راستہ ہے اور یہ بائیں جانب کا رستہ خراب و خطرناک کانٹوں بھرا ہے مگر لوگ ہیں کہ جوق در جوق اسی بائیں جانب والے راستہ پر جا رہے ہیں۔

حیرت تو یہ ہے کہ جو شخص سہ راہے پر کھڑا رستہ بتا رہا ہے اُس کو سب امام اور سچا مانتے ہیں۔ مگر باین ہمہ اکثر و بیشتر اس کے کہے پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اور ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے اُلٹے راستہ پر چل رہے ہیں۔ یہ راستہ وہ ہے جو گھوم پھر کر پھر پہلے ہی مقام پر آ نکلتا ہے۔ اور دوسرا راستہ وہ ہے جو چند پہاڑیوں کے نشیب و فراز پار کرتے ہوئے منزل مقصود پر پہونچتا ہے۔ اب تم لوگ کونسی راہ چلنے کا ارادہ کر رہے ہو۔

تم تینوں بھائی صاحب ایمان و نیک عمل ہیں جزائے عمل کے قائل ہیں، حشر و نشر کا اقرار کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ تم ادھر نہ جاؤ گے جدھر نشانۂ ملامت بننا پڑتا ہے۔ اور افغانی شان و شوکت کے بجائے ذلت و خواری نصیب ہوتی ہے۔

تم ماشاء اللہ سمجھ دار ہو۔ دوسروں کو بھی سمجھا کر سیدھے راستہ پر لاؤ تاکہ ہوا پرستی سے باز آکر خدا پرستی اختیار کریں۔ ایک دن وہ آنے والا ہے جس دن تمام لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے اور اس وقت پشیمان ہونے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اور کہیں گے ہائے ہم نے دنیاوی زندگی کو غنیمت نہ سمجھا اور اس کی کوئی قدر نہیں کی۔ اب یہاں سے کاش دنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ وہاں ہر لمحہ مشغول بخدا رہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ روز محشر سے کسی کی دنیا میں واپسی نہیں ہوگی۔

مکرر تلقین کی جاتی ہے کہ جوانی کو پیری سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے بیشتر، تونگری کو مفلسی سے قبل، زندگی کو موت سے اول، اور فراغت و چین و آرام کو مشغولیتوں اور مصروفیتوں سے قبل غنیمت جانو۔ اللہ کا شکر ہے تم کو فراغت و آرام نصیب ہے۔ ہر وقت زمانہ گردش میں ہے ممکن

آئندہ کل آج جیسا نہ رہے۔ تم لوگ خود کو ہم سے دور نہ سمجھو ہم ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ تم جہاں رہو خوش عیش رہو۔ پیر اپنے مرید کا نگران رہتا ہے بشرطیکہ پیر کی تلقینات پر مسلسل عمل کیا جا رہا ہے۔ اب پاک نفسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ اور جو ذکر بتائے ہیں انہیں مشغول ہو جاؤ انشاء اللہ تمام خیر و خوبیاں، نعمتیں، سعادت مندیاں اور ہر قسم کی خوش قسمتی تمہیں حاصل ہو گی، اللہ تعالیٰ جو نیک بخت بناتا اور سعادتیں دیتا ہے وہ تمہیں سب کچھ عنایت کرے

نفس کی خواہشات سے ممکنہ حد تک پرہیز کرو۔ تم کو اللہ نے حُسن صورت عطا کیا ہے۔ حسن کی دوسری قسم حُسن سیرت بھی حاصل کرنے کی کوشش کرو تاکہ تم مکمل طور پر دونوں جہاں میں حسین و خوب رُو رہو جبتک چھلکا دور نہیں کیا جاتا مغز ہاتھ نہیں آتا۔ مغز ہی مقصود ہے اس مغز کو بھی بہر صورت حاصل کرو اور خواہشات نفسانی سے پرہیز کرتے ہوئے دل کی پوری فراغت کے ساتھ اللہ کی یاد کرتے رہو۔ انشاء اللہ صراط مستقیم سیدھی راہ پر تم چلنے لگو گے۔ ہماری اور ہمارے پیر کے پیروں کی ارواح تمہارے ساتھ ہیں۔ والسّلام

مکتوب

بجانب ملک عزیز الدین و ملک شہاب الدین باشندگان گلبرگہ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

عزیزان من! حالات بدستور ہیں اور ہر طرح سب خیریت سے ہیں۔ کوشش کیے جاؤ اور ثابت قدم رہو۔ راہِ سلوک بآسانی طے نہیں ہوتی، ایک ماہ تو کیا ایک سال بلکہ ہزار سال تک بھی بغیر مشقت "منزل پر پہونچنا

مشکل ہے۔ ہم یا تم سُستی سے کام لیں تو اس سے کاربرآری کیسے ہوسکتی ہے اس راہ میں جان جیسی عزیز چیز تک کی قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

بہرحال جو وظائف و اعمال کر رہے ہو وہ جاری رہنا چاہیئے انھیں مزید دلجمعی سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہرآن اللہ جل جلالہ کی یاد میں رہو انشاء اللہ منزلِ مقصود تک رسائی ہوگی۔

مراد اہلِ طریقت لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

شاہی ملازمت، والدین کی خدمت اور متعلقین کے ادائگی حقوق کے ساتھ دل کو اللہ تعالیٰ اور پیر و مرشد کی جانب متوجہ رکھنا منزل تک رسائی کے لئے لازم ہے۔ ہاں تلقین کی جاتی ہے کہ دورانِ ملازمت میں کوئی کام شرع کے خلاف نہ ہونے پائے۔ انشاء اللہ تم عنقریب ترقی حاصل کروگے ہماری تلقین کے موافق عمل کرنے میں کوتاہی نہ ہو۔

مالک الملک تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن ظاہری طور پر بادشاہ، ملک، والدین متعلقین اور متوسلین اور زن و فرزند کی خدمت و ادائگی حقوق میں کوتاہی نہ کرنا۔ اور پیر کی تلقین میں فرق نہ آنے دینا راہ سلوک کے مدارج کا حصول انشاء اللہ تمہیں نصیب ہوگا عجلت مناسب نہیں، البتہ مستعجل ترقی ہونا عمدہ بات ہے۔ انشاء اللہ جلد تر ترقی حاصل ہوگی۔

اندک اندک عالم گردد آنگہے گویا شود
قطرہ قطرہ جمع گردد آنگہے دریا شود

ابتداء کار میں ہم نے بھی اپنے پیر و مرشد نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ سے یہی عرض کیا تھا کہ اجازت عالی ہو تو لکھنا پڑھنا ترک کردوں اور

یکسو ہو کر صرف پیرو مرشد کی تلقین کے تحت ذکر وشغل میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤں تو فرمایا تھا اس کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حصول تعلیم کتب ظاہری کے ساتھ ساتھ پیرو مرشد کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف واعمال کی تعمیل کرتا رہا جس کی برکت سے وہی ہوا جو ابتدائی خواہش تھی کہ غرقِ دریائے محبت الٰہی ہو گیا۔ اور تمہیں بھی یہی چاہیئے کہ اسی طریقہ کے موافق گامزن رہو۔

ترک ملازمت و قطع تعلق دنیا ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ کا شیوہ ہے تم ماشاء اللہ مسلمان اور پھر ہمارے مرید ہو۔ تم کو بزرگوں کے نقش قدم پر گامزن رہنا اور ترقی کرنا ہے۔ دنیا و دین میں انشاء اللہ تم عنقریب بلند درجات پر فائز ہو گے۔ تمہارے عزیز اور ہمارے دوست سب بحمداللہ بخیریت ہیں۔ موسم خوشگوار ہے اللہ تم سب کا محافظ و نگران ہے۔ والسلام

دعاگو سید محمد الحسینی

مکتوب

مقدمہ ۸۸

بجانب خان اعظم قدر خان } رضا بہ قضا

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

رسولِ اکرمؐ کی حدیث قدسی ہے جس میں صاف طور پر ترقیم ہے کہ "اللہ نے کہا میں اپنے مومن بندہ کی روح قبض کرنے میں جس قدر متردد رہا اتنا کسی دوسرے کام میں مجھے تردد نہ ہوا، بندۂ مومن موت کو پسند نہ کرتا اور میں اس کی ناخوشی پسند نہ کرتا۔ لیکن تقدیر الٰہی یہی ہے کہ دنیا میں ہر اک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

یہاں اس حدیث قدسی کی غرض تحریر یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے وہ کام کرتا ہے جنھیں اپنے بندوں کی ناپسندیدگی کے سبب پسند نہیں کرتا ہے۔ اور چونکہ حکمت بالغہ ان کاموں کی انجام دہی ہے اس لیے ان کاموں کو سرانجام دیتا ہے۔

تمام سچے مسلمانوں اور بعض موحدین کا مذہب حقہ یہ ہے کہ معصیت وکفر اور دیگر خلاف ورزی احکام شریعت کے مکروہات جو معرض وجود میں آتے ہیں یہ سب بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنی قضا و قدر سے ظاہر کرتا ہے۔ اور تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور چونکہ ہر چیز کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہ جانتا ہے کہ فلاں فلاں چیز جس کا وہ خالق ہے فلاں فلاں وقت پر ظاہر کروں گا۔ تاہم ان امور کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ ان تمام مکروہات وغیرہ کو ظاہری لباس عنایت کرتا ہے۔

وہ جانتا ہے کہ دنیا میں معصیت وکفر کا ازدیاد ہے اور ایمان و اطاعت والے کم تعداد میں ہیں۔ وہ جرائم کرنے والوں سے ناخوش اور اطاعت کرنے والوں سے راضی ہوتا ہے۔ پھر بھی ناپسندیدہ امور کی تخلیق و اظہار میں اس کی حکمت بالغہ اس کے قضا و قدر کے موافق کارفرما ہے۔

مختصر یہ کہ وہ مکروہ و ناپسندیدہ امور جن کی اس ہی نے تخلیق کی ہے۔ جب کہ ان کے اظہار میں اس کی رضامندی و خوشنودی بھی نہیں ہے تاہم اپنی حکمت بالغہ و قضا و قدر کے تحت ان کو ظاہر کرتا ہے تو پھر ہماری تمہاری کیا حقیقت اور ہم تم کیا کر سکتے ہیں۔ اور ہم تم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جو چیز ہمارے نزدیک عمدہ بہتر اور اچھی ہے اسی کو اللہ جل جلالہٗ ہمیشہ ظاہر کرتا رہے اور جو امور ہمیں یا خود اسے ناپسند ہیں ان کو ظاہر ہی نہ کرے

اس قسم کی استدعا و تمنا آرزوئے خام و تمنائے ناکام ہے بلکہ گمان باطل ہے رضا بقضا کے پیش نظر جبکہ متاع بے مایہ کو اللہ تعالیٰ خود پسند نہیں کرتا تو اپنی مخلوق کی اس معاملہ میں رضا جوئی کیسے کرسکتا ہے۔ اس لئے رضائے الہٰی کے موافق سر تسلیم خم کرنا بھی اللہ کی اطاعت و عبادت ہے۔

مسلمان عقلمند، زیرک، اور صاحب فکر و شعور ہے نفع و نقصان خیر و شر، جو کچھ نامرضیات عالم میں ظہور پذیر ہوں ان پر رنج و غم کا اظہار نہ کرے۔ چونکہ آپ مسلمان ہیں اس لئے ثابت قدمی کے ساتھ بہ خاموشی تمام ناپسندیدہ اشیاء و امور پر رضا بہ قضا کا ثبوت دیں اور کسی قسم کا دل میں کوئی میل نہ لائیں۔

آپ کو اللہ نے بڑی قدر و منزلت دی ہے۔ اچھے اور برُے کو جانتے ہیں۔ اس لئے بھی رضا بہ قضا پر کاربند رہنا ضروری ہے۔ اللہ آپ کو مزید انعام دینا چاہ رہا ہے۔ اس لئے بحکم الہٰی فقیر کی تلقین رضا بہ قضا پر عمل کریں ۔ والسلام

دعا گو ......

..... گلبرگہ

معمولات

امورِ مذہبی بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ مذہبی کاموں کی انجام دہی میں اس طرح مشغول رہتے کہ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے، اور گلبرگہ تشریف لانے کے بعد مولانا بہاؤ الدین کی امامت میں نماز پڑھا کرتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ گھر میں سنتیں پڑھتے اور جب تکبیر ہوتی تو فرض پڑھنے مسجد آجاتے، لوگوں سے مصافحہ کرتے اور مکان واپس ہو جاتے لوگوں کو پابوسی سے منع فرماتے اور کہتے ہمارے پیر و مرشد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی بھی پابوسی کو منع فرماتے تھے۔ نمازِ فرض کے بعد کی سنتیں بھی گھر ہی میں آکر ادا کرتے تھے۔ حضرت چراغ دہلوی کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف خود پڑھتے اور اپنے مریدوں کو بھی یہی وظائف بتاتے۔

مولانا نورالدین نے آپ سے کئی مرتبہ تلقین کرنے کی خواہش کی تو فرمایا اولاً پیر و مرشد رح کے فرمودہ اذکار، اوراد و معمول پورے کرو پھر تلقین کروں گا بندہ نواز رح کا معمول تھا کہ (۳۳ + ۳۳) آیات فجر و عشا کی نماز کے بعد تلاوت کرتے اور فجر کی نماز کے بعد چہل اسم بھی پڑھتے اور اپنے مخصوص مریدوں کو بھی چہل اسم پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ اور صاحبزادہ میاں ید اللہ سے با آواز چہل اسم پڑھواتے تھے سہ پہر کے وقت صاحبزادہ میاں ید اللہ کو درسی کتب کی تعلیم دیتے اور خود بلا ناغہ بعد نماز عصر دعائے استفتاح پڑھا کرتے

نیز حسب الحکم محمود چراغ دہلوی ایک سپارہ تلاوت کرتے تھے پھر بڑھاپے کے زمانہ میں مولانا بہاؤالدین کی زبانی سنا کرتے تھے۔ نماز اشراق چاشت اور تہجد ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ آخر عمر میں جب کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی تھی تو فرض ونفل وغیرہ بیٹھے بیٹھے ادا فرماتے۔

ایک مرتبہ مولانا ابوالفتح گوالیری کے ساتھ دو آدمی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے مرید ہونے اور سر منڈانے کی خواہش کی۔ آپ نے مولانا ابوالفتح سے فرمایا جائیے اور سر منڈا لائیے چنانچہ مولانا مذکور نے ان دونوں کا سر منڈوا کر اس پر سفید مٹی ملی اور دونوں کو پیش کیا۔ پھر بندہ نواز نے ہر ایک کے سر کی مٹی صاف کر کے ٹوپی پہنائی۔ جس کے بعد دونوں نے باہر جا کر دوگانہ پڑھے۔ پھر واپس ہوئے اور آپ کے روبرو آکر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ جس پر ارشاد فرمایا تم نے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت بہ لحاظ صورت زیادہ کار خیر کیا ہے اس لئے بہ لحاظ عمل بھی اضافہ کی ضرورت ہے دونوں نے کہا جو حکم عالی ہو۔ چنانچہ آپ نے مولانا ابوالفتح کی جانب متوجہ ہو کر کہا مولانا انھیں کچھ تلقین فرمایئے۔ مولانا نے یہ سنا اور سر نیچا کر کے خاموش ہو گئے پھر فرمایا "مولانا! ہم کہتے ہیں کہ انھیں کچھ تلقین کیجئے۔ چنانچہ مولانا نے ان مریدوں کو روزانہ چھ رکعات نماز اشراق اور چار رکعات نماز چاشت پڑھنے کے لئے کہا۔ اس پر بندہ نواز نے فرمایا ہاں یہی کیا جائے۔ پیر و مرشد نے مجھے بھی پہلے دن یہی حکم دیا تھا اور مولانا نے بالکل درست تلقین کی ہے۔

بندہ نواز رح کا دستور تھا کہ دوپہر کو قیلولہ کرتے اور فرماتے جو صوفی قیلولہ نہیں کرتے وہ شب بیداری کا انتظام نہیں کرتے بلکہ پوری رات

سونا چاہتے ہیں

بندہ نوازؒ ہمیشہ بعد نماز تہجد دو حلقہ کرتے جس میں ذکر الٰہی کرتے تھے اور ہمیشہ فرماتے جن کو کچھ ملا ہے وہ ذکر و مراقبہ سے ملا ہے۔ سالہا سال کی ظاہری نماز، روزہ اور تلاوت سے راہ مستقیم پر گامزنی مشکل سے ہاتھ آتی ہے۔ بزرگوں کا قاعدہ ہے کہ ذکر و مراقبہ سے غفلت نہیں برتتے اور شیوخ کے فرمودہ اوراد و اعمال جاری رکھتے ہیں۔

بندہ نوازؒ نے بڑھاپے سے پہلے تک ہمیشہ روزے رکھے لیکن آخر زمانہ میں ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو ضرور روزے رکھتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ جمعہ کے دن غسل کرکے مسجد تشریف لے جاتے جہاں دو دو رکعت کرکے چھ رکعات پڑھتے پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔

(سیر محمدی از محمد علی سامانی مخطوطہ)

رغبتِ سماع

بندہ نوازؒ کو چشتی مسلک کے تحت سماع سے بہت زیادہ رغبت تھی۔ بزمانۂ قیام دہلی سید نصیر خلیفہ شیخ برہان الدین غریب کے ساتھ جو آپ کے قرابتدار بھی تھے مجالس سماع میں شرکت کرتے تھے آپ جو قوالی خود کراتے تھے اس میں باجے نہ ہوتے تھے اور اگر کہیں باجوں پر قوالی ہوتی تو منع بھی نہ کرتے، اپنے ساتھ صاحبزادوں کو بھی گاہ گاہ قوالی سنواتے تھے۔

بندہ نوازؒ فرماتے تھے کہ ابتدائی زمانہ میں ہم مولانا صدرالدین طبیب قاضی عبدالملک اور مولانا علاؤالدین یک جا ہوکر قوالی سنتے، کسی خاص باجے یا مزامیر و جھانجھ کا اہتمام نہ کرتے۔ اگر کوئی باجا ہوتا تو سن لیتے، اگرچہ مولانا برہان الدین غریب اور ان کے احباب سب کے سب باجے سنتے تھے لیکن

پیرو مرشد (چراغ دہلویؒ) قوالی میں نغمہ والے سننا پسند نہ فرماتے۔ اور جہاں قوالی میں نغمہ والے گلوکاری' اور دف ڈھول وغیرہ ہوتا تو ڈھول بجانے کو منع بھی نہ فرماتے۔

مولانا زین الدین و مولانا کمال الدین کے گھر میں جو کوئی کاج یا دعوت وغیرہ ہوتی اور قوال دف بجاتے ہوتے تو بھی پیرو مرشد ممانعت نہ فرماتے۔

ارشاد ہے ایک مرتبہ دہلی میں ہم مولانا علاؤ الدین کے ساتھ مولانا صدر الدین طبیب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دلّی کا مشہور ستار نواز ابراہیم اپنے علاج کے لئے مولانا حکیم صدر الدین صاحب کے پاس آیا حال کہا نسخہ لکھوایا اور جو ستار اس کے ساتھ تھا اس کے کان امیٹھ کر اس کے پردہ ٹھیک کئے اور خود ہی دف و تالی بجا کر اس کو ٹھیک کر کے بجانے لگا۔ یہ دلّی میں استاد مانا جاتا تھا اور کوئی اس کے فن کی ہمسری نہ کرتا تھا۔ حکیم صاحب موصوف کا چھوٹا کم عمر لڑکا یوسف بھی اس مجلس سماع میں موجود تھا اس کو اس ستار نواز کے ستار نے ایسا بیتاب کیا کہ وہ تڑپ کر بیہوش ہو گیا۔ لوگ اسے اٹھا کر محفل سماع سے باہر لے گئے۔ اور میری حالت یہ ہوئی کہ اس محفل کے ختم ہونے تک میں بے خود تھا اور مجھے اپنی کوئی سُدھ بُدھ نہ تھی۔ ایسا ستار نواز اور ایسی قوالی پھر دیکھنے میں نہ آئی۔

ایک مرتبہ ہم' مولانا علاؤ الدین اور مولانا حکیم صدر الدین نے باتفاق رائے ہر قسم کے باجے جمع کرا کے حکیم صدر الدین صاحب کے گھر قوالی کرائی اور تین دن تک مسلسل قوالی ہوتی رہی گھر میں کسی اور آدمی کو مدعو نہیں کیا تھا صرف ہم تین آدمی ہی سماع سننے والے تھے لیکن چونکہ گھر کی دیواریں بلند تھیں اس لئے مخلوق کا باہر ٹھٹ لگ گیا۔۔۔۔ اس ہجوم اور قوالی کی پیرو مرشد (چراغ دہلویؒ)

کو بھی اطلاع مل گئی تھی۔ بعد اختتام مجلس قوالی جب میں پیر و مرشد کی پا بوسی کے لئے حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا سید محمد! ایسی قوالی نہ سنو۔ چنانچہ اس دن سے میں نے باجہ کے ساتھ قوالی سننا ترک کر دی ہے۔

آپ کا دستور تھا کہ محفلِ سماع میں عود خوب سلگاتے اور رات کے وقت بہت زیادہ روشنی کرتے اور اگر کوئی شخص آپ کی محفل سماع میں سر بسجود ہو جاتا تو قوالی بالکل نہ سن کر محفل سماع فوراً برخاست کر دیتے۔ اور صوفیاء کرام کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ محفل سماع میں کسی کے سجدہ ریز ہونے پر مجلس برخاست کر دی جاتی ہے۔

آپ کی محفل سماع میں عام طور پر فارسی کی غزلیں اور شعر پڑھے جاتے جن کا اتار چڑھاؤ دھیمے سروں میں ہوتا جس میں عاجزی و انکساری کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے مرد صوفی کا ہنر ہی یہ ہے کہ وہ عاجزی و انکساری کو پسند کرتا رہے۔ گانے بجانے اور گلو کاری وغیرہ کا ہنر ہی یہ ہے کہ دیار دوست کی سیر ہوتی رہے اور اس میں جو لذت آتی ہے وہ صاحبانِ ذوق ہی جانتے ہیں کہ یہ کچھ دوسری ہی چیز ہے۔

بندہ نوازؒ قوالی کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ قوالی سننے کی ابتداء میں نے تلاوت قرآن کے بعد کی ہے۔ اور جب قوالی سے دل نہیں بھرتا تو پھر قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتا ہوں جس سے دل کو سیری ہو جاتی ہے۔ اور جس شخص کو خود کے پیر و شیخ اور خلیفہ ہونے کا گمان ہو اس کو تو قوالی سننے کی کسی صورت اجازت نہیں ہے۔ اور ایسے خود ساختہ مغرور لوگوں کی قوالی سننے سے ہم کو اذیت ہوتی ہے۔

بندہ نوازؒ کا دستور تھا کہ صبح کو بعد نماز چاشت۔ لوگوں کو پڑھاتے اور

پھر ظہر کے بعد خود تلاوت کر کے تفسیر، حدیث، علم کلام و فقہ کے طالبعلموں کو اسباق دیتے۔ قدرے سلوک کی بھی تعلیم دیتے۔ اور تصنیف و تالیف کتب کا کام ظہر کی نماز سے پہلے کیا کرتے۔ آپ خود سر نہ منڈواتے اور کسی سیدزادہ کا سر نہ گھٹواتے۔ کسی بچہ کو بیعت نہ کرتے اور جس نوجوان کو بیعت میں لیتے تو اس کے سر کے بال بھی نہ کٹواتے بلکہ ویسے ہی اس کے سر پر کلاہ رکھ دیتے۔ اگر مرید زیادہ خواہش کرتا تو تقریباً دو ہاتھ کا کپڑا اس کے سر پر لپیٹ دیتے اور مرید کو کسی دوسری چیز کی تکلیف نہ دیتے (یعنی اس سے نذر کی کوئی رقم و شیرینی قبول نہیں کرتے تھے)

ایک مرتبہ مولانا احمد تھانیسری کے فرزند قاضی عبدالحق نے حسن آباد (گلبرگہ) آکر از روئے ارادت بندہ نواز سے کلاہ پوشی کی درخواست کی آپ نے فرمایا ان دنوں ہم بیمار ہیں اور زمانۂ علالت میں کسی کو مرید نہیں کیا جاتا تاہم اعتقادی طور پر ہم سے پیوستہ رہو۔ پھر اپنے دوسرے مریدوں سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت کرو۔ قاضی صاحب واپس ہو گئے۔ پھر دوسری مرتبہ آئے اس مرتبہ بھی بندہ نواز علیل تھے اور قاضی صاحب کی التماس بیعت پر پہلا سا جواب دیا۔ قاضی صاحب واپس ہو گئے۔ افسوس قاضی عبدالحق صاحب کو ارادت حاصل نہ ہو سکی۔ (از سیر محمدی مخطوطہ)

طریقۂ بیعت بندہ نوازؒ اپنا دستِ مبارک مرید ہونے والے کے ہاتھ پر رکھتے اور فرماتے کہو میں نے عہد کیا آپ (سید محمد الحسینی گیسو دراز) سے آپ کے پیر اور ان کے تمام پیروں سے درجہ وار چشم و زبان کو محفوظ رکھوں گا اور احکام شرع کی تعمیل کروں گا۔ مرید ہونے والا یہ الفاظ کہتا تو آپ فرماتے ہم نے قبول کیا، اس کے بعد الحمدللہ کہکر

اپنے ہاتھ میں قینچی لیتے اور مرید ہونے والے شخص کے سر کے دائیں اور بائیں جانب کے کچھ بال قطع کرتے پھر تکبیر پڑھتے ہوئے اسے کلاہ پہناتے پھر وہ رفیق دوگانہ پڑھتا اس کے بعد دستار یا عمامہ باندھتے، پھر وہی رفیق سامنے آکر باادب سیدھا کھڑا ہوتا۔ اور آپ تلقین فرماتے کہ پنج وقتہ نماز کی پابندی کرو اور بعد مغرب چھ رکعت نماز دو دو رکعات کر کے نماز اوّابین اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور قل اعوذ بربّ الفلق و اعوذ بربّ النّاس کی سورتیں ایک ایک مرتبہ پڑھو اس طرح چھ رکعات پڑھنے کے بعد سر بسجود ہو کر تین مرتبہ یہ کہو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانْ پھر سونے کے بعد اُٹھ کر وتر پڑھنے سے پہلے یہ دو رکعت اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں سورہ الحمد کے بعد (۱۰) مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو۔ اور سلام پھیرنے کے بعد (۷۰) مرتبہ یَا وَهَّابُ کا ورد کرو۔ اور ممکن ہو تو ہر ماہ چاند کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ روزے رکھو۔

مردوں کی بیعت کی یہ صورت تھی اور خواتین کو اس طرح مرید کرتے تھے کہ اپنے اور اس کے درمیان ایک پردہ ڈالتے اور درمیان میں ایک پیالہ پانی بھرا رکھواتے اور اپنی انگشت شہادت پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اس بھرے پیالہ کے ایک کونے میں رکھتے اور وہ خاتون بھی اپنی انگلی اس پیالہ میں رکھتی اور مردوں کے عہد کے موافق عہد لیکر وہ تمام پانی اسے پی لینے کا حکم دیتے اور وہ پی جاتی۔ پھر رومال یا دامن اس کے سر پر رکھتے اور پابندی نماز کی تلقین فرماتے۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے کہ مرید ہونے والی خاتون کے محرم کو اس خاتون کی موجودگی میں وکیل بنا کر اس کو بیعت کرتے۔

علاوہ ازیں آپ کا معمول تھا کہ عرفہ اور استفتاح کے دن تمام مریدوں کی تجدید بیعت فرماتے اور اس تجدید بیعت سے قبل و بعد اپنے مرید سے اس کے حالات ملازمت، ثمرہ بیعت و ارادت اور دیگر حالات دریافت کر کے کسی کسی کو مزید اوراد و وظائف پڑھنے کے لئے تجویز فرماتے تھے۔

امورِ دنیاوی بندہ نواز ہمیشہ ایک بہالچہ[1] پر نشست فرماتے تھے اور بادشاہ وقت کے لئے تعظیماً ایستادہ ہوتے اور فرماتے احکام قرآنی اولوالامر[2] کے پیش نظر اے بادشاہ وقت میں آپ کی تعظیم کی خاطر کھڑا ہوا ہوں۔ پھر بیٹھ جاتے اور جب بادشاہ آنا چاہتا تو آپ ایک دن پہلے اسے مطلع کرتے کہ کل آ سکتے ہو۔ بادشاہ کی آمد پر اس کے لئے گھر میں سے کھانا منگواتے اور وہی کھانا ہوتا جسے کندوری[3] کہتے تھے بادشاہ یہ کندوری کھاتا اور باقی ماندہ بطور تبرک اپنے ساتھ لے جاتا۔ اور مقررہ کندوری سے زیادہ آپ بادشاہ کو نہ دیتے[4]۔

آپ کا دستور تھا کہ جتنے آدمی آتے رہتے ہر ایک کے لئے آپ خود گھر

---

[1] چند کپڑوں کو تہہ بہ تہہ کر کے سی کر بیٹھنے کے لئے موٹا کپڑا بنا لینا۔

[2] آیت قرآنی یہ ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (ترجمہ۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ؐ اور اپنے مسلمان حاکم و صدر کی اطاعت کرو) اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان حاکم اگر شریعت کے موافق احکام دے تو اس کی اطاعت کی جائے۔

[3] کندوری نام ہے اس عمومی کھانے کا جسے لنگر بھی کہتے ہیں۔

[4] بلند کرداری کا یہ عالم تھا کہ جتنا دوسروں کو کھانے کے لئے دیتے اتنا ہی بغیر کسی قسم کے اضافہ یا کمی کے بادشاہ وقت کو بھی عنایت فرماتے تھے اور چاپلوسی یا ڈپلومیسی کی خاطر اُسے پہنچانے نہیں جاتے تھے۔ بلکہ بادشاہ سے بھی دوسرے مریدوں وغیرہ کی مانند سلوک فرماتے تھے۔

میں سے چار تنوری روٹیاں ایک پلیٹ سالن اور ایک بڑا پیالہ آش (سوپ) کا بھجواتے سالن کی پلیٹ میں دو آدمی بھی شریک ہو جاتے۔ اثنا طعام میں آپ کسی کو پانی نہ پلواتے (تاکہ کم نہ کھایا جائے یا طبی اصول کا لحاظ فرماتے اور عام حیثیت سے بھی یہ خیال درست ہے کہ کم نہ کھانے کے مدنظر کھانے کے درمیان میں پانی نہیں پلواتے تھے یہی اصول سیرت مغلطائی نے بھی تحریر کیا ہے) غرضکہ کھانے والے جب کھانے سے فراغت پا لیتے تو اپنے مقررہ حصّہ میں سے جو کچھ باقی بچ جاتا وہ حضرت بندہ نوازؒ کے حکم سے مع بڑا پیالہ و پلیٹ کے اپنے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

اس کندوری کے ختم کے بعد بندہ نوازؒ اپنے فرزندوں کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرماتے۔

اشیاء تناول

لوگوں کے آگے سے جو روٹی کے ٹکڑے بچ جاتے وہ سب اکٹھے کئے جاتے اور ان ٹکڑوں کے ڈھیر میں سے چند ٹکڑے لے کر نوش فرماتے۔ اس کے بعد طالبعلموں کو تفسیر، حدیث علم کلام، فقہ کی کتابیں پڑھاتے اور درمیان میں سلوک کی بھی تعلیم دیتے جاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ظہر کی نماز کے بعد تلاوت کر چکتے تو پھر طلباء کو علم کلام و فقہ کا درس دیتے تھے۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ یہ راقم و کاتب سید محمدی محمد علی سامانی بمقام گلبرگہ مقیم تھا۔ قاضی راجا آپ کی مصنفہ تفسیر، شیخ زادہ شہاب الدین قوت القلوب مولانا ابو الفتح۔ تعرف مشرحہ بندہ نوازؒ، اور بندہ نوازؒ کے بھتیجے سید اصغر فرزند سید احمد۔ کشاف، مستوفی ممالک ملک قطب الدین کے فرزند شہزادہ عزیز الدین و شہزادہ شہاب الدین یہ دونوں آداب المریدین،

صاحبزادہ میاں یداللہ مصباح پڑھتے تھے پھر کافیہ شروع کیا تھا۔ اور صاحبزادہ میاں سیف اللہ پنج گنج پڑھتے تھے۔

نمازِ عشاء کے بعد سونے سے پہلے تمام مرید اور اکثر صوفیاء جمع ہوتے اور کم و بیش تقریباً چالیس پلیٹ صبح کی بچی ہوئی ان سب میں تقسیم کرنے کے بعد جب سب کھا چکتے تو بندہ نواز کی خدمت میں آش (سوپ) کا جو پیالہ پیش کیا جاتا تو اس میں سے تھوڑا سا نوش فرما کر باقی ماندہ جس پر مہربانی فرماتے عنایت فرما دیتے تھے۔

اس زمانہ میں یہ کاتب سیر محمدی گلبرگہ شریف ہی میں تھا کہ جمعہ کی شب میں اپنا باقی ماندہ آش (سوپ) خواجہ احمد کو دیا۔ اکثر اوقات ابوالفتح کو مرحمت فرماتے تھے۔ اور پیالہ دو انگلیوں سے پکڑتے تھے۔ اور آپ کے روبرو جتنا گوشت ہوتا اس میں سے نصف نوش فرما کر نصف سے زیادہ باقی ماندہ مریدوں کو مرحمت فرماتے اور اگر گوشت کی پانچ چھ بوٹیاں ہوتیں تو وہ سب مولانا ابوالفتح کو سرفراز فرما دیتے۔ اور اگر حلوہ پیش ہوتا تو اس میں سے بھی مولانا ابوالفتح کو عنایت فرماتے۔

غرضکہ کھانے کا ہر شب یہی دستور تھا کندوری[1] کرتے وقت مولانا ابوالفتح سے زیادہ گفتگو فرماتے جس میں معتقدین و مرید سب ہی شریک و شامل رہتے۔

بزرگوں کے عرس تاریخوار

بندہ نواز رح کا دستور تھا کہ حسب ذیل بزرگوں کا عرس ناغہ نہ کرتے بلکہ ہمیشہ حسب ذیل تاریخوں میں عرس کیا کرتے تھے:-

---

[1] کندوری یعنی لنگر روزانہ نہیں بلکہ مقررہ تاریخوں پر کیا کرتے تھے

(۱) بارہ ربیع الاول کو سلطان صوفیا فخر موجودات رسالتمآب کا عرس کرتے جس میں خیر خیرات اور قوالی بھی ہوتی تھی۔

(۲) ۱۴ ربیع الاول کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا عرس کرتے جس میں بھی خیر خیرات اور قوالی ہوتی۔

(۳) ۱۸ ربیع الاول کو اپنے چھوٹے بھائی سید احمد کا جو بچپن ہی میں رحلت کر گئے تھے عرس کرتے ہر قسم کا کھانا اور ہر طرح کا میوہ جو اس زمانہ میں مل سکتا اس پر فاتحہ دیتے۔

(۴) ۱۵ ربیع الآخر کو بڑے صاحبزادہ محمد اکبرؒ کا عرس کرتے اور خیر خیرات کے ساتھ قوالی کراتے۔

(۵) ۱۸ ربیع الآخر کو شیخ الاسلام محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا عرس کرتے، خیر خیرات کے ساتھ قوالی بھی کراتے۔

(۶) ربیع الآخر کی آخری تاریخ یا جمادی الاول کی پہلی کو اپنے بڑے بھائی سید حسین عرف سید چندن رحؒ کا عرس کرتے۔

(۷) ۳ رجب کو خواجہ حضرت اویس قرنیؒ کا عرس کرتے۔

(۸) ۴ رجب کو بڑی صاحبزادی بی بی فاطمہ ثانی عرف ستے بی بی کا عرس کرتے۔

(۹) اسی ۴ رجب کو حضرت امام حسنؓ کا عرس کرتے۔

(۱۰) ۶ رجب کو شیخ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ کا عرس کرتے۔

(۱۱) ماہ رمضان کی اٹھارھویں شب کو پیرو مرشد خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کا عرس کرتے محفل سماع منعقد کرتے، خیر خیرات فرماتے اور دل کھول کر خرچ کرتے ہوئے فرماتے پیرو مرشد نے اٹھارویں کی شب میں وصال کیا ہے اسی لئے ہم آپ کا عرس اٹھارویں رمضان کی شب میں کرتے ہیں اور عزیزوں کو

کھلاتے ہیں انیسویں کی شب میں نہ آپؒ نے وصال فرمایا اور نہ آپ کی تدفین ہوئی۔ اور جو لوگ سترھویں کو آپ کا عرس کر کے کھانا تقسیم کرتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس تاریخ بھی آپ نے وصال نہیں فرمایا۔ اور صحیح تاریخ وصال رمضان کی اٹھارویں شب ہے جس میں ہم عرس کرتے ہیں[۱]

(۱۲) ۱۹ رمضان کو امیر المومنین حضرت علیؓ کا عرس کرتے تھے۔ اور یہی تاریخ تمام مسلمانوں میں شہادت امیرؓ کی مشہور ہے۔

(۱۳) ۲۷ ویں شب رمضان کو حضرت بی بی فاطمہؓ کا عرس کرتے تھے۔

(۱۴) ۵ شوال کو اپنے والد بزرگوار خواجہ سید یوسف حسینی راجہ المشہور بہ راجو قتالؒ کا عرس کرتے تھے۔

(۱۵) ۱۳ ذیقعدہ کو اپنی والدہ ماجدہ حضرت بی بی رانیؒ کا عرس کرکے خوب خیر خیرات فرماتے تھے

(۱۶) ۵ محرم کی شب کو شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود اجودھنیؒ کا عرس کرتے جس میں قوالی اور خیرات بھی کرتے تھے۔

(۱۷) ۱۰ محرم کی شب کو سید الشہداء امام حسینؓ کا عرس کرتے تھے۔

یہ اُن تمام اعراس کی تفصیل ہے جو ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ ان اعراس کے علاوہ شب رغائب، روز استفتاح، شب برات، آخری چہار شنبہ اور عیدین میں بعد نماز، لازمی طور پر کندوری (لنگر) کیا کرتے تھے۔

(از سیر محمدی)

---

[۱] یوم وصال دراصل اللہ سے ملنے کا دن ہے۔ اور جس طرح دولھا دلہن کے ملنے پر متعلقین خوشی کا اظہار کرتے ہیں ویسے ہی وہ بندہ جو عاشق الٰہی ہے اللہ سے ملتا ہے جس کی خوشی میں عاشق کے متعلقین خوشی کا اظہار کرتے ہیں اسی کو عرس کہتے ہیں عرس کے معنی خوشی اور عروس کے معنی دلہن کے ہیں۔

مزید حالات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار[1] میں لکھا ہے کہ :-
بندہ نواز سید محمد گیسو دراز ؒ سیادت علم و ولایت کے جامع، شان عظیم، مرتبہ بالا اور بلند پایہ کلام کے مالک تھے۔ مشائخ چشت میں خاص مشرب اور اسرار طریقت کے بیان کرتے میں مخصوص طریقہ کے علمدار تھے۔ ابتداءً دہلی میں قیام تھا لیکن حضرت چراغ دہلوی ؒ کی وفات کے بعد ۸۰۱ھ ہجری میں گلبرگہ آئے جہاں کے تمام لوگ آپ کے حلقہ بگوش، مطیع و فرمانبردار ہو گئے گیسو دراز کا لقب آپ کو آپ کے پیرو مرشد شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی ؒ نے اس وقت دیا جبکہ آپ ان کی پالکی کافی فاصلہ تک اٹھائے آرہے تھے۔ آپ کی سچی عقیدت سے خوش ہو کر آفرین کی اور یہ شعر کہا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد   واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

(ترجمہ) جو کوئی سید محمد گیسو دراز ؒ کا مرید ہوا، بخدا اسمیں شک نہیں کہ وہ سچا عشق باز ہو گیا)

گیسو دراز ؒ کے ملفوظات جوامع الکلم میں ہے کہ ایک مرتبہ مولانا برہان الدین غریب کے دوست خواجہ محمود بقا اور ہم (سید محمد گیسو دراز) دونوں بیٹھے رسالہ قشیری کا مقابلہ کر رہے تھے اتفاقاً اس وقت خواجہ راجہ بزاق آئے اور بیٹھ گئے۔ ہم میں باہمی طور پر یہ بات ہو رہی تھی کہ حاتم اصم کا قول درست ہے کہ جو شخص تین قسم کی موت کا مزہ نہ چکھ لے، کسی بڑے مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتا سفید، سرخ اور سیاہ یہ موت کی تین قسمیں ہیں۔ اتنا سُن کر خواجہ راجہ نے امتحان کی غرض سے

[1] مترجمہ من مؤلف اقبال الدین احمد نہ ۵ لیاقت آباد کراچی

کہا بتاؤ موت کس سبب سے سفید، سرخ اور سیاہ ہوتی ہے؟ چنانچہ ہم (سید محمدؒ) نے جواباً کہا سفید موت کے معنی ہیں بھوک و اشتہاء اور بھوکے رہنے کا تعلق پاکیزگی سے ہے اس لئے ایسی موت کو جو پاکیزگی کی حالت پیدا کرے سفید موت کہتے ہیں۔

اور چونکہ برداشت کرنے میں لخت دل کھانا اور خونِ جگر پینا پڑتا ہے کیونکہ بحالت غصہ انتقام کے لئے خون کھولنے لگتا ہے۔ اس بناء پر جبکہ برداشت وبردباری سے آتشِ انتقام فرو اور غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس حالت کو سرخ موت کہتے ہیں۔

اور افلاس جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے۔

الفقرُ سوادالوجہ فی الدّارین

(افلاس کے سبب سے دو عالم میں روسیاہی ہوتی ہے)

اسی افلاس اور تہی دستی کی وجہ سے لوگوں میں مفلس کو شرمندگی وخجالت ہوتی ہے اور اس حالت کو سیاہ موت کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ جبکہ شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے پوتے شیخ منور فضل اللہ کے گھر گیسو درازؒ مہمان تھے۔ شیخ منور فضل اللہ نے پوچھا گیسو درازؒ آپ کو گنبد گنج شکرؒ میں لوگوں نے سات کٹے ہوئے ٹکڑوں میں پڑا دیکھا ہے۔ یہ کیا راز ہے؟ بندہ نواز نے جواباً کہا سبحان اللہ! مجھے کس نے دیکھا؟ کون کہتا ہے؟ پھر اصرار کرنے پر کہا سلوک کی کتب میں مرقوم ہے کہ عام طور پر صوفیوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ اور پھر اصرار کرنے پر یوں کہا۔ طالب پر اللہ تعالیٰ کی تجلی جب اثر کرتی ہے تو اس حالت میں بڑے بڑے پہاڑ حائل ہونے پر ریت کے ذرّے بن جاتے ہیں۔ اور وہ آتش حملہ آور ہوتی ہے جو خاکستر

نہیں کرتی لیکن اس کی حرارت وتپش کے آگے ہر قسم کی آگ ہیچ ہے۔ جمالِ پروردگار کے اثرات، سات ٹکڑے کیا معنی لاکھوں ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ جمال کے وقت تجلّی کی صورت آرہ اور آتش کی کیفیت رکھتی ہے۔ جسے صرف مردِ مومن ہی دیکھتا ہے اور خوبصورت، دلکش ولطیف محسوس کرتا ہے۔ مسلمان کے تمام اعضا، کی اس کی طرف کشش ہوتی ہے چنانچہ ہر عضو بدن اس کی جانب دوڑ جاتا ہے جسے دستِ قدرت قوی تر، مکمل اور زیادہ صاف وپاکیزہ بنا دیتا ہے۔

ایک مرتبہ بندہ نواز نے فرمایا کہ سفر وسیاحت اگر باطن فقیر میں پراگندگی پیدا نہ کرے تو مبارک ہے، ورنہ صوفیوں کی دولت صرف دجمعی اور ارادوں کی یکجائی ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی بارگاہِ الٰہی میں حاضری ہو جائے تو ایسی خوشی ومسرت ہوتی ہے جس پر ہزار جنتیں قربان، فقیر کو چاہیئے کہ ایسا لمحہ ضرور حاصل کرے۔ آہ اب تک کوئی کام نہ ہوسکا۔

بفراغِ دل زمانے نظرے بہ خوبروئے

بہ از آنکہ چترِ شاہی ہمہ عمر ہائے ہوئے

ایک مرتبہ فرمایا کہ افضلیتِ صحابہؓ کے مباحثہ میں میں نے کبھی حصّہ نہیں لیا البتہ مخلص لوگوں سے دورانِ بحث میں بخدا یہ ضرور کہا ہے اور اب بھی بخلوص قلب کہتا ہوں کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے بعد عمر فاروقؓ آپ کے بعد عثمان غنیؓ اور آپ کے بعد حضرت علیؓ ہوئے۔ البتہ لفظی بحث بوقت ضرورت لازمی ہے۔ اور میں بندہ حقیر، ان اصحابِ کبار وخلفائے عظام کی برکتوں اور کارناموں سے لوگوں کو بیگانہ وناشناس نہیں رکھ سکتا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ قوت القلوب میں جو لکھا ہے کہ اللہ کا یہ کہنا "ہم سے مانگو ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں" اس کا مطلب ہے کہ ایک وہ وقت آتا ہے جبکہ محبوب خود مرید ہو جاتا ہے یعنی محبوب خود عاشق بن کر ارادۂ داد و دہش کرتا ہے۔

ایک مرتبہ کہا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور ان کے پیرو مرشد سب کے سب بڑے بزرگ، واصل باللہ، عارف اور عاشق صفت صوفی تھے۔

اور پھر علمائے وقت کو جواب دیتے ہوئے کہا صوفیوں کا عقیدہ صرف یہی ہے کہ ذات الٰہی میں وہ بالکل جذب ہو جاتے اور اپنی ذات میں اللہ کی جلوہ گری پاتے ہیں۔ پھر علماء کی دریافت پر جواباً کہا علم حجاب اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوائے باقی جتنی چیزیں ہیں وہ سب حجاب ہیں اور ہر نوع کے تمام حجاب سب کے سب قبیح، کثیف اور بہت ہی برے ہیں۔ اور علم وہ حجاب لطیف ہے جس کا اٹھانا بہت ضروری لازمی مفید و محمود ہے۔ واضح رہے کہ جس علم کو حجاب اکبر کہا گیا ہے اس علم سے مراد قواعد حدیث و فقہ اور تفسیر و فلسفہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ یاد رہے کہ علم سے مراد علم ذات و صفات الٰہی ہے جس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ ذات و صفات الٰہی کے حصول علم میں جو لطیف حجاب ہیں انھیں اٹھانا لازمی طور پر محمود و مستحسن ہے۔ جس کے فہم کے لئے کسی دلیل و ثبوت کی مزید ضرورت نہیں بلکہ یہ بالکل ظاہر بات ہے اور اسے بآسانی مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے ۔۔۔ اور عشق ایک دوسری ہی دنیا ہے جس کے رہنے والے عاشق صفت ہوتے ہیں اور ہر آن بفضل الٰہی دولت مشاہدہ سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا مسلمانوں میں دو چیزیں خاص طور پر بدعتیں پیدا کر رہی ہیں ایک قلندرانہ صورت اور دوسرے یہ کہ جو لوگ کلمہ توحید کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز رکھتے ہیں، انھیں بے انتہا تکلیف دی جاتی ہے۔ انھیں بدنام کیا جاتا ہے۔ ان کے بال بچوں کو قید کیا جاتا ذلیل کیا جاتا اور اغوا کیا جاتا ہے۔ افسوس اس قسم کے کرتوت کرنے والے خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ واہ رے ایمان اور واہ رے مسلمان۔

ایک مرتبہ دریافت پر جواب دیا لاھو الاّھو کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ماہیت اس کی ذاتِ عالی سے برتر نہیں بلکہ اس کی ماہیت دراصل عین ذات ہے اور مصنف لطائف قشیری کا یہ بیان کہ "پورا عالم اللہ کے وجود پر گواہی دے رہا ہے" اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ اللہ کی ذات تمام صفات کے ساتھ اس پورے عالم میں کارفرما ہے۔ اور صوفیاء کا یہ بیان کہ "جسے حرام چیزوں کی خواہش باقی رہتی ہے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی" اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مکمل طور پر توبہ کرنا چاہیئے اور طالب و مرید کے لئے مقدم شرط یہ ہے کہ اس کے اختیار کے بغیر اس کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہی نہ ہوسکے بعض کہتے ہیں کہ طالب و مرید کے لئے لازمی ہے کہ تمام خواہشات اس کے دل سے مٹ جائیں۔ اس پر تجربہ کار عقلمندوں نے جواب دیا ہے کہ دل سے خواہشات کا محو کر دینا ناممکن ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ دل میں کوئی خواہش پیدا نہ کی جائے۔

انسانی طبیعت کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ حصول مقاصد میں غور و خوض کرنا اور ہاتھ میں لانا پات میں کھانا یعنی کم آمدنی میں گذارہ کرنا عام انسانوں کے لئے دوبھر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو قوتِ خیال دل میں پیدا کر دی ہے وہ لوگوں کے کہنے سننے سے کیسے دُور ہوسکتی ہے۔

ایک مرتبہ تفصیل سے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے ساتھ اکھری آفت ہوتی ہے اور عشق میں دوھری ہے۔ ایک ابتداء میں اور دوسری

انتہا ہیں۔

۱۔ ابتدائی آفت یہ ہے کہ عاشق پر غم عشق اور غم طلب معشوق اس قدر محیط ہو جاتا ہے کہ وہ عرصہ تک اسی آفت میں مبتلا و گرفتار رہتا ہے اور جب وصال کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تو اس آفت میں پوری طرح لذّت حاصل ہوتی ہے اور یقین محکم ہو جاتا ہے کہ درد و غم کے سوائے کوئی دوسری چیز اس عالم میں موجود نہیں ہے۔ اور چونکہ عرصہ تک رنج و محن میں گرفتار رہتا ہے اس لئے درد و غم اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتے ہیں اور یہ درد و غم کا عادی بغیر کسی ذوق اور بغیر لذّت وصال کے زندگی کے دن گذارتا رہتا ہے یہاں تک کہ سوزش فراق و سوزش غم ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور یہ عادی رنج و کرب آخرکار محروم و مایوس ہو کر خسران اور گھاٹے کی گھاٹی میں پڑا رہ جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں تمہیں سب کو اس آفت سے محفوظ رکھے آمین)

۲۔ انتہائی آفت میدان عشق میں یہ ہے کہ وصال معشوق کی صورت میں جب کوئی مدتوں تک مشغولِ وصال رہتا ہے تو درد و کرب، رنج و غم اور الم فراق کی سوزشوں اور شورشوں سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں شورش اور ذوق باقی نہیں رہتا۔ اور مقصود مآل نظر جو در اصل ذوق و شوق اور محبوب کی خوشبو میں شرکت ہے وہ موجود نہیں رہتا۔ درحقیقت حال بے ذوق اور فراق بے لذت کا درد و غم بالکل بیکار چیز ہے جس کی کسی دانشمند اور عقل و شعور رکھنے والے انسان کو ضرورت نہیں ہے۔ غرضکہ مشغولِ وصالِ عاشق میں عشق کی سوزش ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور ایسا عاشق ذوق و شوقِ جمال محبوب سے بے نیاز ہو جاتا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں تمہیں سب کو اس آفت سے بھی محفوظ و مامون رکھے۔) کیونکہ جب وصال ہو گیا تو پھر ذوق و شوق کہاں؟ کس چیز سے دل کو سکون پہنچایا

جائے ؟ اور ایسا وصال بالکل بیکار محض ہے جہاں دوامی طور پر ہر لمحہ وصال ہی وصال ہو۔ ذوق و شوق ٹھنڈا پڑ گیا ہو اور کوئی تمنّا و آرزوئے دید جمال دل میں چٹکیاں نہ لیتی ہو۔

عشق کارآمد عشق کی ابتدائی و انتہائی آفت سے اللہ محفوظ رکھے اور عشق کی وہ دولت عنایت فرمائے جسے عشق کارآمد کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ابتداء میں فراق وصالی اور ذوق و شوق کی زیادتی ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ جس قدر وصالی کیفیت پیدا ہوتی جاتی ہے اسی قدر شوق و ذوق وصال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، مزید طلب کی زیادتی جلوہ گر ہوتی ہے۔ درد و غم افزوں ہوتا اور ذوق مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ ایسے عاشق ہی کے لئے تو آیا ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو یہ اپنے عشق کا پھل پائے اور پورا حصہ حاصل کرے۔

بعض لوگ اس کیفیاتی صورت کو نقصان کا نام دیتے ہیں لیکن بندہ کا حقیقی ذوق یہی ہے کہ نقصان و کمال پیش نظر نہ رہے بلکہ جمال محبوب و دیدار الٰہی ہر آن درکار ہے۔ کیونکہ بندہ بندہ ہے اور اللہ اللہ۔ ہم مخلوق ہیں اور وہ خالق و مالک ہے۔ سیرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ یہ شعر پڑھا اور پھر سکوت فرمالیا۔

باز آ باز آ شرک و بت پرستی باز آ | درعشق خدا شو وازخودی باز آ[1]

ترجمہ: چھوڑ دو چھوڑ یہ شرک و بت پرستی چھوڑ دو | اللہ سے لو لگاؤ زعم ہستی چھوڑ دو

---

[1] واضح رہے کہ بندہ نواز رح نے لفظ خودی کے وہی مستعملہ قدیم معنی بیان کئے ہیں جسے اردو میں غرور و تکبر کہتے ہیں جیسے میں نے ضرورت شعری کے تحت زعم ہستی یعنی زندگی کے غرور سے تعبیر کیا ہے۔ خودی کے معنی غرور ہی کے ہیں جیسا کہ غالب کا یہ شعر ہے۔

فنا تعلیم درس بے خودی ہوں اس زمانے سے | کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوار دبستاں پر

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک مرتبہ بندہ نواز نے فرمایا عوارف میں تحریر ہے کہ فقیر کامل کو قوالی کا شوق نہیں رہتا اور عشق کا کمال ہی یہ ہے کہ عشق کی انتہائی صورت اس پر وارد ہو گئی ہے جو اس سے دور رہنا چاہتا ہے ۔ اور جو لوگ قوالی سننے کی عادت ڈال لیتے ہیں ان کا ذوق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے ۔ ممدوح کی انتہائی حالت جس پہ آفت نہ پڑی ہو بالکل ایسی ہوتی ہے ۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست عجب این است کہ من واصل و سرگردانم

(ترجمہ :۔ دوست کے طلبگار کا حیران و پریشان ہونا کوئی تعجب خیز نہیں ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ واصل بھی رہوں اور سرگرداں بھی ۔)

ممدوح یعنی فقیر کامل کی یہ حالت ہونا چاہیئے کہ بے خود نہ بنے بلکہ خودداری میں رہے جو کچھ کہے اس پر عمل کرے اور سمجھے ۔ اور گھٹیا حالت یہ ہے کہ اس کے حرکات و سکنات جو وجد کی صورت میں رونما ہوتے ہیں ان سے وہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ۔

غصہ و طیش کی حالت میں ناشائستہ حرکات اور قوالی میں وجد و حال بالکل یکساں ہیں ۔ فقیر کامل اور صاحب دل کا مقصود قوالی سے یہ ہے کہ اس کا دل متوجہ ہو جائے ۔ تمام ارادے ایک نقطہ پر آ جائیں اور وہ تمام دوسری چیزوں سے قطعاً الگ ہو جائے اور بے خودی میں جب کچھ سوجھ بوجھ اور ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہیں تو ایسے شخص کی ہرگز ہرگز تعریف و توصیف نہیں کی جا سکتی ۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا جمال الدین مغربیؒ ماہر نگینہ جات ، سیاح ، حکیم ،

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ : اللہ کرے کہ موجودہ شخصیت پرستی کے قعر ذلت میں پڑے ہوئے ہماری اس صداقت بیانی سے چراغ پا نہ ہو جائیں اس لئے کہ تلاش صداقت ہمارا مطمع نظر ہے ۔
(مترجم)

جہاندیدہ اور عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ اکثر مشائخ سے ملاقات تھی لیکن کسی کے اعتقادی مرید نہ تھے۔ بڑے زبردست عارف بھی تھے۔ نگینہ جات کے اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے اور اثرات نگینہ جات پر ایک عمدہ تفصیلی کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک سال تک وہ اور ہم یکجا رہے مجھے جو احادیث و آیات الٰہی دربارہ اثراتِ نگینہ جات یاد تھیں سناتا رہا۔ میں نے ایک دن دوران گفتگو میں باشارۂ خفیف ایک شرعی مسئلہ میں اختلاف رائے ظاہر کی تو اس طرح چونک اُٹھے جیسے نیند سے کوئی جاگتا ہے اور فوراً ہی کہا آقائی سید! میں آپ کا معتقد ہوں اصل مسئلہ ثابتہ میں اختلاف روا نہیں۔ ابتداء سے چھ ماہ تک آپ نے جو معقولی اور منقولی گفتگو کی اس کی مخالفت میں آپ کو جواب دیتا رہا اور انھیں ثابت بھی کرتا رہا۔ پھر مولانا نے کہا اے سید محمدؒ درود شریف پڑھیئے۔

عربوں کا قاعدہ ہے کہ متکلم جب بغیر دلیل و ثبوت کے کوئی ناقص سی بات کہتا ہے تو مخاطب اپنے متکلم سے کہتا ہے درود شریف پڑھیے یعنی آپ نے جو کچھ کہا وہ بالکل بے بنیاد ہے اور اپنے اس غلط بیانی کی توجیہہ نہ کرو۔ پھر مولانا نے کہا میر سید محمدؒ! ذرا تھوڑی دیر دوزانو ہو کر ہماری طرح مراقبہ کیجئے۔ مولانا اَسّی سال کے بوڑھے اور میں بیس سالہ نوجوان تھا۔ ختم مراقبہ پر مولانا نے کہا۔ آپ ایسے نوجوان درویش ہیں جس نے ہم کو مسلمان بنا دیا۔ پھر اپنے کان پکڑ کے سر خم کرتے ہوئے کہا جس نے سرکارِ دو عالمؐ کی سنت کی پیروی کی اور سلوک کا راستہ اختیار کیا وہ کسی نہ کسی چیز میں کامل و ماہر ہو گیا میں فن گفتگو میں ماہر ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اسرار بیان کرنے کی دولت عنایت کی ہے۔ بفضلِ ایزدی میرے بیان میں لغزش نہیں ہوتی۔ کیونکہ میری نظر اپنی گفتگو پر لگی رہتی ہے۔ اور میں ہمیشہ اسی تگ و دو میں رہتا ہوں کہ وہ

حالت پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے غور و فکر اور ثبوت و دلائل سے عاجز و لاچار ہو جاؤں۔

پھر یہ پوری گفتگو بیان کر کے بندہ نوازؒ نے کہا زمین و آسمان کی تخلیق اور اس کے درمیان ہونے والے کاموں پہ غور و فکر کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور مسلمان کو چاہیئے کہ وہ غور و فکر کی قوت میں وسعت دے اور اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کا ہر آن طلبگار رہے۔

اشارہ و کنایہ میں حقائق و معارف

بندہ نوازؒ نے عام طور پر سلیس الفاظ میں اسلامی تبلیغ کی اور سادہ و صاف زبان میں کتب تصنیف و تالیف فرمائی ہیں لیکن آپ کی ایک کتاب اسمار بھی ہے جس میں اشارہ و کنایہ کی زبان میں حقائق و معارف تحریر کئے ہیں اس میں کا (۴۹) واں قصہ اس کتاب میں تصانیف کے سلسلہ میں تحریر کر چکے ہیں۔ اسی کتاب الاسمار میں ایک سمری (قصہ) یہ ہے۔

بعد حمد و صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یہ مثالیں اس لئے دے رہے ہیں تاکہ لوگ غور و فکر کریں سورۃ   آیت ۔۔۔ ا

واضح باد کہ ہم چار بھائی تھے یعنی چار عنصر تھے اور جوف فلک میں تین کپڑے نہ رکھتے تھے یعنی آتش آب و ہوا (جن کی وجہ حد نظر آگے نہ بڑھ سکتی ہے) حائل رفتار تھی اور ہم میں سے ایک برہنہ تھا یعنی زمین کی شکل آنکھ کھلی ہوئی تھی یعنی زمین موجود تھی اور ہم میں سے ایک برہنہ تھا۔ چنانچہ ہم تیر و کمان وغیرہ خریدنے بازار گئے یعنی سب کے سب دنیا میں اسی لئے آئے تاکہ استعداد وہبی و کسبی سے استفادہ کر سکیں اور عالم تجرد میں رہ کر کمال حاصل کر سکیں۔ اتفاقاً چاروں

"قتل کر دئے گئے یعنی سب اس فلک کج رفتار کے کواکب وسیارگان کے اثرات موثر الہٰی کے سبب مضمحل ہو گئے۔ اور مر کر پھر نئے سرے سے (۲۴) عدد بن کر زندہ ہو گئے یعنی افعال کے لحاظ سے چوبیس قسم کی طبائع ہو گئیں جن میں سے (۸) معتدل (۸) غیر معتدل اور (۸) طبائع نمودار ہوئیں جن میں خلل تھا یعنی ان (۸) خلل طبائع میں گرمی خشکی، سردی وتری کی آمیزش بالکل نہ تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ طبائع معتدل سے مراد افعال مذہبی ہیں۔ اور غیر معتدل سے مراد وہ افعال ہیں جو سنتِ نبوی وسیرتِ پاک کے مخالف ومتضاد ہیں اور خلل طبائع سے وہ اشخاص مراد ہیں جو سنتِ نبوی کی پیروی سے انکار کرتے ہیں ان میں سے چار کے منجملہ (۳) ناقص تھے یعنی انسان کے سوائے باقی تین معدنیات نباتات اور حیوانات عالم تجرد میں عروج کے قابل نہ تھے اور ان میں سے کوئی بھی دوخانہ اور دوگوشہ نہ تھا یعنی نفس ناطقہ میں مادہ وصورت انسانی موجود نہ تھی۔ غرضکہ ایک غلیل مول لی۔ یعنی جسم نے نفس ناطقہ کی قوت پائی۔ اور چونکہ ہم چار تھے اور ہم نے ایمانی قوت پاکر صحرائے طلبِ حقیقت کا رُخ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ نورِ نبوت سے روشنی حاصل کرنے کے بغیر کوئی مرتبہ ودرجہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

غرضکہ اس صحرائے حقیقت میں ہم نے نورِ نبوت کی درخشانی سے تین ہرن دیکھے جو اہلِ تصوف کی اصطلاح میں عالم ناسوت عالم ملکوت اور عالم جبروت کہلاتے ہیں اور اہل اشراق انھیں برزخ، مثل اور نور کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اہل فلسفہ انھیں طبیعت، نفس اور عقل کہتے ہیں اور ان تینوں کی زندگی وبقا میں باہمی تسلسل ہے۔ یعنی ناسوت کی جان ملکوت ہے اور ملکوت کی تکمیل جبروت سے ہوتی ہے اور جبروت میں

تدبیر قبولی کی طاقت عالم لاہوت سے ہوتی ہے اور جب چوتھی اور اصل قوت تدبیر لاہوت نہ پائی گئی تو اس غلیل کے ذریعہ مرغ لاہوت پر نشانہ لگایا اور نور نبوت ﷺ کے صدقہ میں ذات الٰہی کی جانب رخ کر کے کوشش علمی و عملی کے ذریعہ مراحل سلوک طے کئے جا سکیں۔ اس راہ میں وہ غلیل درکار ہے جس سے شکار کیا جا سکے۔ اور عین الیقین کی دولت حق الیقین کی صورت ہاتھ آئے۔ پھر ہمیں چار رتیاں دکھائی دیں جن میں سے خوف[۱]، طمع[۲] و محبت[۳] کی تینوں رتیاں آلودہ غرض و قابل شکست تھیں البتہ ایک رتی فنا فی الوحدت[۴] کی دکھائی دی جس کے سرے اور وسط کا اندازہ مشکل ہے ایک رتی سے ہم نے اپنے شکار لاہوت کو باندھا اور بطریقہ مطالعہ وحدت در کثرت و کثرت در وحدت کے معاملہ سے آشنا ہوئے اور جمال محبوب سے بصورت حق الیقین مستفید ہوئے۔ اور وہ مقام چاہیئے جہاں شکار رختہ کیا جائے۔ اور ایسا طریقہ و قاعدہ ضروری ہے کہ اس پر عمل پیرائی کے ساتھ حق الیقین کے ذریعہ حقیقت یقین حاصل کرتے ہوئے عروج حاصل کیا جائے۔ پھر ہم نے چار ستون والا گنبد دیکھا جس کے ستون اہل شریعت کے نزدیک عبادت[۱] معاملات[۲]، اخلاق اور پابندی[۳] اوقات تھے۔ اور اہل عزیمت ان کو تقویٰ و پرہیزگاری[۱]، وظائف[۲] تزکیہ[۳] نفس اور موکلات کی حاضری بتاتے ہیں اور اہل طریقت، حفاظت[۱] انفاس، چلے[۲] ضربات[۳] اور تصور[۴] شیخ کا نام دیتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں باہم دست و گریباں ہیں۔

ان میں سے ایک ستون پر چھت نہ تھی اور نہ کسی دیوار وغیرہ سے ملا ہوا یا اس کے سہارے کھڑا نہ تھا اس ستون کے پاس ہم سب آئے کیونکہ یہ چوتھا سکون[۴] اہل حقیقت کے نزدیک وہ ستون ہے جو دوامی طور پر شہود،

تنزیہہ معبود، نفی موجود، اور رحمت الٰہی کا کرم ہے چنانچہ اللہ کی چھت کے نیچے ہم نے قیام کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے صدقہ تقلید و قیود و رسوم سے علٰحدہ ہوکر تربیت الٰہی کا طریقہ اختیار کیا۔ اس مکان میں ایک طاق تھا جہاں ہاتھ نہ پہونچتا تھا یہ طاق تجلی ذات کا تھا جہاں ہر ایک کی رسائی نہیں یہ مجموعہ اسماء الٰہی و صفات غیر متناہی، معدن رزق روحانی وجسمانی کا وہ مقام ہے جو کسی انسان کو بغیر مشیت الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔

ہماری دیگ پک گئی یہاں تک کہ عبادت و ریاضت کے ذریعہ تجلی ذات حق سے ہم سرفراز کئے جانے والے ہی تھے ''آئینہ'' وحدت میں لاتعداد صفات الٰہی اور اعتبارات مکانی میسر آرہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا ہمیں بھی حصہ دو یہ وہ شیطان مردود تھا جو اسم مُضِل کا مظہر ہے۔ برابر میں ذات برگزیدہ تھی یعنی فیوض روح القدس نے للکارا ہم احکام الٰہی کی تعمیل میں بحفاظت موجود ہیں۔ غرضکہ دیگ سے بغیر گودے والی ایک ہڈی نکال کر شیطان لعین کے سر پر ماری جو آج تک حجاب کی صورت بنی ہوئی ہے۔ اور جو لوگ کہ شیطان کے چکّر میں پھنس جاتے ہیں وہ اسفل السافلین میں پہونچ کر اپنی طبیعت کی وجہ سے غرور و تکبر کے پیکر بن جاتے ہیں۔ غرضکہ جمال محبوب و دولت سرمدی سے سرفراز کئے گئے اور اس دیگ کی بوٹیوں وغیرہ سے ہم نے پھر قلیہ پکا کر دنیا کو ہم نے تقسیم کیا۔ یعنی پھر نعمہائے الٰہی سے ہم نے سرفرازی پاکر فتوح ظاہری کو مخلوق الٰہی کے لئے عام کر دیا اور دنیا کی اکثر لذات کو مباح رکھنے کا رواج دیا۔

اور جو کھاکر سُوج جائیں وہ خود کو فربہ نہ سمجھیں، دنیاوی طلب کرنے

والے دُنیا کے حریص و لالچی بن کر خود کو سعادت مند نہ سمجھیں بلکہ انھیں چاہیے کہ محبت دنیاوی، تیرگی باطن، آلودگی شہوات، بُرے اخلاق، بُرے عقائد، اور دیگر بُری باتیں دل میں نہ لائیں تاکہ تقویٰ و اطاعت احکام شریعت ان پر دشوار نہ ہو۔ اور موت سخت نہ ہو اور ان کے دل دنیاوی آلائشوں سے پاک وصاف رہیں اور بہ توفیق الٰہی رفیق جذبۂ الٰہی بن کر مقصد اعلیٰ عبودیت الٰہی حاصل کرلیں۔

ان حالات سے اہل معرفت حجاب میں نہ رہیں اہلِ معرفت سے وہ لوگ مراد ہیں جو علوم مروجہ و صحبت پیر و مرشد سے فیض یاب ہوتے ہیں کسی حال بھی عمل کرنے والوں اور بے عملوں میں مساوات نہیں ہوسکتی۔ اولی الالباب صاحبان عقل وشعور اور عارف ہی اللہ کے احکام سے نصیحتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور حقیقت حال یہی ہے کہ علم حقیقت سے بہرہ ور ہونا اہل صحبت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرمساری و کوتاہی نہ رہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس کے پاس ہی علم ہے۔

بندہ نواز گیسو درازؒ کے اسمار میں سے یہ وہ سمری (قصہ) ہے جس کی تشریح محمد رفیع الدین ابن شیخ الاسلام ولی اللہ ابن مولانا عبدالرحیم کے علاوہ مزید (۴) حضرات نے بھی تشریح کی ہے جس کی تحریر اوراق موجودہ میں غیر ضروری تصور کی جاتی ہے۔

شجرہ طریقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمتِ خواجہ انبیاء ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت خواجہ ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ — الٰہی بحرمت خواجہ ابوالنصر حسن بصری رح

الٰہی بحرمت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید رح — الٰہی بحرمت خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاض رح

الٰہی بحرمت خواجہ بادشاہ بن سلطان ابراہیم ادہم بلخی رح — الٰہی بحرمت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رح

الٰہی بحرمت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری رح — الٰہی بحرمت خواجہ ابراہیم علو دینوری رح

الٰہی بحرمت خواجہ ابو اسحاق چشتی رح — الٰہی بحرمت خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد چشتی رح

الٰہی بحرمت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رح — الٰہی بحرمت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رح

الٰہی بحرمت خواجہ شریف زندانی رح — الٰہی بحرمت خواجہ ابو الانوار عثمان ہارونی رح

الٰہی بحرمت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رح — الٰہی بحرمت خواجہ بختیار الدین کاکی رح

الٰہی بحرمت خواجہ فرید الدین گنج شکر رح — الٰہی بحرمت خواجہ نظام الدین محمد بدایونی رح

الٰہی بحرمت خواجہ ابراہیم ثانی نصیر الدین محمود الرکابی اودھی رح

الٰہی بحرمت خواجہ صدر الدین ابوالفتح ولی الاکبر سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

مشہور خلفاء و مرید

بندہ نواز گیسو دراز رح کے مریدوں کی تعداد تو شمار سے باہر اور خلفاء کے نام لا محدود ہیں۔ تاہم چند نامی گرامی و اسمائی بھی بطور خاص اخبار سلطانی سیر الاولیاء، لمعات الاحرار و سیر محمدی میں درج کیا گیا ہے مختصراً حسب ذیل ہیں

شاہ بڈا اللہ، علاؤ الدین قریشی گوالیری، ابو الفتح قریشی کالپوی،
صدر الدین اودھی، فخر الدین بغدادی، شیخ اللہ داد برہان پوری، مولوی
محمد رضا، مولوی محمد حسین دکنی، مرزا بیگ بدخشانی، ہاتف شاہ مجذوب،
شیخ حمزہ دھر سوری، قاضی اسحٰق احمد، قاضی سلیمان محمد، قاضی علیم الدین شرف
مخدوم زادہ بزرگ محمد اکبر حسینی رح، مخدوم زادہ میاں کلمۃ اللہ حسینی، سید یوسف
حسینی المعروف سید محمد اصغر، میاں یداللہ حسینی، شاہ نصیر اللہ حسینی۔ میاں
عبداللہ پسر حضرت ابو المعالی، قاضی راجہ، شیخ زادہ شہاب الدین، مولانا
بہاؤ الدین دہلوی، قاضی سراج الدین، قاضی سیف الدین لکھنوی،
ملک زادہ عزیز الدین، ملک زادہ شہاب الدین، ملک زادہ عثمان،
شیخ حمید الدین اجودھی قدس اللہ اسرارہم

کرامات

ایک رات ایک لونڈی آپ کو وضو کرانا چاہ رہی تھی کہ اچانک ایک دستار بند خوش قد و خوبصورت شخص نے نمودار ہو کر اولاً بندہ نواز کو السّلامُ علیکم کہا۔ گیسو دراز نے وعلیکم السّلام کہہ کر مصروف گفتگو ہوئے تھے کہ لونڈی ہیبت کھا کر بے ہوش ہو گئی تھوڑی دیر بعد جب غنودگی جاتی رہی تو اس نے کہا باہمی گفتگو میں نہ سمجھ سکی۔ پھر میں نے بندہ نواز کو وضو کرا کے گھر کے دروازے دیکھے جو اندر سے بالکل بند تھے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن وہ پیر مرد غائب تھا صبح کو جب بندہ نوازؒ سے اس پیر مرد کے بارے میں پوچھا تو فرمایا یہ رجال الغیب تو آیا ہی کرتے ہیں آئندہ تو خوف نہ کرنا۔

۲۔ ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ دہلی کی قدیم جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ایک شخص قے کر رہا ہے جسے ایک درماندہ کتّا کھا رہا ہے۔ پھر یہ شخص یہاں سے حوض پر گیا۔ اچھی طرح غرغرہ کر کے وضو کیا اور دوگانہ ادا کئے۔ اس نوبت پر میں (سید محمد گیسو درازؒ) نے اس سے قسم دے کر حال پوچھا جس نے جواباً کہا آپ نے چونکہ قسم دے کر دریافت کیا ہے اس لئے عرض ہے کہ میرا نام رکن الدین ابدال ہے۔ میں یہاں سے ہزار کوس کے فاصلہ پر تھا مجھے حکم ہوا کہ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر ایک کمزور کتّا پڑا ہوا ہے اس کے پاس جا کر قے کرو تاکہ اسے روزی میسر ہو۔ چنانچہ میں نے

حکم کی تعمیل کی اس پر اُس ابدال سے آپ نے فرمایا نورِ نبوت سے مزید روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ چونکہ شریعت کے حکم کے تحت کتا نجس ہے اس لئے آئندہ کے لئے نجس چیزوں سے دور رہو۔

۳۔ ایک دن صبح سویرے شیخ الاسلام شیخ سراج الدین جنیدی کی وصیت کے مطابق اپنی آخری قیام گاہ کی تلاش کے لئے اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لئے اس مقام پر پہونچے جہاں ان دنوں درگاہ شریف ہے یہ وہ جگہ تھی جہاں ایک ہندو کامل گرو صاحبِ استدراج سدپا رہا کرتا تھا۔ سدپا گرو نے بندہ نواز کو دیکھتے ہی اپنی قوتِ استدراج پر زور دیا۔ اور کہا اے گیسودراز رح مجھے آپ کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ نظر آرہا ہے گیسودراز نے جواباً فرمایا میرا قلب تو آئینہ کی مانند شفاف ہے اور تجھے جو سیاہ نقطہ نظر آرہا ہے یہ تیرے کفر کی علامت ہے۔ اس ارشاد سے سدپا خفیف ہوا لیکن اُسے چین نہ آیا اور اظہار کمال کی خاطر کہنے لگا میں ابھی آپ کے لئے جنت کا انار لاتا ہوں چنانچہ اپنی قوتِ استدراج کے تحت کبوتر بن کر فلک پر پرواز کرنے لگا۔ اس پر حضرت گیسودراز رح نے بھی باز کی شکل لیکر اس کے تعاقب میں پرواز کی اور باز کی صورت دیکھکر کبوتر نما سدپا ڈرتا ہوا زمین پر بے نیل و مرام واپس آگیا۔ اور حضرت گیسودراز اس کی واپسی سے پہلے ہی بہشتی انار لئے ہوئے لوٹ آئے تھے۔ سدپا کبوتر کی شکل سے انسانی صورت اختیار کرتے ہوئے گویا ہوا۔ صاحب! میں آپ کی خاطر بہشتی انار لینے گیا تو تھا مگر راستہ ہی میں ایک باز کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر خوفزدہ ہوکر لوٹ آیا۔ اب آپ کو بہشتی انار تو نہیں مل سکتا۔ اگرچہ آپ مسلمان ہیں لیکن ہمارے

استھان پر آئے ہیں اس لیے مہمان نوازی کے مدنظر آپ کو مقامی جوار کی روٹی ہی کھلاؤں گا۔

سندپا کی یہ سب باتیں سن کر حضرت بندہ نوازؒ نے بہشتی انار دکھاتے ہوئے کہا وہ انار تو یہ ہے جسے تم لانا چاہتے تھے سندپا یہ دیکھکر مزید حیران و پریشان ہوا اور حضرت بندہ نوازؒ کا قدمبوس ہوکر گویا ہوا۔ بے شک ضیائے آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ بے مقدار کو فروغ نہیں میرا یہ استھان جسے آپ نے پسند فرمایا ہے آپ کی نذر ہے۔ اب میں جارہا ہوں میرا وجود یہاں باقی رہ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ سندپا نے کستور کی پہاڑیوں کا رخ کیا۔ اور جاتے ہوئے عرض کیا۔ صاحب میری التجا ہے کہ عقیدتمند کو فراموش نہ فرمایا جائے اور میرے مندر کے پجاری کو باسی پھول اور چراغ کا تیل عنایت ہوتا رہے

بندہ نوازؒ نے اس کی خواہش پر فرمایا اچھا منظور لیکن آئندہ تم کسی مسلمان کو تکلیف نہ دینا ورنہ جلا کر خاکستر کر دئے جاؤ گے ۔ اس زمانے سے آج تک دستور چلا آرہا ہے کہ عرس شریف کے دن آپ کے مزار مبارک کے باسی پھول اور رات کا باقی ماندہ روغن چراغ لینے کے لئے سندپا دیول کا پجاری آکر بڑی عزت سے لے جاتا ہے

۴۔ بندہ نوازؒ جب دوسری مرتبہ شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی کی زیارت کے لئے گئے تو شیخ منورؒ نے آپ کو شیخ علاؤالدین کے اس گھر میں ٹھہرایا جہاں پریوں کا اکھاڑہ تھا۔ مشہور و مشاہدہ تھا کہ رات کو یہ پریاں ناچ رنگ کے لئے جمع ہوتیں اور جتنے آدمی یہاں رات کو سوتے جاگتے ہوتے انھیں پریشان کرکے نکال دیتیں یا جان لے لیتی تھیں

آپ نصف شب کے وقت مراقبہ میں تھے کہ رنڈیوں نے گانا بجانے کا انتظام کیا اور حسبِ معمول آپ سے بھی مزاحمت کی جس پر آپ نے فرمایا چپکی رہو ورنہ تم سب کو مار کر یہاں سے نکال دوں گا۔ چنانچہ رات بھر اس مکان سے ہمیشہ کی طرح گانے بجانے کی کوئی آواز باہر والوں کو سنائی نہیں دی اور بندہ نواز کے حکم پر وہ سب پریاں دم دبا کر خاموش رہیں جنھیں بعد میں آپ نے ایک کمرہ میں بند کر دیا جس میں ناچتی گاتی تھیں پھر پورا مکان اس حال ہو گیا کہ وہاں بڑی مجالس یا شادی بیاہ کی رسمیں انجام دی جانے لگیں

۵۔ گلبرگہ شریف میں ایک ماں بیٹا دونوں بہت ہی شقی مشہور تھے۔ لڑکا حبسِ دم میں ماہر تھا۔ شاطر اعمال ایک دن ماں بیٹے دونوں نے صلاح کی کہ بندہ نواز کی ولایت کی جانچ کی جائے۔ ماں اپنے زندہ لڑکے کا مصنوعی جنازہ لے کر مسجد کے پاس آئی اور بندہ نواز سے کہا نمازِ جنازہ آپ سے پڑھوانے کی متمنی ہوں۔ آپ نے جواباً کہا نماز زندہ کی پڑھواؤ گی یا مردہ کی؟ ماں بولی زندہ کی بھی کہیں نماز ہوتی ہے۔ اس پر فرمایا اچھا مردہ ہی ہوگا۔ پھر فرمایا قبل نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ نہیں ہوتی، بعد جمعہ تمہارے کہنے پر نمازِ جنازہ پڑھا دیں گے۔ اتنا بول کر بندہ نواز نمازِ جمعہ کے لیے چلے گئے۔ ماں نے اپنے بیٹے سے یہ سب کہنے کے لیے اس کو ہلایا مگر وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ رونے پیٹنے لگی اور بندہ نواز کی واپسی پر گڑگڑا کر اسے زندہ کر دینے کی عرض معروض کی۔ بندہ نواز نے فرمایا۔ تمہارے کہنے کے مطابق جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب صبر کرو۔ پھر اس نوجوان صالح کی میت کی نمازِ جنازہ پڑھا کر اسے دفن کر دیا اور اس کا نام پیر فنا رکھا۔

اس مؤلف نے بھی دیکھا ہے کہ شاہ بازار (گلبرگہ شریف) میں پیر فنا

سہرہ سلطان کی درگاہ موجود ہے۔ اور جمعرات کو اکثر خواتین سہرہ لاکر منتیں مانتی ہیں۔

تقسیم جائداد آپ نے بحین حیات خود اپنی تمام ملکیت، جائداد، اراضیات انعامی وغیرہ کا مالک و وارث اپنے بڑے پوتہ شاہ نصیر اللہ حسینی کو قرار دیا کیونکہ آپ کے بڑے صاحبزادہ سید محمد اکبر حسینی کا ۸۱۲ھ میں وصال ہوچکا تھا۔ اور باقی جائداد روضہ شریف سے مسواک، مصلیٰ، عصا و تسبیح وغیرہ اپنے چھوٹے صاحبزادہ شاہ محمد اصغر حسینی عرف شاہ لہرا کو عنایت فرمائی۔

طلب موت ایک رات جبکہ آپ کی عمر (۱۰۵) سال کی تھی بارگاہ الٰہی میں اپنی موت کی طلب کی اس کی اطلاع شاہ یداللہ حسینی کو ہوگئی وہ آئے اور آپ کے پیرو مرشد چراغ دہلوی رح کی قسم دے کر اس ارادۂ موت کو ملتوی کرنے کا عرض معروض کیا لیکن بندہ نواز نے اس معروضہ کو منظور نہ کرتے ہوئے فرمایا مرد جو بات ایک دفعہ کہہ دیتے ہیں اس سے روگردانی نہیں کرتے۔ اور اب تم یہ راز کسی سے نہ کہنا۔

کیفیت وصال فیروز شاہ بن غیاث الدین بہمنی کے عہد سلطنت میں جبکہ سید خضر خاں ابن ملک سلیمان دہلی کا بادشاہ فوت ہوکر ابو الفتح سید مبارک شاہ کی تخت نشینی کو پورا ایک سال ہوا تھا کہ اپنے بستر پر اپنے پاؤں دراز کئے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھکر

چشم حق بیں کھلی رکھی اور منتظرِ وقت تھے۔ آپ کی سانس سے اللہ اللہ کی آواز ہر اک کو صاف سُنائی دے رہی تھی کہ بعمر ایک سو پانچ سال چار ماہ بارہ دن، بروز دوشنبہ بوقت صبح بتاریخ ۱۶ ذیقعدہ ۸۲۵ھ ہنستے ہوئے آپ کی آنکھ اور دہن سے کچھ پانی نکلا جسے شاہ یداللہ نے آپ کی وصیت کے مطابق اپنی نوکِ زباں سے چوس لیا اور آپ نے وصال فرمایا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تاریخ وصال

سنش عادل ولد وارث جود
۱۰۵ ۷۲۰

وفاتش داں کہ تاج المرسلین بود
۸۲۵

اس تاریخ میں آپکی عمر تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات نکالی گئی ہے اس کے علاوہ کئی تاریخیں اور بھی ہیں۔

تعمیر گنبد روضہ شریف

بندہ نواز کے وصال کے دوسرے سال سلطان احمد شاہ بہمنی کے حکم سے روضہ شریف کے گنبد کا کام شروع ہوا، جس میں گنبد کے اندرونی گلابہ (پلاسٹر) وغیرہ کا کام ساتے سال تک مسلسل ہوتا رہا جو سلطان علاؤالدین کے عہد میں مکمل ہوا۔

اس کے بعد ابراہیم قطب شاہ بادشاہ تلنگانہ کے عہد میں گنبدِ روضہ کا بیرونی گلابہ (پلاسٹر) مکمل ہوا۔ اور گنبد کے اوپری حصہ میں چاندی کا کلس لگایا گیا۔

اس کے بعد محمود عادل شاہ بیجاپوری کے حکم سے آپ کے گنبد کا چاندی کا کلس نکلوا کر آپ کے بڑے صاحبزادہ سید محمد اکبر کے روضہ کے گنبد کے کلس پر چڑھایا گیا۔ اور آپ کے گنبد پر ایک نیا کلس لگایا گیا۔

اس کے بعد افضل خاں سپہ سالار بیجاپور (دکن) نے اپنے زمانہ اقتدار میں دروازہ پائیں، بیرونی مسجد اور سرائے تعمیر کرائی۔ اس کے بعد شہنشاہ عالمگیر رح نے اپنے عہد سلطنت میں آپ کے احاطہ روضہ میں مسجد اندرون درگاہ سماع خانہ، حجرے اور حوض مسجد تعمیر کرائے۔ اس کے بعد سید شاہ یداللہ حسینی نے اپنے عہد سجادگی میں اس حوض مسجد کو جو مسجد کے بالکل سامنے اور اتنا قریب تھا کہ صحن مسجد باقی نہ رہتا تھا اسے بند کرا کے دوسرا حوض دس ہزار روپے کی مالیت سے تعمیر کرایا اور یہی حوض آجکل موجود ہے۔

جھیلا

بندہ نواز رح کے سالانہ عرس سے تقریباً ایک ماہ پہلے جھیلا باندھا جاتا ہے۔

جھیلا پھولوں کا وہ ہار ہوتا ہے جس کا وزن تقریباً چالیس سیر کا ہوتا ہے۔ جسے گنبد کے کلس پر ۷ ارشوال کو باندھتے ہیں۔

جھیلا باندھنا کوئی معمولی کام نہیں۔ جنھوں نے دیکھا ہے وہ اس کی اہمیت کا رسے بخوبی واقف ہیں کہ یہ جان جوکھوں کا کام ہے

خلاصہ یہ ہے کہ خدام میں سے دو اشخاص کا انتخاب کیا جاتا ہے جن میں سے ایک شخص چالیس سیر وزنی پھولوں کا ہار لئے ہوئے ایک رسّی کے سہارے بڑے گول گنبد پر چڑھتا ہے اور دوسرا شخص پہلے شخص کے ساتھ ہی ساتھ منہ میں مشعل پکڑے پکڑے رسّی کے سہارے کلس تک پہونچتا ہے۔ اور یہ دونوں کلس پر ان چالیس سیر پھولوں کا ہار باندھتے ہیں۔ اور یہ اہم خدمت انجام دے کر پھر رسّی کے سہارے نیچے آجاتے ہیں۔ اور نیچے آکر نہ معلوم کیا ترکیب ہے کہ رسّی کھینچ لیتے ہیں۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ رسّی اوپر بندھی ہوئی نہ تھی۔ اس جھیلا کی رسم میں زیادہ لوگوں کا مجمع نہیں ہوتا۔

عرس

۱۷ رشوال کو رسم جھیلا سرانجام دینے کے بعد ماہ ذی قعدہ کی چاند رات کو اولاً درگاہ شریف کے نوبت خانہ پر نقارے چڑھائے جاتے ہیں اور اسی شب سے سماع شروع ہوجاتا ہے۔

۱۵ ذیقعدہ کی شام کو محبوب گلشن (دفتر صوبہ داری) سے سرکاری ماہی مراتب، فوج، سامان جلوس و آرائش وغیرہ کے ساتھ صوبہ دار وقت اپنے سر پر صندل کی کشتی اٹھائے اور تقریباً (۵) میل کا فاصلہ پا پیادہ طے کرتے ہوئے درگاہ شریف آتا ہے۔ اس جلوس میں تمام ملازمین سیول و فوج و روساء شہر شریک ہوتے ہیں۔ اس صندل کی شان و شوکت اور کرو فر دیکھنے کے لئے دوسرے شہروں سے بھی لوگ بکثرت آتے ہیں۔ یہ صندل محبوب گلشن سے آصف گنج، گلزار حوض وغیرہ سے

نکلتا ہوا۔ تقریباً رات کے دس بجے درگاہ شریف پہونچتا ہے اس دن یعنی ۱۵ ارذی قعدہ کے دن کو گلبرگہ کی بڑی سڑک تقریباً چار میل طویل درگاہ شریف تک بیرقوں جھنڈیوں اور قندیلوں سے آراستہ ہوتی ہے۔ درمیان میں دروازے بھی سجائے جاتے ہیں۔ درگاہ شریف کے احاطہ میں سرکاری ڈیرے خیمے نصب ہوتے ہیں اور خوب روشنی ہوتی ہے۔ اگرچہ ماہ ذیقعدہ کی چاند رات سے درگاہ شریف کی پائین میں ہر شب رقص جاری رہتا ہے لیکن ۱۵ و ۱۶ ذیقعدہ کو شب میں بطور خاص رقص و سرود کی بدولت خوب گرما گرمی رہتی ہے۔ حیدرآباد بلدہ فرخندہ بنیاد سے زائرین کی اسپیشل ٹرین بھارت کے زبردستی قبضہ ۱۸ ارستمبر ۴۸ء سے قبل تک آتی تھی۔ اور دیگر شہروں بمبئی، احمدآباد و اجمیر سے بکثرت عقیدت مند حاضری دیتے اور مرادیں پاتے تھے۔

۱۶۔ ذی قعدہ کی شب کو شہر گلبرگہ کی بڑی سڑک پر خصوصی روشنی وغیرہ کا اہتمام منجانب حکومت سرکار عالی ہوتا تھا جس کی منظوری حکومت دیا کرتی تھی۔

۱۷۔ ذی قعدہ کی شب کو مومن پورہ، مخدوم پورہ جیسے محلوں میں یہاں کے مومن باشندے اپنے اپنے مکانوں پر بڑے خلوص و عقیدت سے روشنی کا اہتمام کرتے ہیں جو قابل دید ہوتا ہے۔

نواب میر عثمان علیخاں نظام دکن اپنی ذاتِ خاص سے ایک زریں غلاف اور ایک تھان کمخواب کا چڑھاتے تھے ۴۸ء تک یہ پابندی ہوتی رہی۔ نیز مصارف نذر و نیاز کے لئے جاگیر کے علاوہ حکومت حیدرآباد کی طرف سے ایک معتد بہ رقم خرچ کی جاتی تھی۔

کشتی لُٹنا صندل مالی کے بعد فاتحہ دی جاتی اور درگاہ شریف کے روبرو چند قدم کے فاصلہ پر پتھر کی وہ بڑی کشتی جس پر مچھلی اور شیر وغیرہ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک دیول (مندر) کا چراغ ہے جو درگاہ شریف میں لایا گیا ہے اس بڑی کشتی میں (جس کا طول تقریباً ۳۰ فٹ اور عرض (۲۰) فٹ ہوگا) پانچ من کی بریانی اور بہت سا ملیدہ بھر کر فاتحہ خوانی کے بعد لُٹائی جاتی ہے لوٹنے والوں میں بڑے روضہ اور چھوٹے روضے والے بطور خاص دونوں حصہ دار شریک ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں عقیدت مند اس لوٹ کے کھانے کا پس ماندہ حاصل کر کے فوراً نوش جاں کر لیتے ہیں اور کسی معاوضہ پر دوسروں کو نہیں دیتے۔

زمانۂ حال بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سرزمین دکن پر بھارت کے زبردستی قبضہ کی تاریخ ۱۸ ر ستمبر ۱۹۴۸ء کے بعد اب بھی صوبہ دار وقت (کمشنر) صندل درگاہ شریف تک لے جاتا ہے اور رونق بھی ہوتی ہے۔ پہلے کی طرح ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ اس عرس کے موقع پر شانہ بشانہ شریک رہتے ہیں۔

امید ہے کہ قارئین تذکرۂ "بندہ نواز گیسو دراز" اپنے کردار و عمل میں ایک نئی برقی رو جگا کر خود کو بلند مقام پر سرفراز کرتے ہوئے دوسروں کو اپنے نقش قدم پر چلانے کی سعی کریں گے۔

اب آخر میں بندہ نواز گیسو درازؒ کے اشعار پر ہی سوانح ختم کرتا ہوں

تراچوں تو نظیرے نیست دیگر — ولے بر شکل و خوبی خود بنازی
نباشد زیورے زیبا ترا اے یار — برائے دلبری از دل نوازی
محمد را نظر جز بر خدا نیست — مپندار عشقبازی او مجازی

ارادتمند مؤلف

۲۳ رجون ۱۹۶۴ء — اقبال الدین احمد

۱۹/ ۷۷۳ لیاقت آباد کراچی

کتب

★ تذکرہ حضرت مخدوم علاؤالدین احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ ۔ مرتبہ سخاوت مرزا		4/50
★ خیر المجالس	از حمید قلندر	7/50
★ انوارِ قدسیہ	از علامہ عبدالوہاب شیرانی	6/-
★ معراج المؤمنین	از صوفی عابد میاں ڈابھیلی	1/50
★ تین شاعر	از پروفیسر محی الدین قادری زور	4/2
★ مفردات القرآن	از امام راغب اصفہانی	30/-
★ التکشف	از مولانا اشرف علی تھانوی	15/-
★ افضل الفوائد	از امیر خسرو رح	6/50
★ البیرونی		10/-
★ تزکِ تیموری		4/50
★ تزکِ بابری		10/-
★ اولیاء ملتان		6/-
★ اولیاء لاہور		6/-
★ فضائل قرآن مجید	از مولانا زکریا صاحب	1/-
★ حقیقت روحِ انسانی	از امام غزالی رح	2/50
★ رسول کی باتیں	از مولانا احمد سعید صاحب دہلوی	2/50
★ عرش الٰہی کا سایہ	" " "	1/-
★ اسلام مشرق میں	از وحید احمد بدایونی	4/50

ملنے کا پتہ

اقبال پبلشرز حیدر آباد کالونی کلیٹن روڈ کراچی ۵

مطبوعاتِ اقبال پبلشرز

ملنے کے پتے

۱۔ اقبال بک سینٹر کارنر موتی گلی لاڑ بازار حیدر آباد دکن ۲ (بھارت)

۲۔ یونیورسل بک اسٹال چوک شہر حیدر آباد دکن ۲ (بھارت)

۳۔ اسلامک بک سنٹر زیر مسجد چوک حیدر آباد دکن (بھارت)

۴۔ مولوی شمس الدین تاجر کتب مینارہ مسجد انار کلی لاہور (پاکستان)

۵۔ تصوف اکیڈمی گلشن روڈ حیدر آباد کالونی کراچی ۵

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

تذکرۂ خواجہ گیسو دراز ؒ

حضرت خواجہ بندہ نواز ابو الفتح صدر الدین سید محمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

معہ

تلخیص تصنیفات و ملفوظات

مرتبہ

اقبال الدین احمد

ناشر

اقبال پبلشرز

حیدر آباد کالونی کلفٹن روڈ کراچی ۶

۵-۵۰

پانچ روپیہ پچاس پیسے